بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح

سلسلہ مطبوعات ''معارف اسلامیہ ٹرسٹ'' نمبر ۲

مشکوٰۃ النبوت

٦

تصنیف منیف

حضرت سید شاہ غلام علی قادری خلف اکبر قدوۃ المحققین حضرت سید شاہ موسیٰ قادری قدس سرہٗ

مترجم

ابوالحسین السید وحید القادری عارفؔ (بی. یس. سی.) خلف مولانا ابوالفضل سید محمود قادری مدظلہ

باھتمام

سید نصیر الدین بسملؔ قادری ابوالعلائی

معتمد اعزازی انجمن معین الملۃ و معارف اسلامیہ

سن اشاعت ۱۹۸۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح

سلسلہ مکتوبات "معارف اسلامیہ" ع ۲

جلد ششم

مشکوٰۃ النبوت

(تصنیف منیف)

حضرت سیدہ شاہ غلام علی قادری خلف اکبر قدوۃ المحققین حضرت سیدہ شاہ موسیٰ قادری قدس سرہٗ

مترجم

ابوالحسین السید وحید القادری عارف (بی ایس سی) خلف مولانا ابوالفضل سید محمود قادری مدظلہ

(باہتمام)

سید نصیر الدین بسمل قادری ابوالعلائی

معتمد اعزازی انجمن معین الملۃ و معارف اسلامیہ

سن اشاعت ۱۹۸۴ء

تفصیلات اشاعت

سن اشاعت سنہ ۱۹۸۴ء
تعداد اشاعت ۵۰۰
قیمت ۲۵ روپے
کاتب حبیب ہادی رفاعی
اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار حیدر آباد

(ملنے کے پتے)

۱۔ دیوڑھی حضرت مولوی محمودؒ 20-7-175 فتح دروازہ
۲۔ اسٹوڈنٹس بک ڈپو چارمینار ۳۔ حسامی بک ڈپو مچھلی کمان
۴۔ مکتبہ انوار مصطفےٰ مغل پورہ ۵۔ ادبی مرکز اعجاز پرنٹنگ پریس چھتہ بازار
۶۔ انجمن معین الملت دیوڑھی اقبال الدولہ شاہ گنج حیدرآباد ۲۶۵

ترتیب

نمبر سلسلہ	اسماء	نمبر صفحہ	نمبر سلسلہ	اسماء	نمبر صفحہ
	مشکوٰۃ بست وسوم		۱۹	حضرت شیخ عزیز اللہ متوکلؒ	۲۱
			۲۰	،، شیخ نظام الدینؒ	۲۲-۲۱
۱	حضرت سید قطب الدین محمدؒ	۱	۲۱	،، شیخ جلال الدین تھانیسریؒ	۲۳
۲	،، شیخ عبد الرزاقؒ	۲	۲۲	،، شیخ اسحاقؒ	۲۳
۳	،، شیخ احمد سید عبد الباسطؒ	۳-۲	۲۳	،، شیخ عبد الغفور رانوؒ	۲۴
۴	،، میر سید محمود محققؒ	۴-۳	۲۴	،، مولانا اسماء الدینؒ	۲۴ تا ۲۷
۵	،، شاہ وجیہ الدینؒ	۴ تا ۶	۲۵	،، سید کبیر الدین حسینیؒ	۲۷
۶	،، شیخ لشکر محمد عارف	۷	۲۶	،، شیخ اودھن جونپوریؒ	۲۸
۷	،، مخدوم شیخ احمدؒ	۷	۲۷	،، قاضی ظفر خان ظفر آبادی	۲۹-۲۸
۸	،، شیخ داؤدؒ	۸	۲۸	،، شیخ محمد حسنؒ	۲۹ تا ۳۱
۹	،، خواجہ وقت شیخ خانوؒ	۹	۲۹	،، شیخ جلال الدین قریشیؒ	۳۲-۳۱
۱۰	،، میاں سید غیاثؒ	۱۰-۹	۳۰	،، میر سید عبد الاول سید علاء الدین حسینی	۳۳ تا ۳۵
۱۱	،، میاں سید طاہرؒ	۱۰	۳۱	،، شاہ سلیم چشتیؒ	۳۵ تا ۳۷
۱۳-۱۲	،، شیخ عبد اللہ و شیخ رحمت اللہ	۱۱	۳۲	،، شیخ داؤدؒ	۳۷
۱۴	،، شیخ حسینؒ	۱۲	۳۳	،، شیخ نظام نارنولیؒ	۳۸
۱۵	،، شیخ عبد العزیزؒ	۱۳-۱۲	۳۴	،، شیخ ابراہیم بن فتح اللہؒ	۳۸ تا ۴۰
۱۶	،، شیخ امان پانی پتیؒ	۱۳ تا ۱۸	۳۵	،، ابو الفتح شیخ محمد ملتانیؒ	۴۱ تا ۵۰
۱۷	،، شیخ حسام الدین متقیؒ	۱۹-۱۸	۳۶	،، سید محمد مہدیؒ	۵۱-۵۰
۱۸	،، شیخ علی متقیؒ	۲۰-۱۹	۳۷	،، شیخ محمد ابراہیمؒ	۵۲ تا ۵۶

۳۸ حضرت شیخ اسحاق رح ۵۶
۳۹ ،، شیخ بدرالدین رح ۵۶ تا ۶۶
۴۰ ،، مولانا عبدالرحمٰن جامی رح ۶۶ تا ۶۸
۴۱ ،، مولانا عبدالغفور رح ۶۸-۶۹
۴۲ ،، خواجہ عبدالرشید رح ۶۹
۴۳ ،، میر سید ابوالعالی رح ۷۰

مشکوٰۃ بست و چہارم

۱ حضرت سید شاہ ناصرالدین ہاشم الحموی رح ۷۱-۷۲
۲ ،، سید محمد الحموی رح ۷۲
۳ ،، سید سلطان براد رح ۷۳-۷۴
۴ ،، سید محمد مودود لاری رح ۷۴
۵ ،، خواجہ عبداللہ باقی رح ۷۵
۶ ،، خواجہ عبداللہ الحق جامی رح ۷۵-۷۶
۷ ،، سید شاہ صبغتہ اللہ رح ۷۶ تا ۸۳

مشکوٰۃ بست و پنجم

۱ حضرت سید کمال الدین عارف رح ۸۴
۲ ،، شیخ محمد بن فضل اللہ رح ۸۵-۸۶
۳ ،، شیخ احمد سرہندی رح ۸۶ تا ۸۸
۴ ،، شیخ عیسیٰ جند اللہ رح ۸۸
۵ ،، شیخ عبداللہ ہیتی رح ۸۹

مشکوٰۃ بست و ششم

۱ حضرت سید شاہ زاہد الحموی رح ۹۰
۲-۳ ،، خواجہ صالح زبیدی و خواجہ ہاشم قہری رح ۹۱
۴ ،، شاہ میر محمد لاہوری رح ۹۱ تا ۹۴
۵ ،، شیخ بلاول رح ۹۴-۹۵
۶ ،، شیخ عبدالحق دہلوی رح ۹۵ تا ۹۷
۷ ،، ملا حبیب اللہ رح ۹۷ تا ۱۰۱

مشکوٰۃ بست و ہفتم

۱ حضرت سید شاہ طاہر الحموی رح ۱۰۲ تا ۱۰۳
۲ ،، شاہ پیر محمد سلون رح ۱۰۳ تا ۱۰۵
۳ ،، میاں تنہا رح ۱۰۵-۱۰۶
۴ ،، مولانا شاہ رح ۱۰۶ تا ۱۰۸
۵ ،، میاں شاہ سرمد رح ۱۰۹ تا ۱۱۱
۶ ،، شاہ قاسم سلیمانی رح ۱۱۱ تا ۱۱۲
۷ ،، سید احمد الحموی رح ۱۱۲-۱۱۳

مشکوٰۃ بست و ہشتم

۱ حضرت سید الابدال شاہ عبداللطیف لاابالی قدس سرہٗ ۱۱۴ تا ۱۲۸
۲ ،، میراں سید حسن الحموی رح ۱۲۸ تا ۱۲۹
۳ ،، سید عبدالقادر رح ۱۳۰ تا ۱۳۱
۴ ،، سید شاہ رفیع الدین احمد رح ۱۳۱ تا ۱۳۲

۵	حضرت سید شاہ عبدالرزاق ثانی رح	۱۳۴-۱۳۷
۶	،، سید شاہ جمال البحر معشوق ربانی رح	۱۳۷-۱۴۲
۷	،، سید شاہ معین الدین رح	۱۴۲
۸	،، سید شاہ عبدالنبی قادری رح	۱۴۳-۱۴۴
۹	،، میراں سید محمد مدرس رح	۱۴۴ تا ۱۴۷
۱۰	،، شاہ اسمٰعیل رح	۱۴۷ تا ۱۵۰
۱۱	،، شاہ حمزہ حسینی رح	۱۵۰ تا ۱۵۲
۱۲	،، میراں شاہ ابوالحسن رح	۱۵۲-۱۵۴
۱۳	،، حسین شاہ ولی رح	۱۵۴-۱۵۵
۱۴	،، سید شاہ زین الدین شبلی رح	۱۵۵
۱۵	،، سید شاہ اسحاق رح	۱۵۶
۱۶	،، میراں جی شمس العشاق رح	۱۵۷-۱۵۸
۱۷	،، شیخ علی رح	۱۵۸ تا ۱۶۱

مشکوٰۃ بست و نہم

۱	حضرت سید شاہ محی الدین ثانی رح	۱۶۲ تا ۱۸۸
۲	،، سید شاہ عبداللہ قادری رح	۱۸۸ تا ۱۹۲
۳	،، سید شاہ موسیٰ قادری بیجاپوری رح	۱۹۳ تا ۲۰۲
۴	،، سید شاہ طاہر قادری رح	۲۰۲ تا ۲۲۲
۵	،، سید شاہ عیسیٰ قادری رح	۲۲۲ تا ۲۲۶
۶	،، سید شاہ محمد کلاں رح	۲۲۷ تا ۲۲۸
۷	،، شیخ فرید رح	۲۲۹ تا ۲۳۰
۸	،، شاہ امین الدین اعلیٰ رح	۲۳۰ تا ۲۳۵
۹	،، شاہ میر [illegible] راز الٰہ رح	۲۳۵ تا ۲۳۷

۱۰	حضرت شیخ یحییٰ مدنی رح	۲۳۷ تا ۲۳۸
۱۱	،، شاہ نور حامی رح	۲۳۸ تا ۲۳۹
۱۲	،، شاہ راجو حسینی رح	۲۳۹ تا ۱۴۱
۱۳	،، شاہ ابوالحسن حیدر ثانی رح	۲۴۲-۲۴۳
۱۴	،، شاہ علی عباس رح	۲۴۳ تا ۲۴۴
۱۵	،، شاہ اسلام الدین رح	۲۴۵
۱۶	،، شاہ میر محمود رح	۲۴۶
۱۷	،، سید محی الدین احمد رح	۲۴۷-۲۴۸
۱۸	،، حسن برہنہ رح	۲۴۸-۲۴۹
۱۹	،، شاہ میراں جی حسینی خدانما رح	۲۴۹-۲۵۲
۲۰	،، شاہ عبدالرزاق رح	۲۵۲-۲۵۳
۲۱	،، سید ہاشم عرف خداوند ہادی رح	۲۵۳ تا ۲۵۵
۲۲	،، شاہ عبدالقادر رح	۲۵۵ تا ۲۵۶
۲۳	،، شاہ بودلے رح	۲۵۷
۲۴	،، شاہ ابوالحسن خاموش رح	۲۵۸
۲۵	،، شاہ مومن خاموش رح	۲۵۹-۲۶۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منظور ہے گذارش احوال واقعی

مشکوٰۃ النبوۃ جلد اول تا پنجم میں مجموعی طور پر (۴۱۷) اکابرین امت کے حالات زندگی اور ارشادات پیش کئے گئے تھے۔ زیر نظر جلد (۱۰۴) صلحائے امت کے حالات پر مشتمل ہے اس طرح اب تک (۵۲۱) زعماء کے حالات منظر عام پر لائے گئے ہیں۔

اس جلد کی اشاعت "معارف اسلامیہ" کی جانب سے عمل میں آئی ہے اور آئندہ جلد بھی جو اس سلسلہ کی آخری کڑی ہوگی اسی ادارے کے تعاون سے زیور طبع سے آراستہ ہوگی اور اسطرح فن تذکرہ کی اس نادر روزگار "خزینۃ العلوم" کی اشاعت اور اسکے تحفظ کا کام پورا ہوجائے گا۔

میں نے سلخ رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۴ھ کو زیارت حرمین شریفین کے لئے نکلتے وقت اپنے فرزند ابوالحسن سید وحید القادری عارفؔ (بی ایس سی) کو ہدایت کی تھی کہ وہ جلد ششم اور جلد ہفتم کا ترجمہ کریں کہ انہوں نے مجھ سے تعلیم و تربیت میں اتنی دستگاہ حاصل کرلی ہے کہ الولد سرٌ لابیہ یا میراث پدر خواہی علم پدر آموز کے مصداق بن چکے ہیں اور دوسری السنہ کی کتابوں کا اردو میں بآسانی ترجمہ کرسکتے ہیں دو ماہ کے بعد وہ بھی جدہ آگئے اور مجھے اطلاع دی کہ انہوں نے مفوضہ کام پایۂ تکمیل کو پہونچا دیا ہے۔ اسکے علاوہ حضرت مصنفؒ کی سوانح حیات بھی مرتب کردی ہے۔ واپسی کے بعد میں نے ان تراجم پر نظر ثانی کی اور ضروری ترمیمات کے بعد کاتب صاحب کے حوالہ کردیا۔ بعد تکمیل کتابت و طباعت اب یہ جلد قارئین کے ملاحظہ میں پیش ہے۔

ابوالفضل سید محمود قادری
بانی "انجمن معین الملت" و "معارف اسلامیہ"
حیدر آباد

نومبر سنہ ۱۹۸۴ء

مشکوٰۃ النبوت سیوم

ذکر شریف

قدوۃ الکاملین سند زبدۃ العارفین احمد سیدنا سید قطب الدین محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے سید قطب الدین محمد بن احمد بن حسن بن علی بن یحییٰ بن احمد بن ابو النصر بن عماد الدین بن عبد الرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔

صاحب رسالہ مکاشفہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے تمام علوم ظاہری و باطنی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کئے تمام کمالات انسانی کے جامع تھے ۔

صاحب لطائف قادریہ رقمطراز ہیں کہ الشیخ قطب الدین محمد بن احمد بن حسن المذکور کان من اہل الخیر والصلاح ولبس الخرقۃ من ابیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یعنی سیدنا قطب الدین محمد بن احمد بن حسن مذکور ارباب خیر و صلاح سے تھے اور خرقہ آپ نے اپنے والد بزرگوار سے زیب تن فرمایا ۔

وہ یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ توفی الی رحمۃ اللہ تعالیٰ بحماۃ ودفن بتربتہم واعقبہ ہذا ولداً ذاکراً اسماہ الشیخ ہاشم الحموی بن محمد بن احمد بن حسن بن علی المتقدم الخ

یعنی سید قطب الدین محمد نے حماۃ شریفہ میں وفات پائی اور اپنے آباء و اجداد کے مقبرہ میں مدفون ہوئے جو باب الناعورہ کے نام سے مشہور ہے آپ کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام سید ہاشم الحموی تھا اور جن کا نسبی سلسلہ اوپر درج کیا گیا ہے آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا ۔ لیکن آپ شاہ وجیہ الدین گجراتی کے معاصر تھے ۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

قبلہ آفاق قطب علی الاطلاق فرد وقت شیخ عبد الرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام شمس الدین محمد بن بدر الدین حسن المذکور تھا۔

چنانچہ صاحب تحفۃ الابرار تحریر فرماتے ہیں کہ الشیخ عبد الرزاق بن شمس الدین محمد بن بدر الدین حسن المذکور الحموی الدار والمولد والوفات کان الشیخ السادات القادریہ وشیخ الشیوخ بحماۃ وسائر البلاد الشامۃ وکان صالحاً ولہ کلمۃ نافذۃ عند الحکام والخاص والعام وکان حسن الخُلق والخلق۔

یعنی سید عبد الرزاق بن شمس الدین محمد بن بدر الدین حسن المذکور کا مقام ولایت و وفات حماۃ شریف تھا آپ پیشوائے سادات اور شرفائے قادریہ سے تھے شیخ الشیوخ بھی تھے حماۃ اور سارے ملک شام میں آپ ہی وہ صالح روزگار تھے جن کا حکم ہر خاص و عام پر جاری تھا۔ صاحب خلق محمدی اور نیک طینت بشری تھے۔ وتوفی الی رحمۃ اللہ تعالیٰ بحماۃ یوم الاثنین ثامن عشر شوال من تسعین وتسعمایہ ودفن فی الزاویۃ التی انشاھا رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

یعنی صاحب تحفۃ الابرار لکھتے ہیں کہ آپ کی وفات بروز دوشنبہ بتاریخ ١٨ ارشوال سنہ ٩٩٠ھ حماۃ میں واقع ہوئی اور آپ اپنے ہی بنا کردہ روضہ میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عشق طالباں را باسط برابطۂ ازادۂ صاحب خلق ساطع قطب مظہر حق برادا سط شیخ احمد سید عبد الباسط سیدنا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بھی حضرت سیدنا سید شہاب الدین احمد کے صاحبزادے تھے جو سید بدر الدین حسن المذکور کے صاحبزادے تھے

چنانچہ صاحب تحفۃ الابرار رقم طراز ہیں کہ الشیخ عبدالباسط بن احمد بن حسن بن علی المتقدم کان الشیخ السادات القادریہ بحماۃ توجہ الی القاہرۃ واقام بہا مدۃ ثم عاد الی حماہ واستمر بہا الی ان توفی الی رحمۃ اللہ تعالیٰ بعد عمہ الشیخ عبدالرزاق بنحو ستین ودفن بتربتہم ولم یعقب سوی ابن وبنتین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

یعنی سیدنا سید عبدالباسط بن سید شہاب الدین احمد بن سید بدرالدین حسن بن سید علاءالدین علی المتقدم، حماہ شریف میں شرفائے قادریہ کے پیشوا تھے آپ چند سال بعد قاہرہ کی جانب روانہ ہوئے ایک مدت تک وہاں مقیم رہنے کے بعد پھر حماہ لوٹے (حماۃ اور حامۃ دونوں عربی محاورے ہیں) چند دن وہاں رہے اور حامۃ ہی میں اپنے چچا حضرت سیدنا عبدالرزاق بن شمس الدین محمد بن بدرالدین المذکور کی وفات کے دو سال بعد عالم فانی کو خیرباد کہا اور اپنے آباؤ اجداد کے مقبرہ باب الناعورہ میں مدفون ہوئے آپ کے ایک صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔

تاریخ قادریہ میں مرقوم ہے کہ سید شہاب الدین احمد کے دو صاحبزادے تھے ایک قطب الدین محمد جو پانچ واسطوں سے حضرت سید الابدال شاہ عبداللطیف لاابالی الحموی کے جد اعلیٰ تھے۔ دوسرے سید عبدالباسط تھے جو چار واسطوں سے حضرت سید احمد الحموی کے جد اعلیٰ تھے جن سے حضرت سید الابدال نے خرقہ خلافت حاصل فرمایا تھا۔ حضرت سید احمد الحموی اور حضرت سید الابدال کے احوال و مناقب آئندہ نقل کئے جائیں گے جس سے تفصیل معلوم کیجاسکتی ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

شیخ معرفت عارف مدقق میر سید محمود محقق رحمۃ اللہ علیہ

حضرت میر سید محمود محقق حضرت شاہ محمد غوث گوالیری کے خلفائے کاملین سے تھے آپ علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے آپ کی وفات سنہ ۹۸۳ھ میں واقع ہوئی آپ کے متعلق شیخ عبدالغفور صدیقی

مولف کتاب مخزن الواصلین اور کتاب نخل فردوس فرماتے ہیں کہ آپ کامل اور محقق تھے رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

مخدوم السالکین، قدوۃ المحققین، قطب وقت شاہ وجیہ الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ عارف کامل تھے اور شیخ محمد غوث کے خلفائے کاملین سے تھے۔

چنانچہ صاحب نخل فردوس رقمطراز ہیں کہ شاہ محمد غوث مذکور کی وفات کے بعد شاہ وجیہ الدین علوی عرف میانجو مسند ارشاد پر متمکن ہوئے آپ ملک گجرات میں معروف خلائق تھے جیسے کہ شیخ لشکر محمد عارف کوہستان ملک دکن میں اور شیخ ضیاء الدین المشہور شیخ جیا ریگستان ہند میں مشہور رہے۔

الغرض شاہ وجیہ الدین دارالحسنات احمد آباد گجرات میں رواآنا اعمال حسنات اذہان سیئات میں منتقل کرنے میں معروف و مشہور رہتے۔ ملاں حبیب اللہ جو شاہ صبغۃ اللہ کے مرید کامل تھے اپنے رسالہ مناقب میں تحریر کرتے ہیں کہ شاہ وجیہ الدین علیہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ مجھے ملاں عماد طارقی کے حاشیہ قدیم میں مشکلات پیش آئی تھیں حضرت شیخ محمد غوث گوالیری نے ان سب کو اپنی تصنیف نزہتہ الارواح کے ذریعہ حل فرما دیا۔

اس کتاب میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر میں شاہ صبغۃ اللہ کو نہ پاتا تو نہ مسلمان ہوتا اور نہ صوفی کہلانے کے قابل ہوتا کہتے ہیں کہ کسی نے شاہ وجیہ الدین سے پوچھا کہ آپ عالم ہیں اور آپ کے شیخ امی ہیں دونوں کا ساتھ کیسے ہوا۔ شیخ نے فرمایا کہ الحمد للہ میرے پیر و مرشد ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح امی ہیں۔

شاہ محمد مدرس فرماتے ہیں کہ ایک روز صبغۃ اللہ سے پوچھا گیا کہ حضرت شیخ محمد غوث کا علم ظاہری کیسا تھا آپ نے کہا کہ اگر میں ان سے کچھ بات کروں اور وہ اس کے جواب میں کہیں تو ایسا محسوس ہو کہ آپ سب کچھ جانتے ہیں پھر کہا کہ علماء ظاہر نے شاہ وجیہ الدین سے پوچھا کہ شیخ محمد غوث کی معراج کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے آپ نے فرمایا کہ تم اس کو خواب کی طرح سمجھو کہ خواب میں ہر چیز دیکھی جا سکتی ہے یہاں تک کہ رویت باری بھی خواب میں جائز ہے۔ شاہ محمد مدرس کا کہنا ہے کہ شاہ وجیہ الدین

مجتہد المذہب تھے کیونکہ بعض مسائل فقہ میں آپ اپنے اجتہاد کی بنا پر عمل فرماتے تھے، حنفی تھے لیکن مسلک امام شافعی کے بموجب امام کے ساتھ حالت اقتدا میں قرأت پڑھا کرتے تھے۔

صاحب تکمل فردوس لکھتے ہیں کہ وجیہہ الدین احمد میانجہ اس گروہ کے سرحلقہ تھے آپ کے دادا احمد آباد گجرات آکر وہاں سکونت اختیار کی تھی آپ کی ولادت احمد آباد ہی میں سنہ ۹۱۰ھ میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کا مادہ تاریخ "شیخ" ہے آپ نے (۲۲) سال کی عمر میں تمام علوم صوری و معنوی کی تحصیل سے فراغت پاکر اہل دین اور اعدائے دین کی تربیت و تلقین شروع کردی۔ (۸۸) سال کی عمر تک آپ درسی کتب پر شروح اور حواشی لکھتے رہے آپ کو سلوک اور تصوف کی ہر ہر کتاب پر کامل عبور حاصل تھا۔ رسالہ حقیقت محمدیہ اور شرح جام جہاں نما لطافت و متانت تمام کے ساتھ سپرد قلم فرمایا۔ بیشتر اعیان مملکت علوم ظاہری و باطنی میں آپ سے فیض یافتہ تھے اور آپ کے فیض صحبت سے درجہ کمال تک رسائی حاصل کی تھی۔ آپ نے تا دم حیات توکل اور تقویٰ کی راہ سے قدم باہر نہ نکالا۔ شیخ فیروز صوفی آپ کے خلفائے کبار سے تھے جنکی مزار اکبرآباد میں واقع ہے۔ شیخ فیروز کی وفات سنہ ۱۰۹۵ھ میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

صاحب تکمل فردوس یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ شاہ وجیہہ الدین مشیخت اور خرقۂ طریقت میں رئیس الاحباب بہشتی شاہ قادن چشتی کے واسطہ سے شگوفۂ گلستان اجنہ تھے۔ رئیس الاحباب مذکور کو قاضی علیم الدین یزدانی کرونی سے بیعت حاصل تھی (کرون احمد آباد گجرات کے قریب ایک موضع ہے) اور ان کو شیخ صدرالدین محمد شاہ راجہ قتال سے اور ان کو شیخ جلال الدین حسین المعروف مخدوم جہانیاں سے اور انکو خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔

کتاب مذکور میں یہ بھی مروی ہے کہ ایک دفعہ شیخ محمد غوث پر بے خودی کی حالت طاری ہوئی اور آپ پر لی مع اللہ وقت کے انوار کی تجلی ہوئی اور آپ نے مقام شکر طے کرکے مقام صحو تک رسائی حاصل کرلی اور محو مرتبہ رسالت ہوگئے۔ اس حالت میں حضرت شیخ محمد غوث کی زبان فیض ترجمان سے معراج شریف کے تمام حالات اس انداز میں جاری ہوگئے جیسے آپ ہی گزر رہے ہوں۔ جب یہ بات احمد آباد کے علماء کے کانوں تک پہونچی تو ان لوگوں نے محضر لکھ کر بادشاہ کو حالات سے مطلع کیا اور شیخ کے قتل کے طالب ہوئے اس جماعت کے سرحلقہ شیخ علی متقی مقرر ہوئے۔ جب سلطان نے محضر پڑھا تو کہا اس پر شاہ وجیہہ الدین کی دستخط نہیں ہے ان کی مہر کے لئے روانہ کرو۔ جب یہ محضر شاہ وجیہہ الدین

کے پاس پہونچا تو آپ اسے لے کر اپنے پیر و مرشد حضرت شیخ محمد غوث کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔ شیخ محمد غوث نے جواباً فرمایا کہ وجیہہ الدین تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت جمال یاد ہے۔ آپ نے فرمایا بے شک میرے ذہن میں حضورؐ کی صورت موجود ہے۔ یکایک شیخ محمد غوث نے اپنے سر پر چادر کھینچ لی جب وجیہہ الدین میاں جیو کی نظر حضرت شیخ کے جمال پر پڑی تو آپ نے دیکھا کہ شیخ کو فنا فی الرسول کا مرتبہ حاصل ہو چکا ہے آپ شیخ کے قدم بوس ہوئے اور شیخ نے پھر اپنی صورت کو متبدل کر دیا۔ شاہ وجیہہ الدین نے التماس کی کہ میں معترضین کو سمجھانے کی کوشش کرونگا۔ حضرت شیخ نے کہا کہ جو مناسب سمجھو کرو۔ آپ نے عرض کی کہ حضرت معراج کا پورا قصہ مجھے کہہ سنائیں حضرت شیخ نے تمام حال سنایا اور آخر میں کہا کہ جب میں بیدار ہوا تو نماز فجر کی اذان مجھے سنائی دی میں اٹھا اور نماز فجر ادا کی۔ بندہ جواب میں کہنا چاہتا ہے کہ اولیاء کو حالت خواب میں حین النوم والیقظی کی حالت میں معراج ہوتی ہے جو روا ہے۔ جس کسی نے یہ ہنگامہ برپا کیا ہے اس کو تفصیل سے سناؤ تاکہ محضر چاک کر دیا جائے۔ بالآخر ایسا ہی ہوا۔ بعد ازاں شیخ محمد غوث نے سند طریقت و خلافت شطاریہ لکھ کر اپنی دستار کے ساتھ شاہ وجیہہ الدین کو عنایت فرمائی۔ شاہ وجیہہ الدین علماء کی مجلس میں تشریف لے گئے اور فرمایا کہ شریعت میں اسقدر راسخ ہونا چاہیئے جیسے کہ شیخ علی متقی ہیں اور حقیقت میں اس مقام پر پہونچنا چاہیئے جو میرے پیر و مرشد کو حاصل ہے۔

الغرض آپ کے کمالات اور خوارق عادات بے شمار ہیں۔ شاہ وجیہہ الدین گجراتی کی وفات سلخ محرم سنہ ۹۹۸ھ کو واقع ہوئی۔ چنانچہ ایک عزیز فرماتے ہیں کہ ؎

ہادی اندر ملک ہند و حیف اندر بلخ بود
از پئے او زندگی در کام ہر یک تلخ بود
ماتمی شاہ وجیہہ الدین گجراتی نمود
حشر صغریٰ گشتہ گو از محرم سلخ بود

آپ کی قبر شریف احمد آباد گجرات میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

سالک مواقف، کاشف معارف، فرد وقت شیخ لشکر محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ محمد غوث گوالیری کے اکابر خلفا سے تھے۔

صاحب نخل فردوس فرماتے ہیں کہ آپ کی عمر شریف (۷۰) سال کی تھی۔ آپ کی وفات عید الفطر کے روز بتاریخ یکم ماہ شوال المکرم ۹۹۳ھ کو واقع ہوئی آپ کا مرقد شہر برہان پور کے حصار کے باہر روستی پورہ میں عیدگاہ کے متصل واقع ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

عارف عابد، عاشق صادق، فرد وقت مخدوم شیخ حامد سید رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ عبد الرزاق بن شیخ عبد الرزاق ثانی کے صاحبزادے تھے جو حضور غوث الثقلین کی اولاد سے تھے کہتے ہیں کہ حضرت شیخ حامد نہایت بزرگ اور بلند ہمت تھے ہمہ اقسام کی دنیاوی نعمتیں جنکا تصور کیا جا سکتا ہے آپکو حاصل تھیں لیکن آپ صاحب نصاب نہ ہوئے کہ آپ پر زکواۃ لازم ہو۔ آپ اپنے دادا کے مرید اور خلیفہ تھے اور حضرت عبد القادر ثانی بے حد مقبول بارگاہ تھے آپ اپنے زمانہ حیات میں سلسلہ عالیہ قادریہ میں بزرگی مشیخت اور خلافت کے علمبردار رہے جو کوئی آپ کی مخالفت کرتا وہ نامراد ہوتا اور اسکو بجز پشیمانی کے کچھ حاصل نہ ہوتا۔ حضرت شیخ حامد نے اپنی زندگی ہی میں اپنے صاحبزادہ سید جمال الدین ابو الحسن موسیٰ کو سجادہ نشینی اور خلافت عنایت فرما دی تھی اور اپنے صاحبزادہ کی تربیت و تعلیم کی تکمیل فرمانے کے چند عرصہ بعد اس جہان فانی سے رحلت کر گئے آپکی تاریخ وفات ۲۹ ذیقعدہ ۹۷۸ھ ہے رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

عارف رب معبود قبلۂ ارباب سجود فخر زماں شیخ داؤد

آپ حضرت شیخ حامد الحسینی کے مرید اور خلیفہ تھے۔

اخبار الاخیار میں مسطور ہے کہ آپ صاحب حال صحیح اور بزرگ کشف صریح تھے آپ نے راہ سلوک میں اسقدر ریاضتیں اور مجاہدات کئے تھے جو طاقت بشری سے باہر ہیں آپ کو ہاتف غیبی سے ابتدا احوال میں اشارہ ہوا کرتے تھے جنکی وجہ سے آپ جذبۂ عشق الٰہی میں کامل ہوگئے طریق سلوک میں آپکا وہ مقام تھا کہ آپ کو علوم ظاہری سے زیادہ علوم باطنی کی توفیق ہوئی اور آپ ریاضت، مجاہدہ اور مکاشفہ سے کام لیتے تھے۔ آپ نے چند کاموں کو کلیتاً ترک کر دیا اور مسند خلافت پر متمکن ہو کر آپ نے وہ کمال حاصل کیا جو حیطۂ تحریر سے باہر ہے۔

چنانچہ صاحب اخبار الاخیار رقمطراز ہیں کہ کبھی آپ ساری رات قیام کی حالت میں گذار دیتے تھے اور رکوع نہ کرتے تھے اور کبھی تمام رات رکوع میں گذر جاتی تھی اور کبھی ساری ساری رات سجدہ اور قعدہ میں گذار دیتے تھے اسی سے ظاہر ہے کہ آپ نے کسقدر ریاضت شاقہ فرمائی تھی آپ چند سال اسی طرح بیابان میں ریاضات و مجاہدات میں مشغول رہے تاکہ آپ کا دل وسوسوں اور تعلقات دنیاوی کی آلودگیوں سے مصفا ہو جائے۔ بعد ازاں آپ نے مشائخین طریقت کی سنت میں بیعت و خلافت حاصل کرنے کے لئے مراقب ہوئے تاکہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے کسی بزرگ سے یہ نعمت حاصل کریں۔ چنانچہ حسب الہام غیبی آپ حضرت مخدوم شیخ حامد کی خدمت میں حاضر ہوئے جو حضور غوث الثقلین کے سلسلہ میں حامل خلافت تھے چنانچہ آپ نے حضرت شیخ حامد مذکور سے بیعت و خلافت حاصل کی آپ کی وفات سنہ ۹۹۲ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کا مزار ملتان میں زیارت گاہ خاص و عام ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

محمد عشق راکانو العرب دین الحسن خواجۂ وقت شیخ خانو رحمۃ اللہ علیہ

آپ مشاہیر گوالیر سے تھے خواجہ حسن ناگوری کے مرید تھے اور خرقۂ خلافت شیخ اسمٰعیل سے حاصل کیا تھا جو حضرت حسن سرمست کے صاحبزادے تھے آپ کو حضرت خواجہ بزرگ کی روحانیت سے ایک خاص تعلق حاصل تھا۔ کبر سنی کے باعث لوگوں کی تعظیم کے لئے اٹھ نہیں سکتے تھے۔

صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ بعض لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ترک قیام تعظیمی کی وجہ پوچھی۔ آپ نے جواباً فرمایا میں ضعیف ہو گیا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ ہر آنے جانے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا نہیں ہو سکتا ہر چند کہ یہ فقیروں کے طریق کے منافی ہے لیکن میں چونکہ معذور ہوں اسلئے قابل گرفت نہیں۔ آپ کے کمال کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شیخ نظام نارنولی جیسے بزرگ آپ کے مرید تھے۔ شیخ نظام بھی آپ کی اتباع میں ترک قیام فرماتے تھے۔ حضرت شیخ نظام کے بھائی شیخ اسمٰعیل بھی آپ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ شیخ اسمٰعیل بھی بڑے بزرگ تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

افضل الناس خیر الاتباع قبلۂ وقت میاں سید غیاث رحمۃ اللہ علیہ

آپ علاقۂ بھروچ کے رہنے والے تھے جو گجرات میں واقع ہے۔

صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ آپ اللہ کے خاص بندوں سے تھے اور آپ کی زندگی خیر الناس من ینفع الناس کے مصداق تھی چنانچہ آپ ہر وہ چیز جس کی لوگوں کو حاجت ہو

جیسے لباس، غذا، کتب، اسباب آلات وغیرہم اپنے گھر میں رکھتے تھے اور حسب موقع ہر کسی کو عطا کر دیا کرتے تھے۔ آپ کا یہ عمل افضل اعمال تھا کہ آپ عالم، عامل اور متقی ہونے کے باوجود خلائق کی حاجت براری کو اپنا محبوب مشغلہ جانتے تھے۔ حضرت سیدی شیخ عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ من افضل الناس فی ھذا الزمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل الناس سیدغیاث ثم شیخک ثم محمد طاہر۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

احسن الظاہر، قدوۃ الکبائر، میاں محمد طاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب اخبار الاخیار رقمطراز ہیں کہ آپ پٹن گجرات کے رہنے والے تھے اور آپ کا تعلق قوم بوہرہ سے تھا جو اس علاقہ میں پائی جاتی ہے حق تعالیٰ نے آپ کو علم و فضل سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ حرمین شریفین تشریف لے گئے اور وہاں کے مشائخین سے ملاقات کر کے علم حدیث کی تحصیل و تکمیل فرمائی۔ شیخ علی متقی کے ہم صحبت رہے اور انہی کے مرید ہوئے اور پھر اپنے وطن واپس ہوئے۔ آپ نے علم حدیث میں کئی کتابیں تالیف فرمائیں جن میں "جمیع البحار" اور تصحیح اسمار جال شامل ہیں۔ "جمیع البحار" صحاح کی شرح پر مشتمل ہے اور تصحیح اسمار جال میں آپ نے حضرت شیخ علی متقی کی بہت تعریف و توصیف بیان کی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے شیخ کی وصیت کے بموجب طلباء کے لکھنے کے لئے بدست خاص روشنائی تیار کیا کرتے تھے ہمہ وقت آپ اس کام میں مشغول رہتے آپ نے اس علاقہ میں بدعت اور اہل بدعت کے ازالہ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی آخر کار اسی جماعت اہل بدعت کے ہاتھوں آپ نے ۹۸۲ھ میں جام شہادت نوش فرمایا شکر اللہ فجزاہ اللہ عن المسلمین خیر الجزا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

دو عارف باللہ، شیخ اہل اللہ، شیخ عبداللہ و شیخ رحمت اللہ رحمۃ اللہ علیہما

کہتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ مدنی سادات سے تھے۔

چنانچہ صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ یہ دونوں فقہاء صوفیاء سے تھے انہوں نے مدینہ مطہرہ سے اس ملک میں تشریف لاکر علم حدیث کو یہاں پر فروغ دیا۔ اس ملک کے طلباء ان دونوں بزرگوں کو "شیخین" کہتے ہیں۔ خواجہ عبداللہ شہید عبدالٰہی فرماتے ہیں کہ ان دونوں شیخین سے، اُن دونوں شیخین یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ مدینہ منورہ سے اس ملک میں کوئی شخص ایسا نہیں آیا جو کہ علم، عمل، تقویٰ اور ورع میں ان دونوں کے ہمسر ہو۔ یہ حضرت شیخ علی متقی کے خاص دوستوں اور خلفاء سے تھے۔ سلطان روم آپ کا معتقد تھا اور بعض احکام آپ کی حسب ایما مکہ معظمہ میں صادر کیا کرتا تھا آپ کی سفارش پر سلطان مذکور نے اکثر اصحاب کے وظائف مقرر کردئے تھے۔ لیکن خود وظیفہ اپنے نام جاری نہیں کروایا۔ کیونکہ اس مال کو آپ مشتبہ سمجھتے تھے۔

شیخ رحمت اللہ کے والد قاضی عبداللہ ولایت سندھ سے حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی غرض سے مدینہ طیبہ گئے۔ وہاں کچھ عرصہ تک رہے اور پھر اپنے صاحبزادوں اور اہل وعیال کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ وہاں سے نکلے چند دن احمد آباد میں مقیم رہے اور شیخ علی متقی کے ہم صحبت رہے اور اس کے چند عرصہ بعد عالم فانی سے رحلت کر گئے۔ شیخ عبداللہ مذکور، قاضی عبداللہ کے دوست اور مصاحب تھے اور ان کی نشوونما مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔ سالہا سال تک آپ وہاں درس و تدریس اور عبادات و مجاہدات میں مصروف رہے اس کے بعد سنہ ۹۷۰ھ میں اس ملک میں تشریف لائے۔ واپسی کے چند روز تک احمد آباد میں مقیم رہے جو آپ کا وطن اصل تھا اور بالآخر ان دونوں بزرگوں کا چند سال کے تفاوت سے انتقال ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

ذکر شریف

قدوۂ کونین، زبدۂ دارین، ہادیٔ وقت شیخ حسین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

صاحب اخبار الاخیار سے مروی ہے کہ آپ حضرت شیخ عبدالوہاب کے دوستوں سے تھے آپ نے راہ سلوک میں نہایت تیز رفتاری سے ترقی کی آپ کے عجیب و غریب حالات منقول ہیں جو آپ کی بلند ہمتی کی دلیل ہیں۔ آپ اتنے سخی تھے کہ جب کوئی چیز خریدتے تو بغیر کسی حساب کے جو کچھ ہاتھ میں رہتا بیچنے والے کو عطا فرما دیتے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کا دریائے نربدا سے گذر ہوا اس دریا کے کنارے شیر کی گوی تھی جس کی وجہ سے یہ راستہ ہر خاص و عام کے لئے بند تھا۔ آپ نے چاقو ہاتھ میں لیا غار میں گئے، شیر کو ختم کر دیا اور اس راستہ کو لوگوں کے لئے کھول دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبدالوہاب، میاں غیاث کی ملاقات کے لئے جا رہے تھے شیخ حسین بھی ان کے ہمراہ تھے میاں غیاث پانی اور اس کے برتن کے پاک و صاف رکھنے میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ شیخ حسین نے صراحی سے کٹورے میں پانی انڈیلا اور کٹورے کو زمین پر رکھ دیا جس سے میاں غیاث غضب میں آ گئے اور فرمایا کہ تم اس کٹورے کو خراب کر رہے ہو شیخ نے کہا اگر خراب ہو گیا ہے تو اس کو توڑ دینا مناسب ہے میاں غیاث نے تبسم فرمایا اور شیخ حسین کو بغلگیر کیا اور کچھ نہ کہا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص کے ذہن میں خیال گذرا کہ شیخ کا اس طرح پیالہ کو توڑ دینا اسراف ہے اور جائز نہیں۔ یکایک آپ نے فرمایا کہ حضرت امام مالک کے مذہب میں ہے کہ اس برتن کو توڑ دینا چاہیے جس کی طہارت و پاکی مشتبہ ہو جائے الغرض آپ کے بہت کمالات ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

قدوۂ اہل تمیز، رستہ از ہمہ چیز، پیر زماں شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

آپ کے والد کا نام شیخ ظاہر ہے اور آپ میاں قاضی خاں کے مرید و خلیفہ تھے جو ظفر آباد کے رہنے

زادے تھے۔ شیخ عبدالعزیز کا تعلق متاخرین مشائخین چشتیہ سے ہے آپ بہت بڑے بزرگ اور عالم تھے۔ علوم شریعت، علوم طریقت اور علوم حقیقت میں آپ نے نہایت کمال حاصل کیا تھا صغر سنی سے مسند مشیخت پر مسند آرا ہونے تک آپ نے جو اوراد و وظائف خود پر لازم فرمائے تھے تا دم حیات ان پر عمل پیرا رہے۔

صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ آپ ابتدائے مشیخت میں وعظ اور آداب میں یگانۂ عصر تھے آپ کا تواضع، حلم، صبر سلیم، شفقت بخلق اور رعایت فقراء میں کوئی نظیر نہ تھا۔ اپنے زمانہ میں آپ مشائخین چشتیہ کی یادگار تھے۔ دہلی میں آپ نے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری فرمایا تھا آپ اہل سماع سے تھے کہتے ہیں کہ انتقال کے وقت بھی آپ پر ذوق کی حالت طاری تھی آپ کی روح جب جسد عنصری سے پرواز کی تو آپ کی زبان مبارک پر آیت فسبحان الذی بیدہ الملکوت کل شیءٍ والیہ ترجعون جاری تھا۔

صاحب اخبار الاخیار یہ بھی نقل فرماتے ہیں کہ آپ کے والد فرماتے تھے کہ ایام جوانی میں جب کبھی آپ پر میری نظر پڑتی تو آپ کی صورت سے وہ ذوق و شوق جھلکتا نظر آتا تھا کہ اس کے مشاہدہ سے خود مجھ پر بھی ایک عجیب حالت طاری ہو جاتی تھی۔ آپ کا مقام ولایت جونپور ہے۔ ۸۹۸ھ میں جبکہ آپ کی عمر ۱½ سال تھی آپ اپنے والد کے ہمراہ دہلی منتقل ہوئے اور وہیں اپنے ۶/ جمادی الثانی ۹۷۵ھ کو وفات پائی آپکا مرقد آپکی خانقاہ کے صحن میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

مظہر اسم ذاتی، مظہر اسماء صفاتی، محقق وقت شیخ امان پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام عبدالملک تھا اور آپ لوگوں میں امان اللہ غالب کے لقب سے مشہور تھے۔

صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ آپ علماء صوفیہ موحدہ سے تھے آپ شیخ الاکبر محی الدین ابن علی العربی کے تابعین سے تھے۔ اور اس گروہ میں اپنے علم کے باعث منفرد و ممتاز تھے۔ مسئلہ توحیدیہ

آپ کی تقریر اس شان کی ہوتی تھی کہ اس کا جواب ناممکن ہے علم تصوف اور توحید پر آپ نے کئی رسائل اور کتابیں تحریر فرمائی ہیں جس میں آپ نے نہایت تحقیق سے اسرار سے پردہ اٹھایا ہے آپ کا ایک رسالہ "آیات الاحادیث" کے نام سے موسوم ہے جس میں آپ نے اطلاق حق کے بیان میں اپنے قلم کے جوہر دکھائے ہیں آپ نے حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی کی تصنیف 'لوایح' کی شرح بھی رقم فرمائی تھی الغرض آپ بہت بلند مرتبہ کے حامل تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے میرے نزدیک سرمایۂ درویشی دو چیزیں ہیں۔ پہلی تہذیب و اخلاق اور دوسری حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے محبت۔ کہتے ہیں کہ کبھی آپ کے درس و تدریس کے وقت سادات کے بچے کھیلتے کھیلتے گلی سے گذرتے تو آپ کتاب کو ہاتھ میں لئے کھڑے ہو جاتے اور آپ کو کھڑا دیکھ کر تمام مجلس کھڑی ہو جاتی۔ آپ کی مجلس میں کبھی دنیا، مال دنیا اور اہل دنیا کی بات نہ ہوتی تھی۔ آپ کا وقت ذکر حق اور علوم کی تتبع میں گذرتا تھا آپ ہمیشہ کتابوں میں مستغرق رہتے تھے اور ان کے مطالعہ اور تدریس میں اپنا وقت بسر کرتے۔ اکثر فرماتے کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی چیز سے لگاؤ رہتا ہے مجھے کتابوں سے لگاؤ ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر کوئی طالب حق آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتا تو آپ فرماتے کہ کچھ پڑھو کہ درس و تدریس ہمارا طریقہ ہے۔ آپ ہجوم خلائق سے دور رہتے طالبوں کو صورت پرستی سے منع فرماتے کہ جو اس میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ کسی کام کا نہیں رہتا آپ زمین پر بہت کم لیٹا کرتے تھے کھانا بھی مختصر تناول فرماتے اور فقراء کے ساتھ طریقۂ تسلیم سلوک پسند فرماتے۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک دیوانہ آپ کے روبرو آیا اور کہنے لگا اے امان الٰہی الٰہی آسمان سے گائیں اتریں اور مغلوں نے انہیں گاؤں سے باہر نکال دیا اٹھو میرے ساتھ آؤ اور ان گائیوں کو ان سے چھڑا کر میرے حوالے کرو۔ حضار مجلس اسکا مذاق اڑانے لگے آپ نے ان لوگوں کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ اور اس درویش کی آپ نے کھانے اور پینے سے مدارت کی درویش کھانا کھانے کے بعد سو گیا نیند سے اٹھا تو اسکی پہلی سی حالت نہ رہی اور وہ باہر چلا گیا اس وقت آپ نے اپنے دوستوں سے فرمایا کہ مجذوبوں کو امور غیبیہ کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ جو کچھ انہیں نظر آتا ہے اس کا اظہار کر دیتے ہیں جو مطلق باعث تعجب نہیں۔

کہتے ہیں کہ آپ سے اکثر نماز فرض فوت ہو جاتی تھی اسلئے کہ آپ ذکر و اذکار میں مسلسل مصروف رہتے تھے جو کچھ آپ کے حال صدق سے ظاہر ہوا اس کو بہتر طریقہ پر تاویل کرنی چاہیئے۔ آپ شب بیدار

رہتے پر تھوڑی دیر سے اٹھتے وضو فرماتے اور حالت وجد میں نعرہ لگاتے ۔

صاحب اخبار الاخیار یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ شیخ امان پانی پتی شیخ محمد حسن کے مرید تھے۔ مشرب قلندریہ میں دو واسطوں سے آپ حضرت سید نعمت اللہ ولی کے مرید تھے اسی طرح آپ کو کئی سلاسل سے ربط تھا لیکن ان تمام سلاسل میں آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ سے بے انتہا تعلق اور عقیدت تھی ۔

وہ یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ آپ اکثر اپنے دوستوں سے ملاقات کے لئے دہلی تشریف لایا کرتے تھے آخری دفعہ جب آپ دہلی آئے تو رخصتی کے وقت اپنے دوستوں کی جانب دیکھا اور فرمایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ اس دفعہ میرے دو سفر ہونگے ۔ شیخ ذکری اجودھنی جو آپ کے خاص اصحاب سے تھے اور زبدہ احباب تھے التماس کیا کہ آپ کے ساتھی بھی آپ کے ہمراہ رکاب رہیں گے آپ نے فرمایا کہ سفر ظاہری دوستوں کے ہمراہ ہوگا اور دوسرے سفر کے وقت میں ان کو خدا کے سپرد کر دوں گا۔

اسکے بعد جب گھر پہونچے تو تمام اشیاء اور تمام لوگوں کو الوداع کہہ دیا کتاب کھولی دیکھا اور فرمایا کہ ہم تم سے بہت محظوظ ہوئے اور نصیحت حاصل کی اس طرح آپ نے حجروں در و دیوار کو بھی الوداع کہا اور فرمایا کہ ہم نے تم سے بہت استفادہ کیا اسی اثناء میں آپ کو بخار آگیا آپ نے فرمایا کہ پانی گرم کرو اور نئے گھڑے لاؤ تا کہ میں آج اپنی ساری عمر کے وسوسوں کو دور کروں۔ گیارہ ربیع الثانی کو حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا عرس تھا اور کھانا پکوا کر فقراء میں تقسیم کروا دیا بارھویں تاریخ کو آپ پر حالت سکرات کا غلبہ ہوا اس حالت میں آپ نے فرمایا کہ مشائخین طریقت کھڑے ہیں اور تقوی توحید طلب کر رہے ہیں اور کلمات توحید آپ کی زبان سے جاری ہو گئے اسی حالت میں آپکی رحلت ہو گئی آپکی وفات ۱۲؍ ربیع الثانی ۹۵۷ھ کو واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

صاحب اخبار الاخیار کہتے ہیں کہ آپ کے شاگرد اور مرید بکثرت تھے انکے منجملہ میرے والد شیخ سیف الدین دہلوی حضرت امان پانی پتی کے نہایت معتقد تھے اور ان سے کمال محبت رکھتے تھے بہت کم ایسا ہوا کہ میرے والد نے ان کا ذکر نہ کیا ہو میرے والد فرماتے تھے کہ مجھے سات سال کی عمر سے اہل اللہ کی صحبت کا شوق تھا اور اس سلسلہ میں میں کئی بزرگوں کی خدمت سے مستفید ہوا لیکن جو بات میں نے حضرت امان کی خدمت میں پائی وہ کسی اور میں پائی نہ گئی۔ میرا حضرت سے دلی ربط پیدا ہو گیا تھا جو کسی اور سے نہ ہوا۔ اور حضرت کی صحبت سے جو سکون قلبی میسر آیا اور کہیں حاصل نہ ہوا آپ کی مجھ پر نہایت عنایت و مہربانی تھی جسکے باعث آپ نے مجھے خرقہ خلافت بھی عطا فرمایا اور شغل باطنی کی بھی

تلقین فرمائی اور ضروری کتب سلوک کی بھی تعلیم دی۔

صاحب اخبار الاخیار یہ بھی فرماتے ہیں کہ میرے والد کو اوائل حال میں سلسلہ سہروردیہ کے ایک بزرگ سے بیعت تھی لیکن بعد میں ان کو حضرت امان پانی پتی سے ربط پیدا ہو گیا اور بمصداق المرء مع من احب" سے خاص محبت پیدا ہو گئی۔ میرے والد فرماتے تھے کہ جب میں پہلی دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے میرے حالات اور میرے خیالات دریافت فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ میں اس لئے پوچھ رہا ہوں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ کونسا مشرب تمہارے لئے موزوں و مناسب رہیگا۔ میں نے عرض کیا کہ بعض اوقات اس غلام کو ایسا خیال ہوتا ہے گویا عرش سے فرش تک تمام عالم میرا احاطہ کئے ہوئے ہے اور میں ان سب پر محیط ہوں آپ نے فرمایا کہ تم میں تخم توحید ودیعت کیا گیا ہے۔ انکے بعد آپ نے میری تربیت و تلقین فرمائی۔

ایک رات آپ نے مجھے اپنی خلوت خاص میں طلب فرمایا اور کہا کہ ایک ایسا راستہ ہے کہ دو قدم سے خدا تک رسائی ہو سکتی ہے اور دوسرا راستہ ایسا ہے کہ صرف ایک قدم سے خدا تک پہونچنا ممکن ہے ایک راستہ وجود کا ہے والعدم لیس بشیء سوی اللہ یعنی عدم کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کے سوا ہر چیز کا وجود باطل ہے اس راستہ میں ایک ہی قدم سے خدا رسی ممکن ہے یہ راستہ اصطلاحاً "مسجود القلب" کہلاتا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، آگ سے گذر جانا یہ سب ممکن ہے لیکن اس سے لاموجود الا اللہ کا مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔

یہ بھی فرماتے تھے کہ رسالہ اثبات التوحید الاحد سے چند کلمات توحید تمہیں سناتا ہوں اس رسالہ کی ابتداء ہی میں یہ درج ہے کہ عرفا محققین اور قائلان وحدت الوجود کا قول ہے کہ ہم کو وجدان صحیح اور کشف صریح سے معلوم و مکشوف ہوا کہ حق تعالیٰ کی ذات واجب الوجود اور عین حقیقت ہے بعض صوفیا نے موجودات ظاہر اور مشہودات کو دوسری طرح سمجھا ہے ان کے دل میں یہ خیال گذرا کہ وجود کی دو قسمیں ہیں۔ اپنے اس رسالہ میں ان کے اقوال اور ان کے متعلق میری رائے ظاہر کر دی ہے تاکہ حق و باطل میں تمیز ہو سکے اور کامل و ناقص کی شناخت ہو جائے۔

قدوۃ العلماء مولانا جلال الدین دوانی اپنی رباعیات کی شرح میں یوں فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے محققین سے سنا ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات عین وجود ہے۔ انہوں نے اس قول کو اس پر محمول کیا کہ حق تعالیٰ

کی ذات ماہیت مشترک کے طور پر تمام موجودات میں شامل ہے اور بعض اصحاب علوم عقلیہ سے سنا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کلیتاً کسی شئ میں موجود نہیں ہے بلکہ افراد کے ذہنوں میں اسکا وجود ہے اور حق تعالیٰ کی صفات جیسے علم صفت افراد میں ممکن ہے اسی طرح قدرت اور دوسری تمام صفات اور اس کا کلام افراد میں عیاں ہو سکتے ہیں۔ اس طرح کی باتیں لغو اور مہمل ہیں۔

اسکے بعد فرماتے ہیں کہ اس فقیر کو اس طائفہ کے ایک بزرگ سے ملنے کا اتفاق ہوا تھا اثنائے گفتگو میں انہوں نے کہا کہ میں وجود حق تعالیٰ اور اسکی صفات کو وجود ممکنات اور صفات بشری میں موجود ہونے کا قائل ہوں۔ میں نے کہا اس قول سے یہ لازم آتا ہے کہ بعض ممکنات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں مثلاً ریگستان کے ذرہ اور بارش کے قطروں کی تعداد علم بشری سے خارج ہیں کوئی شخص اس تعداد کے علم ہونے کا مدعی ہو سکتا ہے اور نہ سب افراد مل کر یہ دعویٰ کر سکتے ہیں۔ لہذا یہ نتیجہ نکلا کہ علم الٰہی علم بشری سے ماوریٰ ہے جو اذہان خلق میں بھی نہیں آسکتا۔ اسکے برعکس جو معلومات بشری ہیں وہ علم الٰہی میں موجود ہیں اس قسم کی باتیں ایک مادہ پرست ہی کر سکتا ہے کہ ہر چیز بغیر خدائے تعالیٰ کے تخلیق کرنے کے خود بخود پیدا ہو سکتی ہے۔ حالانکہ تمام موجودات کا ظہور اور وجود خدا ہی سے ہے انہوں نے صفات الٰہی کو صفات بشری میں امر مشترک قرار دیا اور اس سے جو نتائج جہالت برآمد ہوتے ہیں اس کا خیال نہ رکھا۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات یکتا تھی اور کوئی چیز اس وقت موجود نہ تھی لیکن جب خدائے تعالیٰ نے تجلی فرمائی تو خود کو صورت اظہار میں ظاہر کیا اور وہ آیۂ وجود مستقل جو ظہور تجلی سے قبل موجود تھا نہ رہا اور تمام موجودات میں جاری و ساری ہو گیا اور انکی صورتوں میں پوشیدہ ہے جیسے کہ خدائے تعالیٰ کا وجود وجود خلائق سے ہٹ کر موجود ہے خدائے تعالیٰ کی یہ نسبت ہے کہ تمام موجودات میں اسکے وجود کا مشاہدہ ہوتا ہے اگرچہ کہ یہ گروہ تمام موجودات سے خدا کے وجود کو مقدم سمجھتے ہیں اور خدا کے وجود کو ممکنات کے ظہور سے قبل مستقل بالذات جانتے ہیں لیکن یہ پہلے گروہ کے برعکس ظہور تجلی کے بعد موجودات میں مستقلاً جاری و ساری مانتے ہیں۔ اسطرح اس طرح دیکھا جائے تو بھی دونوں گروہ کے عقائد باطل ہیں اس کلام کے صریح البطلان کے ابطال کے بعد فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ تعالیٰ متعین نہیں ہے کیونکہ جو شئے بھی موجود ہے وہ بے اعتبار و بے تعین نہیں اسلئے کہ موجود کے لئے تمیز و امتیاز ضروری ہے اور یہ بلا تعین کے ناممکن ہے۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی موجود بغیر تعین نہیں ہو سکتا خواہ اس کا تعلق تعینات مطلق ہی سے کیوں نہ ہو۔ بایں معنی کہ اس کا تعین تمام تعینات عالم کے مابین مانع شرکت نہیں۔ چنانچہ حقیقت مطلقہ جو بنیاد خلائق عالم ہے اگرچہ کہ بذات خود متعین ہے پوشیدہ نہیں ہر چند کہ حقیقت مطلقہ تمام تعینات میں ممتاز ہے لیکن افراد عالم میں مانع شرکت نہیں۔ اخص خواص تعینات مطلقہ یہ ہے کہ وہ تعین زید و عمر کی طرح مانع شرکت ہوتا ہے جس طرح زید و عمر کے تعین سے دوسرے اشخاص کی شرکت کی نفی ہو جاتی ہے ہر موجود جسکی دوسرے موجودات میں شرکت ممکن نہیں بلکہ وہ بنفس خود وحدت حقیقی کا حامل ہو تو اس کا تعین عین حقیقت ہے اس طرح کے اور بھی کئی کلمات عالیہ اس کتاب میں مرقوم ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

محرم راز خفی کاشف اسرار جلی قبالہ وقت شیخ حسام الدین متقی

اخبار الاخیار میں مرقوم ہے کہ آپ عالم، زاہد اور متقی تھے تقویٰ کا یہ حال تھا کہ دو لقمہ بھی بعد احتیاط تناول فرماتے تھے۔ خراج کی زمین پر زراعت کرتے اور اس کا خراج ادا کرتے تھے اواخر حال میں یہ کیفیت ہوئی کہ تقویٰ اپنی انتہا کو پہونچ گیا اور خراج کی زمین کی آمدنی کو بھی اپنے خورد و نوش کیلئے استعمال میں لانے سے احتراز کرنے لگے اور اس حالت میں آپ کی رحلت ہو گئی۔ شیخ علی متقی فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ حسام الدین نے فرمایا کہ آج میرا دل مکدر ہے نہ جانے اس کی کیا وجہ ہے آپ کی یہ عادت تھی کہ جب کبھی ایسی کدورت کے طاری ہونے کا احساس ہوتا تو غذا کے بارے میں تفتیش کرتے لگتے اس روز بھی آپ نے اپنے خادم سے جس کے ذمہ پکوان کا انتظام تھا دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ چولھا جلانے کے لئے ہمسایہ کی بغیر اجازت اس کے گھر سے خس و خاشاک لے کر استعمال کیا تھا۔ یہ سن کر آپ ہمسایہ کے پاس گئے اور اپنی معذرت چاہی اور اس کو کچھ عطا فرما دیا تاکہ وہ خوش ہو جائے کہتے ہیں کہ ایک روز شیخ حسام الدین کی مجلس سے ایک شخص اٹھا اور نادانستہ آپ کے جوتے پہن کر

چلا گیا۔ جب اس کو پتہ چلا کہ وہ آپ کے جوتے ہیں تو واپس لایا آپ نے جوتے واپس نہ لئے اور فرمایا کہ میں نے اپنی ہر چیز کو اپنی ملکیت سے خارج کر دیا ہے اس میں جو شخص چاہے تصرف کر سکتا ہے۔

کہتے ہیں کہ آپ حضرت شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی کے مقبرہ کی دیوار کے سایہ میں ٹھہرنا بھی مناسب نہ سمجھتے تھے اسلئے کہ وہ دیوار بیت المال کی رقم سے تعمیر ہوئی تھی۔ آپ کے ایک صاحبزادہ تھے اور وہ بھی صفت تقویٰ سے موصوف تھے۔ ایک شخص نے آپ کے صاحبزادہ کو ایک روپیہ نذر کیا۔ آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ روپیہ ہے اس شخص سے پوچھا کہ یہ کیا ہے اور اس کا کیا مصرف ہے۔ تب کہیں آپکو پتہ چلا کہ یہ نقد رقم ہے جس سے لوگ اپنی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

واقف سر خفی کاشف رمز جلی مقتدائے وقت شیخ علی متقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام حسام الدین بن عبد الملک بن قاضی خاں قادری الشاذلی المدنی الجیتی تھا آپ اکابرین اولیائے امت اور اتقیائے ملت نبوی سے تھے۔ آپ کے آباء و اجداد کا تعلق شہر جونپور سے تھا۔ آپ کی ولادت برہان پور میں ہوئی۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ کی عمر سات یا آٹھ سال کی تھی تو آپ کے والد نے آپ کو شیخ بہاء الدین باجن چشتی کی خدمت میں لیجا کر جو برہان پور میں قیام پذیر تھے مرید کروا دیا اس کے چند روز بعد آپ کے والد کا انتقال ہو گیا آپ اپنے والد کی وفات کے بعد باقتضائے بشریت لذات دنیوی میں کچھ عرصہ تک مبتلا رہے بادشاہوں کی صحبت سے مال و دولت حاصل کی اسی اثناء میں آپ پر جاذبہ الٰہی طاری ہوا اور مال دنیا کی حقارت اور اہل دنیا کی حقیقت آپ پر منکشف ہوئی اور آپ شیخ عبد الحلیم بن شاہ بہاء الدین باجن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خرقہ خلافت چشتیہ زیب تن فرمایا اور عازم ملتان ہوئے۔ ملتان میں آپ شیخ حسام الدین متقی کی صحبت میں رہے۔ اور انکی صحبت فیض اثر میں رہ کر سیر سلوک اور زہد و تقویٰ کے منازل طے کئے۔ اس کے بعد حرمین شریفین کی زیارت

کے لئے روانہ ہوئے وہاں شیخ ابوالحسن بکری کے ہم صحبت رہے جو اولیائے زمانہ سے تھے۔ اور اس نواح میں جو علماء فضلاء اور مشائخین تھے ان سے بھی استفادہ کیا۔

وہاں ایک بزرگ تھے جن کا اسم گرامی الشیخ محمد ابن محمد النجاری تھا کہتے ہیں کہ آپ نے ان سے خرقہ خلافت قادریہ عالیہ کے علاوہ سلسلہ شاذلیہ میں جو قطب الوقت شیخ نورالدین ابوالحسن شاذلی تک پہونچتا ہے اور سلسلہ قدسیہ میں جو شیخ ابومدین بن شعیب المغربی تک منتہی ہوتا ہے۔ خلافت حاصل فرمائی اسکے بعد مکہ معظمہ ہی میں سکونت پذیر ہو گئے اور اپنے انوار طاعات و مجاہدات اور علوم دینی سے مستفید فرمایا۔ علم حدیث اور علم تصوف کی کتابوں رسائل اور تالیفات کے مطالعہ میں مشغول رہے آپ نے ایسی عجیب و غریب کتابیں تالیف فرمائی ہیں کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔

آپ کی عربی اور فارسی کی تالیفات ایک سو سے کچھ زیادہ ہیں۔ کہتے ہیں کہ آپ نے فہم حقائق و معانی میں وہ دستگاہ حاصل کی تھی کہ علمائے معاصرین حیران و ششدر رہ جاتے تھے۔ شیخ ابن حجر جو مکہ معظمہ کے اعظم فقہا اور اعلم علماء سے تھے ابتدائے حال میں آپ کے استاد تھے لیکن خود کو حضرت شیخ علی متقی کے شاگرد بتاتے تھے اور آخر کار شیخ ابن حجر آپ کے مرید اور خلیفہ ہو گئے۔

علیٰ ہذا القیاس تمام اکابرین زمانہ اور مشائخین وقت آپ کے کمال فضل و بلاغت کے معترف اور آپ کی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے ان اکابرین و مشائخین نے آپ کے جو ریاضات، مجاہدات، خوارق عادات اور کرامات نقل کئے ہیں آپ کی بزرگی کی دلیلیں ہیں۔ آپ کا کمال باطنی حد تحریر سے باہر ہے۔

چنانچہ بروز رحلت حسب ذیل وصیت تحریر فرمائی تھی کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین۔ ھذا ما اوصی بہ الفقیر الی اللہ علی بن حسام الدین متقی فی یوم خروجہ من الدنیا و دخولہ فی الاخرۃ الخ

یعنی جو کیفیت مندرجہ صدر آپ پر گذری آپ نے اسے تحریر کر کے اپنے خلفا کے حوالہ کیا اور ۲ر ربیع الاول ۹۷۵ھ کو (۹۰) سال کی عمر میں اس عالم فانی سے کوچ کر گئے آپ کی تاریخ وفات "شیخ مکہ" سے برآمد ہوتی ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف باللہ کاشف اسرار اللہ پیر وقت شیخ عزیز اللہ متوکل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شیخ بہاء الدین باجن کے پیر طریقت تھے جو شیخ علی متقی کے مرشد فقر و توکل میں بے نظیر وقت تھے۔ جب دن ڈھل جاتا تو گھر میں جو کچھ بچا رہتا اس میں سے اپنی ضرورت کے مطابق رکھ کر باقی اپنے ہمسایوں میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ یہانتک کہ پانی بھی اپنے لئے صرف اتنا رکھ چھوڑتے کہ نماز تہجد کے وضو کے لئے کافی ہو۔ دولت مندوں کو اپنی مجلس میں آنے نہ دیتے تھے ایک دن ایک دولتمند نے آپ کے صاحبزادے کے توسط سے آپ سے ملنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر فقراء کے جوتوں کے قریب بیٹھنا گوارا ہو تو ملاقات ممکن ہے نماز مغرب کے وقت وہ شخص حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ تمام گھر میں اندھیرا ہے اور اتنا تیل بھی نہیں ہے کہ جس سے چراغ روشن کیا جا سکے۔ حضرت شیخ کے صاحبزادے سے کہا کہ میں چراغ کے لئے تیل روزانہ خدمت کروں گا اور اگر اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ بھی مہیا کر سکتا ہوں۔ دوسرے دن جب شیخ نے دیکھا کہ گھر میں کئی چراغ روشن ہیں تو پوچھا کہ یہ چراغ کسطرح روشن ہوئے حقیقت حال بیان کی گئی آپ نے اظہار ناپسندیدگی کیا اور اس دولت مند کو تاکید کی کہ بار دیگر تیل روانہ نہ کرے جو تیل روانہ کیا گیا تھا اسکو اپنے فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا۔ آپ کا مسکن برہان پور میں واقع تھا آپ کی اولاد احمد آباد میں بھی متوطن تھی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

رکن دین را آیتے، علم الیقین را کرامتے، شیخ نظام الدین انبتے رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ معروف جونپوری کے مرید تھے جو مولانا الہداد شارح کافیہ و ہدایہ کے مرید تھے۔ آپ

سالک مجذوب تھے او حال صحیح کے حامل تھے۔ سکر و تلوین کا آپ پر غلبہ رہتا تھا۔ ابتداء سلوک میں آپ نے بڑی ریاضتیں کی تھیں۔ اشراق باطن اور کشف خواطر میں حد درجہ کمال حاصل تھا۔ آپ سماع سے احتراز فرماتے تھے اپنے مریدوں کو بھی سماع اور نمود و نمائش سے منع فرماتے تھے اور یہ فرماتے کہ اگر کوئی دنیا سے اپنی آنکھ بند نہ کرے اور ریاضت شاقہ نہ کرے تو وہ صحرا کی چڑیا کے مانند ہے اور اگر وہ ریاضت کرے تو اسکی حیثیت عقاب کے مانند ہے۔

سماع کے بارے میں فرماتے کہ اگر کسی مسئلہ میں اختلاف نظر آئے تو تحقیق کے بعد اسکی تقلید کرنی چاہیئے۔ آپ کے اکثر شیوخ آداب طریقت اور فضائل اعمال سے آراستہ تھے اور اپنے ہمدموں سے اسرار توحید و حقائق باطنی بیان کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ صبح صادق کے ساتھ ہی گھر سے برآمد ہوتے اور مسجد میں نماز ادا فرماتے حسب عادت ایک روز گھر سے برآمد ہوئے اور فرمایا کہ میں آج نہیں نماز پڑھوں گا شاید مسجد میں جہاں مصلا بچھا ہوا ہے موذیات ہوں۔ جب دیکھا گیا تو واقعی ایک سانپ مصلے کے ایک کنارے میں لپٹا ہوا ملا آپکی وفات ۹۸۱ھ میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

شاہ مہتری، ماہ انوری شیخ جلال تھانیسری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شیخ عبدالقدوس کے مرید اور خلیفہ تھے اپنے زمانے کے مشہور مشائخین سے تھے۔ عالم، عامل اور شیخ کامل تھے۔ تمام عمر آپ نے طاعت، درس، وعظ، ذکر، سماع، ذوق اور حالت میں بسر کی۔ طویل العمر تھے آداب و نوافل اور اوراد و اوقات تادم آخر پابند رہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کا ایک لڑکا فوت ہو گیا تھا۔ آپ نے اُس درد و غم کو خاطر میں نہ لایا تاکہ یہ درد ذرہ محبت الٰہی میں حائل اور شریک نہ ہو۔ آپ کے پیر شیخ عبدالقدوس کے اکثر مکتوبات آپ ہی کے نام ہیں۔ آپ نے بھی اپنے پیر و مرشد کے مکتوبات کی طرز پر مکتوبات تحریر فرمائے ہیں آپ کی وفات ۹۸۹ھ میں بتاریخ ۱۴ر ذی الحجہ واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

ذی اشراق، بدر آفاق، شیخ اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ ملتان سے دہلی آئے تھے بہت سیر و سیاحت فرمائی تھی۔ ریاضت شاقہ کر چکے تھے۔ آپ اکثر اوقات خاموش رہتے بہت کم سخن تھے۔

صاحب اخبار الاخیار رقمطراز ہیں کہ یہ ناچیز ان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا آپ نے مجھ فقیر سے نہایت مہربانی اور شفقت سے گفتگو فرمائی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ فرماتے تھے کہ مجھے اولاد کی تمنا تھی۔ حق تعالیٰ نے آپ کو پیرانہ سالی میں ایک فرزند عطا کیا اس کی ولادت کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن خادمہ سے فرمایا کہ جو چیز گھر میں ہے لے آؤ تاکہ میں اسکو گھر سے نکالدوں۔ خادمہ نے عرض کیا کہ آپ کے گھر میں کیا چیز تھی جو اب رہے گی۔ فرمایا کہ تھوڑی بہت جو چیز بھی ملے لے آ۔ تلاش کرنے پر گھر میں صرف دو سیر غلہ اور کچھ پرانے کپڑے ملے۔ آپ نے یہ سب فقراء میں تقسیم فرما دیا اس کے بعد فرمایا کہ مجھے سماع کی رغبت ہو رہی ہے کسی مطرب کو بلاؤ۔ کہا گیا کہ آپ کے پاس کیا ہے جو آپ مطرب کو دیں گے فرمایا کہ میں اپنا عمامہ اور چادر جو میں اوڑھا ہوا ہوں اسکو دے دوں گا اسی اثناء میں آپ اپنے ایک دوست کے گھر گئے جو آپ کا ہمسایہ تھا اور وہاں محفل سرور گرم ہوئی آپ پر حالت گریہ طاری ہوئی اور جب بے اختیار ہو گئے تو اپنے گھر واپس آ گئے اور قیلولہ کیا تھوڑی دیر کے بعد بیدار ہوئے اور فرمایا کہ آج جمعہ کا دن ہے میں نے اب تک غسل نہیں کیا ہے اسکے بعد آپ نے غسل فرمایا اور اپنے ساتھیوں کو الوداع کہہ کر سو گئے اور اسی حالت میں جان جان آفریں کے سپرد کی۔ آپکا سن وفات سنہ ۹۸۹ھ ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

ذی قدرت وہاہو، معنیٔ عشق رابانو، شیخ عبدالغفور مانو رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

صاحب اخبار الاخیار رقمطراز ہیں کہ آپ علم تکسیر کے ماہر اور باکمال تھے آپ نے بہت سیر و سیاحت کی اور ہندوستان اور خراسان کا بھی سفر کیا تھا آپ اپنے جد مادری شیخ شمس الدین کے مرید تھے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جن آپکو اٹھا کر اپنے ملک لے گئے چنانچہ آپ ایک عرصہ دراز تک اجنہ کے ساتھ رہے گھر کے لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ آپ سیر و سیاحت کے لئے نکلے ہیں۔ کہتے ہیں اجنہ کے ملک کی آب و ہوا اور وہاں کے اوضاع و اطوار کا آپ پر ایسا اثر ہوا کہ آپ کی ہیئت بدل گئی اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ اس عالم کے رہنے والے نہیں ہیں آپ طویل العمر تھے اور ۹۸۹ھ میں وفات پائی۔

صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ آپ کو شیخ عبدالغفور مانو اسلئے کہتے ہیں کہ آپ کی محبوبہ کا نام مانو تھا واللہ عالم بالصواب مانو جنس آتش سے تھی اور اجنہ سے اسقدر ربط تھا کہ اگر کوئی اسکا نام کسی ٹھیکری پر لکھ کر آگ میں ڈالدیتا تو وہ بھی اس کے پیچھے آگ میں چلی جاتی اسی طرح بارہا اسکا مشاہدہ ہوا کہ اگر اس کا نام لکھ کر ٹھیکری کنوئیں میں ڈالدی جاتی تو وہ بھی کنوئیں میں کود پڑتی اور ٹھیکری لے کر کنوئیں سے باہر آتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عماد دین، رکن یقین، شیخ وقت مولانا سماء الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ علوم شریعت و طریقت کے جامع اور زاہد اور متقی تھے

دنیا سے آپ نے بقدر مایحتاج کچھ اسباب معیشت حاصل نہ کیا آپ حضرت شیخ اکبر کے مرید تھے۔
حضرت مخدوم جہانیاں کے پوتے تھے کہتے ہیں کہ مولانا سماء الدین میر سید شریف جرجان کے شاگرد تھے بعض حالات کے تحت آپ ملتان دہلی تشریف لائے اور یہیں سکونت اختیار کر لی۔ کبر سنی میں بینائی جاتی رہی لیکن حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے خود بخود بصارت عود کر آئی۔

کہتے ہیں کہ آپ کبھی اپنے گھر کے دروازے پہ کھڑے ہو کر فرماتے کہ خلق خدا سے شفقت و مہربانی کے باعث تمام خلائق سماء الدین کی نظر میں برابر ہیں آپ نے شیخ فخر الدین عراقی کی "لمعات" پر حاشیہ تحریر کیا تھا جس سے لمعات کی تشریح میں مدد ملتی ہے۔ آپ کا ایک اور رسالہ بھی جو "مفتاح الاسرار" کے نام سے موسوم ہے آپ کی وفات بتاریخ ۱۷ جمادی الاول ۹۰۱ھ واقع ہوئی۔ آپ کی قبر حوض شمسی کے بالائی جانب واقع ہے۔ جہاں آپ کی اولاد قطار در قطار ابدی نیند میں محو خواب ہے۔

آپ مفتاح الاسرار میں فرماتے ہیں کہ اہل شریعت اور اہل وحدت کو انسان کی ابتداء اور اسکے انجام کے بارے میں اختلاف ہے۔ اہل شریعت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کی روح کو جسد سے کئی ہزار سال پہلے پیدا فرمایا اور ہر ایک کا مقام بھی معین کر دیا پھر وہ اس مقام کو مراجعت کریگا کہ وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ یعنی روح جب مقام ایمان سے جدا ہوتی ہے تو وہ آسمان اول کو جاتی ہے اور جب روح مقام عبادت سے جدا ہوتی ہے تو آسمان دوم کو پہونچ جاتی ہے اور جب وہ مقام زہد سے علٰحدہ ہوتی ہے تو آسمان سیوم کو چلی جاتی ہے اور جب مقام معرفت سے جدا ہوتی ہے تو آسمان چہارم کو لوٹ جاتی ہے اور جب مقام ولایت سے اسکی مفارقت ہوتی ہے تو اس کا ٹھکانہ آسمان پنجم ہوتا ہے اور جب مقام نبوت سے اسکی مفارقت ہوتی ہے تو وہ آسمان ششم کو پہونچ جاتی ہے اور جو روح مقام رسالت سے نکلتی ہے تو اسکی منزل آسمان ہفتم ہوتی ہے اور جو روح مقام اولوالعزمی سے نکلے تو اس کا مقام کرسی ہوتا ہے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روح مبارک جو مقام ضمیت سے نکلی تھی اس کا مقام عرش ہے یعنی اگر کوئی روح اپنے مقام سے نزول کرے تو بھی اسی مقام پر عروج کرتی ہے اور اسی طرح اپنا دائرہ مکمل کرتی ہے۔

وہ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ یہ مراتب خلقی ہیں نہ کہ مراتب کسبی یعنی یہ مراتب پیدائشی ہوتے ہیں اور کسب سے حاصل نہیں ہو سکتے اگر یہ مراتب کسبی ہوتے تو ہر شخص کوشش کرتا کہ اپنے مقام

سے ترقی کرکے دوسرے مقام تک رسائی حاصل کرے اور ایسا ہی مقام نبوت تک رسائی ممکن ہوجاتی اور اس گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ سیر وسلوک کے ذریعہ موت آنے سے پیشتر اپنے مقام کا معائنہ کرلیا جائے اور مرتبہ علم الیقین سے مرتبہ عین الیقین حاصل کیا جائے ۔

آپ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ عروج انبیاء دو طرح ہوتا ہے ایک عروج روح بلاجسم اور دوسرا عروج روح مع الجسد اور اولیاء کا عروج ایک طرح کا ہوتا ہے یعنی روح بلاجسد ۔

آپ یہ بھی رقم کرتے ہیں کہ اہل حکمت کا کہنا ہے کہ اجساد سے قبل ارواح کا کوئی وجود نہ تھا اسی لئے ارواح کا کوئی معینہ مقام نہیں ہے اب ان کو اپنا مقام معلوم کرنا چاہیئے ۔

آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اہل حکمت کا یہ قول درست نہیں کیونکہ اگر بالفعل ایسا ہوتا تو ان دونوں کے مابین کوئی شئے مابہ الامتیاز ہوتی یا نہ ہوتی اگر نہ ہوتی تو تمام ارواح مجملاً ایک ہی روح ہوتے جو اگر امتیاز ہوتا تو ان میں مشارکت ہوتی جس سے روح کا مرکب ہونا لازم آتا ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ روح مرکب نہیں لہٰذا روح اور جسد دونوں بالفعل موجود ہیں جسد سے علحدہ ہونے کے بعد روح باقی رہتی ہے اگر روح کو درجۂ کمال حاصل ہو تو مقام علوی میں ہوتی ہے اور عالم علوی کے جتنے عقول ونفوس ہیں وہ سب طاہر ومطہر ہوتے ہیں اور عالم انوار میں ہوتے ہیں اور جو بھی عالم علوی کے عقول ونفوس سے نسبت رکھتا ہے وہ اس کو اپنی جانب کھینچ لیتے ہیں ۔

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ شفاعت کے معنی یہ ہیں کہ جس کا جس سے ربط ہوگا وہ اسی کی جانب رجوع کرے گا اگر فلک قمر سے مناسبت ہو تو فلک قمر سے اسکو فیض حاصل ہوگا اگر اسی حالت میں اس کی روح جسم سے مفارقت کرے تو وہ فلک قمر کی جانب رجوع کرے گی اور اسی حالت میں مفارقت نہ کرے اور اس کا علم اور طہارت اس درجہ پر پہونچ جائے کہ وہ فلک افلاک سے حصول فیض کرسکتا ہو تو اسکی روح فلک افلاک کی جانب لوٹتی ہے اب جس طرح ہم نے فلک اول و فلک آخر سے حصول نسبت اور حصول فیض کا حال بیان کیا اسی طرح دوسرے افلاک سے نسبت وحصول فیض کا قیاس ہوسکتا ہے ۔

آپ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ ہر شخص کے لئے یہ ممکن نہیں کہ ریاضات مجاہدات اکتساب علوم، اقتباس انوار نفسی کے ذریعہ وہ فلک الافلاک تک رسائی حاصل کرے اگر کوئی شخص ریاضات، مجاہدات، اکتساب علوم اور اقتباس انوار کرے لیکن طہارت باطنی حاصل نہ ہو تو

وہ فلک قمر کے نیچے ہی رہ جاتا ہے جو دوزخ ہے اور عالم علوی تک جو جنت ہے ایسا شخص نہیں پہونچتا ۔

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس کے نفس کو فلک الافلاک سے مناسبت ہو اور اس میں علم اور طہارت بھی موجود ہو تو وہ عالم صغیر سے عالم کبیر کی جانب ترقی کرتا ہے ۔ اور خلیفۃ اللہ ہو جاتا ہے اس مقام میں وہ جو کچھ کہتا ہے کلام حق ہوتا ہے اور اسکی سماعت سماعت حق ہوتی ہے اور اسی حالت میں اسکی روح جسد عنصری سے پرواز کرے تو وہ ابدالاباد منزل قرب خداوندی میں ہوتا ہے یہ بہشت خاص کاملین کو ملتی ہے ۔ لیکن اہل توحید کا کہنا ہے کہ انسان کے عروج کی کوئی حد نہیں ہوتی اگر کسی شخص کی عمر ہزار سال ہو اور وہ یہ ہزار سال ریاضات اور مجاہدات میں صرف کرے تو اس کا ہر فردا امروز سے بہتر ہوتا ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کی کوئی انتہا نہیں اور اہل وحدت کے نزدیک کوئی مقام آدمی سے زیادہ شریف تر نہیں ہر آدمی کی بازگشت محشر میں مقام آدمیت کو ہوتی ہے ۔ الغرض آپ کے کمالات اور کلمات عالی بے انتہا ہیں آپ کا سن وفات اوپر لکھا جا چکا ہے ۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

تارک کونین قبلۂ دارین سید کبیر الدین حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ نے بہت سیاحت کی تھی اور بعد ازاں اوچہ ملتان میں قیام پذیر ہو گئے تھے ۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی عمر (۱۷۰) سال تھی اور آپ سے کئی خوارق عادات ظہور پذیر ہوئے آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ آپ نے کفار کی ایک بڑی تعداد کو دائرہ اسلام میں داخل کیا کہتے ہیں کہ آپکے افہام وتفہیم کے بعد کسی کافر کو اسلام سے روگردانی کی جرأت نہ ہوتی اور وہ بے اختیار مشرف بہ اسلام ہو جاتے تھے ۔ کہتے ہیں کہ یہ کیفیت آپ کی اولاد میں بھی پائی جاتی تھی ۔

آپکی وفات ۸۹۶؁ میں واقع ہوئی اور آپکا مقبرہ اوچہ ملتان میں واقع ہے ۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

قبلۂ معنی و صوری کاشف راز مستوری شیخ اودھن جونپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شیخ بہاء الدین کے فرزند تھے آپکی علو شان ظاہر و باہر تھی آپ کی عمر ۱۰۰ سو سال سے متجاوز ہو چکی تھی لیکن آپ کا ذوق و شوق اس طرح تازہ تھا آپ اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ جب تک آپ کو دو اشخاص سہارا دے کر نہ اٹھاتے آپ اٹھ نہ سکتے حالت سماع میں آپ بحالت وجد اتنی طاقت پیدا ہو جاتی کہ دس آدمی ملکر بھی آپ کو سنبھال نہ سکتے۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ جس وقت شیخ بہاء الدین حضرت شیخ عیسیٰ کی خدمت میں تھے صبح کی نماز کی پہلی تکبیر کے ساتھ ہی آپ شیخ کے ساتھ ہو جاتے آپ کی اولاد بھی اس سعادت سے محروم نہ رہتی ایک روز آپ کے ایک فرزند کا انتقال ہو گیا تھا کوئی اور شخص موجود نہ تھا کہ تجہیز و تکفین کا کام انجام دے اس کام میں مصروف ہونے کے باعث آپ تشہد کے وقت جماعت میں شریک ہوئے نماز سے فارغ ہونے کے بعد شیخ نے آپ کی جانب متوجہ ہو کر کہا انشاء اللہ تعالیٰ اب اس کے بعد تمہارا کوئی فرزند فوت نہ ہوگا اس کے بعد ہی شیخ اودھن پیدا ہوئے حق تعالیٰ نے حضرت شیخ عیسیٰ کی دعا کی برکت سے آپ کے عمر و اقبال میں ترقی عطا فرمائی۔

آپ کی وفات سنہ ۹۷۶ھ میں واقع ہوئی مزار جونپور میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ ہے۔

ذکر شریف

شیخ آزادی مقتدائے آفرادی میاں قاضی ظفر خان ظفر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شیخ حسن طاہر کے مرید و خلیفہ تھے گروہ صوفیہ میں صادق الطریق تھے۔

چنانچہ صاحب اخبار الاخیار رقمطراز ہیں کہ اگرچہ کہ آپ بلحاظ زمانہ متاخرین سے ہیں لیکن باعتبار صفاء باطن آپ کا شمار متقدمین میں ہوتا ہے آپ خود فرماتے ہیں کہ میں نے کئی سال تک ریاضت کی اور مکائد نفس سے واقفیت حاصل کی اور معلوم کر لیا کہ کس کس طریقہ سے نفس دھوکہ دیتا ہے اور اسکی کونسی کونسی کمین گاہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ شہنشاہ نصیر الدین محمد ہمایوں نے ایک سفید کاغذ پر اپنی مہر ثبت کرکے آپ کے پاس روانہ کیا کہ آپ جس جس مواضعات کو چاہیں وہ بطور اپنی جاگیر کے اس پر تحریر کر لیں آپ نے فرمایا کہ مجھے اسکی ضرورت نہیں ہے۔ کہا گیا کہ آپ اپنے صاحبزادے کو عنایت فرما دیں ممکن ہے کہ ان کو اسکی احتیاج ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کو حکم دیا ہے کہ وہ کسی کے مال پر دست درازی نہ کریں جب یہ فرمان شیخ عبداللہ کے پاس لیجایا گیا۔ جو آپ کے فرزند اکبر تھے اور جنکا مزار ظفرآباد میں واقع ہے تو انہوں نے بھی اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ لڑکا وہی ہے جو اپنے باپ کی تقلید کرے جب میرے باپ نے قبول نہ کیا تو میں کیسے قبول کر سکتا ہوں آپ کا مزار ظفرآباد میں واقع ہے آپ کی وفات ۱۵ر صفر سنہ ۹۰۹ھ کو واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قدوۂ اصحاب زمن فخر ارباب عرفان قبلۂ وقت شیخ محمد حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شیخ حسن طاہر کے صاحبزادے تھے حال صحیح اور مشرب عجیب کے حامل تھے۔

چنانچہ صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ جب کبھی خلوت سے برآمد ہوتے تو مسلمان ہو یا کافر جس کسی کی نظر آپ پر پڑتی وہ نعرۂ تکبیر بلند کرتا آپ عالم بھی تھے اور صاحب حال بھی تھے آپ کا آبائی سلسلہ چشتیہ تھا لیکن آپ کا میلان طبع سلسلہ قادریہ کی جانب تھا۔ سالہا سال تک آپ حرمین شریفین میں رہے اور وہاں کے مشائخین قادریہ سے تربیت پائی اور بیعت کی۔ دوسری مرتبہ جب شیخ حاجی عبدالوہاب حرمین الشریفین کی زیارت کے لئے گئے تو آپ کو

اپنے ہمراہ وطن واپس لے آئے آپ کا مقام ولادت جونپور، سکونت آگرہ میں تھی اور مزار دہلی میں آپکے والد بزرگوار کے پہلو میں واقع ہے کبھی کبھار آپ شعر بھی کہا کرتے تھے آپ کے بعض مریدین آپکو شاہ خیال سے مخاطب کرتے تھے آپ کے مریدوں کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔

کتاب مذکور میں یہ بھی مرقوم ہے کہ آپ کے منجھلے چچا شیخ فضل اللہ جو منجھو کے عرف سے مشہور تھے آپ کے مرید تھے اور اپنے پیر کی محبت میں انکو غلو تھا۔ حضرت شیخ محمد حسن کی وفات ۲۷ رجب ۹۴۴ھ کو واقع ہوئی۔ آپ کے مکتوب کا ایک منتخب حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

ایک ایسا عالم ہوتا ہے جس کا ادراک صرف حس سے ہوتا ہے اور ایک ایسا عالم ہوتا ہے کہ جس کا ادراک عقل سے ہوتا ہے اور ایک ایسا بھی عالم ہوتا ہے جس کا ادراک صرف علم سے ممکن ہے۔ اور ایک ایسا عالم بھی ہے جس کا ادراک بغیر عشق کے ناممکن ہے۔ طور حس۔ طور عقلی اور طور علم کے علاوہ ایک اور طریقہ ہوتا ہے جس کو طور عشق کہا جاتا ہے اس طریقہ میں وہ امور معلوم ہوتے ہیں جو دوسرے طریقوں سے معلوم نہیں ہو سکتے۔ جواں مرد مشتاق صورت ہوتا ہے اور صورت مشتاق باطن ہوتی ہے۔ مولا مشتاق عبد ہوتا ہے اور عبد مشتاق مولا۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ ؎

بانگ می آمد کہ اے طالب بیا ∴ جود محتاج گدایاں چوں گدا
جود میجوید گدایاں پاک وصاف ∴ ہمچو خوباں کآئنہ جویند صاف

ذات عاشق صفت اور صفت عشق ذات ہے۔ حرکت عاشق سکون اور سکون عاشق حرکت ہے۔ آثار افعال سے اور افعال آثار سے عیاں ہوتے ہیں۔ افعال آثار سے جدا نہیں ہوتے۔ افعال اور آثار افعال دونوں مظاہر ذات وصفات ہوتے ہیں ذات کے بغیر صفات کا وجود نہیں اور صفات کے بغیر ذات کا ظہور نہیں ہو سکتا اور کثرت مقتضائی صفات ہے اور وحدت مقتضائی ذات ہے۔ خدائی ذات باطن تھی جس کا اظہار صفات سے ہوا یہ مظاہر صفات خدائے تعالیٰ کے افعال و آثار ہیں۔ باعتبار عقل وفہم صفات غیر ذات نظر آتے ہیں لیکن تحقیق کی رو سے عین ذات ہیں ؎

بودست و نمودست و دگر چیزی نیست
حسن است ہمہ بود و جہاں جلہ نمود
شوق است بوحدت و بکثرت ہم ذوق
کثرت ز نمود آمد و وحدت ہمہ بود

جو بھی مظہر ہے تو وہ اس چیز کے مغائر نظر آتا ہے جسکی وہ مظہر ہے لیکن پھر مظہر ذات بھی ہے اور خود حقیقت ذات بھی۔ مظاہر الٰہی میں ظاہر اور مظہر باہم متحد ہیں۔ صرف فرق اطلاق و تقید کا ہوتا ہے مثال کے طور پر حقیقت انسان اطلاق و تجرد کے اعتبار سے ظاہر ہے لیکن تعین و تقید کے اعتبار سے مظہر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حقیقت مظہر وجود انسانی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تم کسطرح سمجھو گے حقیقت خداوندی صرف خدا ہی کو معلوم ہے کہ لا یعرف اللہ غیر اللہ میابت البتہ سالکان راہ سلوک میں ایک ایسی منزل پر پہونچ جاتے ہیں کہ وہاں ان کو ہر ہر شئے میں انوار الٰہی کا پرتو نظر آتا ہے اور یہی حقیقی ہے جو مرتبہ فنا فی اللہ سے موسوم ہے ان اللہ یامرکم ان تؤدّوا الامانات الی اھلھا۔ کے حکم کے بموجب جو کچھ ہے وہ خدا ہی کی جانب لوٹنے والا ہے الغرض آپ کے کمالات عالیہ بیشمار ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

دریا نوشی، عاشق پر جوشی، شیخ وقت سلطان جلال الدین قریشی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آپ درویش، صاحب حال اور مجذوب صفت تھے اکثر اوقات برہنہ سر برہنہ پا بیابان میں گھومتے رہتے اور صرف ستر عورت کی حد تک لباس پہنتے۔ آپ علوم عقلی، نقلی، رسمی اور حقیقی کے جامع تھے جب کبھی آپ مائل بتقریر ہوتے تو خوب بیان کرتے۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ آپ ایام جوانی ہی سے کسی شخص یا کسی چیز سے تعلق نہیں رکھتے تھے اور غلبۂ حال کے باوصف احکام شریعت کے پابند تھے کسی دنیادار شخص کو اعتبار کی نظر سے نہ دیکھتے جب کبھی گاؤں یا شہر سے آپ کا گزر ہوتا تو وہاں کے لوگ آپ کے معتقد ہو جاتے اور آپکے اطراف لوگوں کا مجمع سا لگ جاتا۔ آپ کسی کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل نہ فرماتے۔ آپکے ایک معتقد نے آپ کے اقوال جمع کر کے ان کو ایک کتابی شکل میں آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اس سے وہ کتاب لی اور کنویں میں پھینک دیا۔ الغرض آپ قلندر مشرب تھے۔ عبادت

میں آپ فرائض اور سنتوں پر اکتفا فرماتے اور فصوص الحکم اور دیگر کتب تصوف آپ کو زبانی یاد تھیں۔ کہتے ہیں کہ آپ نے پانچ سال تک بغیر کسی کتاب کی مدد کے علم حقیقت حاصل کیا تھا۔ ان پانچ سالوں میں آپ نے کسی آدمی کی صورت تک نہ دیکھی اور درختوں کے پتے کھا کر گذارا کیا۔ آپ کے اساتذہ رجال الغیب سے تھے۔

کہتے ہیں کہ آپ کی حالت جذب کا یہ قصہ ہے کہ آپ ایک شخص پر عاشق ہو گئے تھے۔ اور اسی سوزش عشق کا یہ انجام ہوا کہ آپ پر حالت جذب طاری ہو گئی اوا خر حال میں آپ اجمیر گئے وہاں ایک ایسے شخص کو دیکھا جو صفت روحانی اور ظاہری حسن و جمال کا حامل تھا۔ آپ اسکے پیچھے چلنے لگے ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ کیا یہ شخص خواجہ خضر ہیں۔ آپ نے کہا کہ مجھے اس شخص کے خضر ہونے کی کچھ علامت نظر نہ آئی۔ خضر وہ ہوتا ہے کہ جسکے ظہور سے پیشتر بارش رحمت ہوتی ہے اور یہاں یہ بات نظر نہ آئی ہو سکتا ہے کہ یہ مردان غیب سے ہوں۔ آپ کو (۷۲) علوم پر عبور تھا۔

صاحب اخبار یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ آپ حسن یوسفی اور لحن داؤدی کے حامل تھے آپ کہتے تھے کہ جب میں مرید ہوا تو میرے مرشد نے فرمایا کہ جاؤ کہیں ملازم ہو جاؤ میں نکلا ہی تھا کہ ایک شخص نے مل کر دریافت کیا کہ کیا تم ملازمت چاہتے ہو میں نے اس شخص کی ملازمت اختیار کر لی اور چند دنوں میں کافی سرمایہ جمع کر لیا پھر میرے مرشد نے فرمایا کہ اس سرمایہ کو تباہ و تاراج کر دو۔ اور اسطرح آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ میں نے ایسا ہی کیا اسکے بعد آپ مجھے ایک نامعلوم صحرا کو لے گئے وہاں ایک حجرہ تھا جسمیں ایک چشمہ تھا شیخ اس حجرہ میں رہتے اور میں باہر رہتا اس طرح پانچ سال گذر گئے شیخ سے صرف نماز کے وقت ہی ملاقات ہوتی اس پانچ سال کی مدت میں شیخ نے مجھے تین سو سے زیادہ علوم سکھائے اور فرمایا کہ اب تم جا سکتے ہو کیونکہ اس سے زیادہ علوم کا تم میں حوصلہ نہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک روز آپ کے سامنے کیمیا کا ذکر آیا آپ نے تنفر کا اظہار کیا اور فرمایا کہ عمل کیمیا پر تف ہے اور اس تانبے کے طبق پر بھی لعنت ہے جو یک وقت سونے میں تبدیل ہو جائے۔ آپکی ایسی ہی کئی کرامات سنی گئی ہیں۔ آپ دہلی کے علاوہ آگرہ اور اس کے نواح میں بھی رہے۔ آپکی عمر (۲۵) سال تھی آپ کی وفات ۹۴۸ھ میں واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

مظہر ازل، قبلۂ اکمل، پیر یگانہ، میر سید عبد الاول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا نام سید علاء الدین حسینی تھا اور حضرت سید محمد گیسو دراز کے سلسلہ اولاد میں کسی کے مرید تھے جو دکن میں رہتے تھے۔

صاحب اخبار الاخیار لکھتے ہیں کہ آپ جامع علوم عقلی و نقلی و اسمی و حقیقی تھے۔ کئی علوم میں آپ کی تصنیفات ہیں۔ صحیح بخاری کی شرح بھی فیض الباری کے نام سے تحریر فرمائی تھی اور ایک رسالہ فرائض سراجی کو نظم کیا تھا اور اس پر شرح بھی لکھی تھی آپ کا دوسرا رسالہ فارسی میں تحقیق نفس و معرفت اور ان کے متعلقہ مضامین پر مشتمل ہے۔ متعدد کتابوں پر آپ نے حواشی اور شروحات کے علاوہ دیگر کتابیں بھی تالیف فرمائی ہیں بہر حال ہر قسم کے علوم پر آپکی تصانیف کثیرہ حاوی ہیں۔ آپ کے آباؤ اجداد زید پور کے رہنے والے ہیں جو مضافات جونپور کا ایک قصبہ ہے وہاں سے آپکے والد ماجد علاقہ دکن کو تشریف لائے اور وہیں آپ تولد ہوئے اور وہیں مختلف علوم کا اکتساب کیا آپ کافی معمر ہو چکے تھے اواخر حال میں گجرات آئے اور وہاں سے زیارت حرمین شریفین گئے اور وہاں سے احمد آباد (علاقہ گجرات) واپس ہوئے اور آخری عمر میں خانخانان کی استدعا پر دہلی گئے جہاں پر دو سال تقریباً رہے بالآخر سنہ ۹۶۸ھ میں واصل بحق ہوئے۔ آپکے رسالہ معرفت نفس کے بعض کلمات حسب ذیل ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ لفظ نفس مشترک ہے کبھی نفس کہتے ہیں اور اس سے حقیقت سبحانہ تعالیٰ مراد لیتے ہیں چنانچہ آیات شریف تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک آیا ہے کبھی نفس سے روح علوی لیتے ہیں اور اسکو نفس ناطقہ کہتے ہیں اور کبھی بخار لطیف کہتے ہیں جو جوف دل سے حرارت غریزی کی شکل میں بلند ہو کر تمام اعضاء و جوارح کے عروق میں سر سے قدم تک تمام بدن میں جاری و ساری ہوتا ہے جیسا کہ دو شخص قد و قامت لاغر و فربہی میں مماثل ہوتے ہیں ایک ظاہر میں جو بدن ہے اور ایک باطن میں جو نفس ہے بدن پیراہن

یعنی لباس کے مانند ہوتا ہے اور نفس بخاری کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک دھویں کا آدمی دبیز آدمی کے بدن پر قائم ہے جیسا کہ کہا گیا ہے الروح روحان روح مقیم وروح جاذ" اسکی صفت متحرک۔ اور حساس ہونا ہے۔ بھوک شکم سیری حرص وہوا اور تمام صفات انسانی اس پر قائم ہیں اور تصوف کی اصطلاح میں نفس کی مراد وہی ہے جیسا کہ آیات شریفہ میں ثم انشانا خلقا آخر ثم انشانا بادسال

الروح الحیوانی والانسانی بعد ماکان طوفاً خالیاً عن الروحین۔

جاننا چاہیئے کہ روح حیوانی اور روح انسانی کی یکبارگی تخلیق ہوئی ہے انسان کا وجود بغیر روح حیوانی کے ناممکن ہے۔ کالبد انسانی کی تخلیق کے تین چلوں کے بعد روح انسانی اسمیں پھونکی جاتی ہے۔ اس وقت سے شکم مادر میں جنین میں حرکت پیدا ہوتی ہے ان دونوں روحوں کے امتزاج کے بعد وہ موجود ہوتا ہے اسکو قلب کہتے ہیں قلب ذوالوجہین ہوتا ہے اور ایک رخ سے دوسرے رخ منقلب ہوتا رہتا ہے۔ یہ بھی جاننا چاہیئے کہ نفس مدرک محسوسات روح مدرک معقولات اور معقولات ومحسوسات قلب اشیاد مرکبہ کی مدرک ہوتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ عقل حس، روح اور نفس سے جسکا ادراک نہیں ہوسکتا وہ ذات خداوندی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایک لطیفہ قلبی بھی پیدا کیا ہے جس سے رموز باطنی منکشف ہوتے ہیں اسکو سر کہا جاتا ہے اور اس سے زیادہ لطیف ایک اور لطیفہ ہوتا ہے جو سر سے متعلق ہوتا ہے اسکو سر خفی کہتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کی ذات کا کشف چشم خفی سے ہوتا ہے۔

حدیث قدسی میں وارد ہے وفی الخفا انا اور یہ ممکن ہے کہ یہ لطائف یہ نفس انسانی میں ودیعت کئے گئے ہیں۔ لیکن ظلمت نفس کی وجہ سے یہ لطائف مستور رہتے ہیں اور تزکیہ نفس تصفیہ قلب تخلیہ روح اور ان ظلمتوں کے صیقل کے بعد اسکا ظہور ہوتا ہے اسکا بھی احتمال ہے کہ تجلیہ روح کے بعد ہی ان کی تجدید ہو جائے وھو علی کل شیئ قدیر جب ان لطائف کے مرتبہ معلوم ہو گئے تو اب جان لینا چاہیئے کہ روح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوالارواح ہے تمام مراتب مذکور کو اسکے تحت سمجھنا چاہیئے۔ اور آنحضرت کی روح ان تمام کی جان ہے اور آنحضرت کی روح کا ان تمام ارواح ولطائف سے تعلق ہے۔ ان میں آپ کی روح اس طرح تصرف کرتی ہے جیسے روح علوی۔

ارباب کشف وشہود نے جو بیان کیا ہے کہ مادۂ انسانی روح قدسی ہوتی ہے تو اس سے مراد آنحضرتؐ کی روح مبارک ہے۔ روح حیوانی، روح انسانی اور قلب کا بدن میں وجود حقیقی ہوتا ہے جو کلی اور جزوی طور پر تمام ابدان ونفیس پر موثر رہتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ انسان میں نفس قوی ہوتا ہے جو صرف بدن انسانی پہ بلکہ تمام در ودیوار

پر متصرف ہوتا ہے۔ اس سے قوی تر ایک اور نفس ہوتا ہے جو سارے شہر میں اس طرح تصرف کر سکتا ہے جیسا کہ تمام شہر اس کے اعضا ہیں۔ ایک اور نفس تمام اقلیم پر ایک نفس تمام روئے زمین پر، اور ایک نفس تمام عناصر پر اور ایک نفس تمام افلاک پر متصرف ہوتا ہے۔ جیسے کہ روح جبرئیل جو تمام افلاک و عناصر پر متصرف ہے اور ساتوں آسمانوں پر محیط ہے۔ اسی لئے اس کا مقام سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ جو ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے۔ اور جاننا چاہیئے دل صنوبری کی جانب اس لئے توجہ کرنی چاہیئے کہ وہ مرکز روح انسانی ہوتا ہے اور باقی تمام لطائف روح حیوانی سے متعلق ہوتے ہیں۔ اسی لئے دل صنوبری کی جانب توجہ کرنا گویا تمام لطائف کی جانب متوجہ ہونا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ دل صنوبری میں ایک ایسا سوراخ ہوتا ہے جس سے کشف عوالم غیب، اور مراتب جبروت و لاہوت کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ ایک بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ؎

لشکر حسنت بگنجد در زمین و آسماں
در زمین سینۂ حیرانم کہ چوں جا کردہ

اور حضرت مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ ؎

روزنِ دل نکشاید از صفا
میرسد بیواسطہ نورِ خدا
دوزخ است آنخانہ کہ بے روزن است
اصل دیں ائے بندہ روزن کردن است

الغرض آپ کے کلمات عالیہ بے انتہا ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

ذکر شریف

شیخ ہستی، میخوار ساغر مستی، مقتدائے وقت، شاہ سلیم چشتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد ماجد کا نام شیخ بہاء الدین تھا جو حضرت شیخ فرید گنج شکر کی اولاد سے تھے۔ ابتدائی جوانی میں آپ فوج میں ملازم تھے۔ آپ نے ریاضات و مجاہدات شروع کئے اور انہی ایام میں آپ کو سفر و سیاحت کا خیال پیدا ہوا۔ اور حرمین الشریفین کی زیارات سے بھی مشرف ہوئے۔ اور عرب و عجم کے بیشتر شہروں کی بھی سیر کی۔ آپ ۱۴

وطن دہلی تھا اور آپ حضرت خواجہ ابراہیم کے مرید تھے جو خواجہ فضیل عیاض کی اولاد سے تھے اور سلسلۂ چشتیہ کے حامل تھے۔ حرمین الشریفین میں وہاں کے بزرگان کرام اور مشائخین عظام سے ملاقات کی اور پھر ہندوستان لوٹے اور کوہِ سیکری میں سکونت پذیر ہوئے جو اُس وقت ویرانہ تھا۔ آپ نے مدت العمر تیس تیس دن روزہ رکھ کر گزار دی۔ ہمیشہ سرد چیزیں کھایا کرتے تھے جس طرح سرکہ کہنہ وغیرہ، ہر روز سرد پانی سے غسل فرماتے اور سردی کے موسم میں بھی بجز ایک کرتے کے کچھ اور گرم لباس پہنا نہ کرتے تھے۔ آپ نے عوام کے استفادہ کے لئے عمارتیں، باغات اور کنوئیں تعمیر کئے اور طالبان ہدایت کو ریاضات و مجاہدات کی تعلیم و تلقین بھی فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی مجلس میں اغنیا اور حکام کی کثیر تعداد شریک رہتی۔ آپ سے عجیب و غریب کرامات کا ظہور ہوتا تھا۔ کہتے ہیں کہ آخر عمر میں سلطان جلال الدین محمد اکبر آپ کا معتقد ہوگیا تھا اور ہمیشہ آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوتا تھا۔ صاحب سفینۃ الاولیاء رقم طراز ہیں کہ جلال الدین اکبر بادشاہ نے اسی عقیدت کی وجہ سے سیکری میں ایک شہر آباد کیا اور اس پہاڑ پر جہاں آپ مقیم تھے، ایک قلعہ تعمیر کیا اور اس کا نام فتح پور رکھا۔ اکبر بادشاہ کا کوئی بچہ زندہ نہ رہتا تھا۔ اس لئے اس نے ہر ہر بزرگ، صاحب حال اور تمام ارباب کمال سے رجوع کیا اور طالب دعا ہوا۔ اسی طرح اس نے حضرت شیخ سلیم چشتی کی خدمت میں حاضر ہوا اور فرزند کے لئے دعا کی التماس کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں کل جواب دوں گا۔ بادشاہ دوسرے روز پھر حاضر خدمت ہوا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ تمہیں تین فرزند عطا فرمائے گا۔ اپنے بڑے لڑکے کو میرے حوالے کر دینا کہ میں اس کی تربیت کروں گا۔ جب حمل کی مدت پوری ہوئی تو بادشاہ نے اپنی اہلیہ کو شیخ سلیم چشتی کے پاس روانہ کیا۔ چنانچہ جہانگیر حضرت شیخ ہی کے گھر متولد ہوا۔ حضرت شیخ نے اس کو اپنا نام یعنی "شاہ سلیم" رکھا۔ اور اس کو دودھ پلانے کے لئے اپنی ایک خادمہ کو مقرر کیا اور فرمایا کہ جب یہ بچہ بات کرنے لگے گا تو میں اس جہان فانی سے رخصت ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت شیخ کی ولادت ۸۹۷ھ میں واقع ہوئی اور وفات ۲۹ر رمضان المبارک ۹۷۹ھ کو ہوئی۔ آپ کی قبر شریف مسجد کلاں فتح پور میں واقع ہے جو آپ کی عبادت کے لئے اکبر بادشاہ

نے تعمیر کروائی تھی۔ صاحب مراۃ **الاسرار** فرماتے ہیں کہ آپ کا مزار اس روضہ میں واقع ہے جو آپ نے خود اپنی نگرانی میں تعمیر کروایا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد بادشاہ وقت کی ایماء پر اس کی تعمیر پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ یہ روضہ اور یہ مسجد ایسی نایاب عمارتیں ہیں جن کی مثال روئے زمین پر مشکل سے ملے گی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف معبود، شاہد مشہود، شیخ داؤد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے آباؤ اجداد عرب سے ہندوستان آئے تھے۔ آپ کی ولادت شیخپور میں واقع ہوئی۔ اور آپ قصبۂ جہنی میں سکونت پذیر تھے جو مضافات لاہور میں واقع ہے۔ اوائل حال میں آپ نے حضرت مولانا اسمٰعیل سے فیض حاصل کیا جو حضرت عبد الرحمان جامیؒ کے شاگردوں سے تھے۔ آپ نے ایام طفولیت ہی میں "اسفرائی" شرح و بسط سے تکمیل فرمائی۔ آپ سلسلۂ قادریہ عالیہ سے متعلق تھے۔ صاحب سفینۃ الاولیا رقمطراز ہیں کہ آپ اوائل سلوک میں اویسی المشرب تھے اور حضور غوث الثقلینؓ کی روحانیت سے مستفید ہوئے۔ اور حضور ہی کے اشارہ پر شیخ حامد ولد شیخ عبد القادر ثانی کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ آپ مشائخین متاخرین سے تھے۔ صاحب مقامات بلند اور بزرگ خوارق ارجمند تھے۔ آپ کی وفات ۹۸۲ھ میں واقع ہوئی۔ مزار شریف شیر گڑھ میں واقع ہے جو جہنی کے نواح میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

صادق قولی، واثق فعلی، قبلۂ وقت شیخ نظام نارنولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا تعلق نارنول سے تھا۔ جو ہندوستان کا ایک مشہور شہر ہے۔ آپ خواجہ شیخ مانو علا تاج ناگوری چشتی کے مرید تھے جو گوالیر کے رہنے والے تھے اور جن کا ذکر پیشتر ازیں نقل کیا جا چکا ہے۔ الغرض حضرت شیخ نظام نارنولی اپنے وقت کے مشائخین اکابرین سے تھے۔ چالیس سال تک آپ نے مریدوں اور طالبین کی ارشاد و ہدایت کا کام انجام دیا۔ لوگوں کی ایک کثیر تعداد آپ کے فیض تربیت سے اعلیٰ مراتب پر فائز ہوئی۔ کہتے ہیں کہ آپ ہمیشہ نارنول سے پاپیادہ وجد و ذوق اور جذبۂ تمام کے ساتھ خواجہ قطب الدین اویسی کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ آپ کی وفات بتاریخ ۱۰ صفر ۹۹۷ھ واقع ہوئی۔ آپ کا مقبرہ نارنول شریف میں واقع ہے کسی نے آپ کی تاریخ وفات "آہ نظام" بیان کی ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

مخدوم المخادیم، شیخ مستقیم، عارف باللہ شیخ ابراہیم بن فتح اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب معدن الجواہر لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ ابراہیم اور ان کے والد سلطان علاءالدین بہمنی کے عہد سلطنت میں ملتان سے شہر بیدر منتقل ہوئے۔ اس وقت شیخ فتح اللہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور بیدر آنے کے چند روز بعد ہی آپ کی رحلت واقع ہوئی۔ بالاتنا کے قریب ایک موضع میں آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ حضرت سلطان شہاب الدین دہلوی کی اولاد سے تھے اور آپ کے والد کا نام شیخ ابوبکر

بن شیخ فخر الدین بن بدر الدین بن ارسلان فخر الدین بن ارسلان بدر الدین بن ارسلان شاہ بن امر شاہ غوری بن سلطان شہاب الدین غوری الغزنوی الدہلوی تھا اور ان کا یہ سلسلہ نسب زبیع بن اسماعیل علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ مختصر یہ کہ شیخ ابراہیم بن فتح اللہ مرد پرہیزگار اور علامہ روزگار تھے اور آپ اپنے ہم عصر علماء سے ممتاز تھے۔ بیدر آنے کے بعد آپ نے چاہا کہ سلطان سے ملاقات کی جائے تاکہ اگر آپ کے وہاں قیام پذیر ہونے پر سلطان کو کوئی اعتراض نہ ہو تو آپ وہاں سکونت اختیار کریں بصورت دیگر واپس ہو جائیں۔ اسی خیال کے تحت آپ سید حریر کے پاس گئے جو مقرب بارگاہ سلطانی تھے اور ان سے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ دوسرے روز شیخ ایک عربی رباعی لکھ کر سید حریر سے ملنے گئے۔ جب سید حریر نے یہ رباعی دیکھی تو آپ کی علمی استعداد سے متحیر ہوگئے اور دل میں خیال کیا کہ اگر ایسا شخص یہاں قیام کرے تو بادشاہ کا مصاحب ہو جائے گا جس سے میرا مقام متاثر ہو جائے گا۔

چنانچہ انھوں نے سلطان سے ملاقات کرانے میں پس و پیش دیکھ کر بغیر ان کی وساطت کے بادشاہ سے ملاقات کا تہیہ کیا۔ آپ نے ایک کتاب تحریر فرمائی جو چودہ علوم پر حاوی تھی اور اسکا نام بادشاہ کے نام پر "علائی" رکھا۔ سلطان علاء الدین کی عادت تھی کہ وہ جمعہ کی نماز جامع مسجد میں ادا کیا کرتا تھا، خطبۂ جمعہ بھی خود ہی پڑھا کرتا تھا اور اس روز کسی کو اس سے ملاقات کرنے کی ممانعت نہ تھی۔ شیخ ابراہیم نے بھی جمعہ کو سلطان سے ملاقات کی۔ اور وہ کتاب تحفۃً نذر کی۔ سلطان خود عالم تھا۔ جب اس نے آپ کی تصنیف دیکھی تو آپ کی علمی صلاحیت کا معترف اور مداح ہو گیا اور چار دیہات آپ کو عطا کئے۔ پس اسی وقت سے آپ نے شہر بیدر میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ جب سلطان علاء الدین کا انتقال ہوا تو سلطان ہمایون اس کا جانشین ہوا۔ یہ بہت ظالم بادشاہ تھا۔ شیخ ابراہیم نے مصاحبت ترک کر دی اور گوشہ نشین ہو گئے۔ جب سلطان ہمایون کا انتقال ہوا تو سلطان محمد نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس نے حضرت شیخ ابراہیم کی شاگردی اختیار کی۔ بعد ازاں سلطان محمد نے آپ کو قاضی القضات کے منصب پر مامور کیا اور خلعت قضائت خود اپنے ہاتھ

سے پہنائی۔ آپ نے اٹھارہ شرائط پر سلطان کی یہ پیشکش قبول کی۔ ان کے منجملہ ایک شرط یہ تھی کہ اگر سلطان بھی خلاف شرع کوئی عمل کرے تو بلا رو رعایت فیصلہ کیا جائے گا۔ سلطان نے تمام شرائط قبول کر لئے مجبوراً آپ نے چند روز منصب قضاءت سنبھالا اور اس کے بعد مستعفی ہوگئے۔ آپ کو ایک مرد غیب نے دیکھ کر کہا تھا کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ اس شخص کے صلب سے تا قیامت عالم پیدا ہوتے جائیں گے اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ شیخ احمد اور شیخ محمد۔ کہتے ہیں کہ شیخ ابراہیم فرماتے تھے کہ میرا لڑکا شیخ احمد اگرچہ جوان ہو چکا ہے لیکن میرے علوم کا وارث نہیں ہوا۔ میں نے یہ خیال کیا کہ اگر مجھے اولاد ہی نہ ہوتی تو بہتر ہوتا۔ پھر میں نے سلطان الاولیاء حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارگاہ ایزدی میں رجوع ہوا اور استخارہ کیا۔ پچھلے پہر میں نے حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، کو خواب میں دیکھا کہ ایک لپٹا ہوا کاغذ مجھے عطا فرما رہے ہیں اور ارشاد کر رہے ہیں کہ تمہیں خوشخبری ہو کہ تمہارا لڑکا صاحب معرفت ہوگا۔

جب میں بیدار ہوا تو میں نے یہ قصہ اپنی بیوی سے کہہ سنایا۔ اس نے کہا کہ میں حاملہ ہوں اور حمل ہو کر تین مہینے ہو چکے ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ تمہیں گرم غذاؤں اور نقصان دہ مشروبات سے پرہیز کرنا چاہیئے اس لئے کہ تمہارے بطن میں ایک اللہ کا ولی ہے۔ جب شیخ احمد کی والدہ اس حقیقت سے مطلع ہوئیں تو اس نے ازروئے حیا و غیرت اپنے پیٹ پر ہاتھ مارا۔ مجھ پر ہاتھ مارنے کے شدید درد میں مبتلا ہوگئیں۔ بالآخر اس نے توبہ کی اور ٹھیک ہوگئی۔ الغرض شیخ ابراہیم بن فتح اللہ ملتانی کے کمالات کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ مخدوم شیخ محمد قادری ملتانی جیسے صاحب کمال بزرگ آپ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کی وفات ۷/ جمادی الثانی کو واقع ہوئی۔ سن وفات معلوم نہ ہو سکا۔ آپ کی مزار جامع مسجد کے جنوب میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف ربّانی، محرم راز سبحانی، قطب وقت، مخدوم شمس الدین، ابو الفتح شیخ محمد ملتانی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے پدر بزرگوار کا اسم گرامی شیخ ابراہیم بن شیخ فتح اللہ ملتانی تھا جن کا ذکر اسی مشکوٰۃ میں گزر چکا ہے۔ صاحب خازن قادریہ فرماتے ہیں کہ شیخ شمس الدین ابو الفتح مذکور حضرت شیخ بہاء الدین انصاری کے مرید و خلیفہ تھے اور ان کو شیخ ابراہیم انصاری سے اور ان کو سید احمد حلبی المغربی سے اور ان کو ان کے والد سید حسن سے اور ان کو ان کے والد سید موسیٰ سے اور ان کو ان کے والد سید علی سے اور ان کو ان کے والد سید محمد بغدادی سے اور انکو ان کے والد بزرگوار سید حسین بغدادی سے اور ان کو ان کے والد ماجد سید محمد صنواحمد سے اور ان کو ان کے والد سید ابی نصر محی الدین سے اور ان کو ان کے پدر بزرگوار حضرت سیدنا عماد الدین ابی صالح نصر سے اور ان کو اپنے والد گرامی حضرت سیدنا بدر الافاق سید تاج الدین عبد الرزاق قادری سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت سید شمس الدین مذکور عارف کامل تھے اور جمیع کمالات صوری و معنوی میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ صاحب خازن قادریہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ہر صاحب سیر و سلوک جانتا ہے کہ حضرت محمد ملتانی بزرگ کا مرتبہ کتنا بلند ہے۔ آپ سے بے شمار خوارق عادات ہیں۔ آپ کی وفات بتاریخ ۲ر شوال ۹۲۵ھ واقع ہوئی۔ مزار شریف شہر بیدر میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ آپ کے پانچ صاحبزادے تھے۔ جن کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

(۱) شیخ ابراہیم (۲) شیخ اسمٰعیل (۳) شیخ اسحاق (۴) شیخ بدر الدین اور (۵) شیخ فخر الدین۔ ان کے منجملہ آپ کے پانچویں صاحبزادے شیخ فخر الدین کا چار سال

کی عمر میں انتقال ہو گیا تھا۔ باقی چاروں صاحبزادوں نے اپنے پدر بزرگوار سے علوم ظاہری و باطنی کا اکتساب کیا۔ اور مقتدائے وقت ہو گئے۔ صاحب معدن الجواہر تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ ابراہیم بن فتح اللہ ملتانی فرماتے تھے کہ جب میری اہلیہ کا وضع حمل ہوا تو ایک فرزند متولد ہوا جس کا نام میں نے محمد اور کنیت ابوالفتح اور لقب شمس الدین رکھا میرا مقام ولادت ملتان تھا اور اس لڑکے کا مقام ولادت اعظم البلدان محمد آباد بیدر تھا۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ جب میرے فرزند شیخ محمد ملتانی متولد ہوئے تو مجھے مزامیر کی آواز سنائی دی۔ جب میں نے تفحص کیا تو غیب سے ندا آئی کہ اے ابراہیم تمہارے فرزند کی ولادت پر عالم ملکوت میں جشن مسرت منایا جا رہا ہے۔ میں نے سجدۂ شکر ادا کیا اور مجھے یقین ہو گیا میرا لڑکا ولی ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ بادشاہ وقت سلیمان ہمایون بن سلطان علاؤالدین بن سلطان احمد بہمنی نے جو نہایت ظالم و جابر بادشاہ تھا، کئی بزرگوں کو بغیر کسی سبب قتل کیا وہ روزانہ اس وقت تک کھانا نہ کھاتا جب تک کسی بے گناہ کا خون نہ بہا دیتا۔ بہت لوگ اس کے دست تظلم کا شکار ہوئے۔ میں نے مظلوموں سے شفقت کا برتاؤ کیا۔ اور کہا کہ میں اپنے بیٹے شیخ محمد کے ساتھ (جو اس وقت تین سال کے تھے) سلطان ہمایون کی موت تک اس کے لئے بد دعا کرتا رہوں گا۔ یکایک میرے بیٹے کی زبان سے نکلا کہ ہمایوں مات ہمایوں مات، ہمایوں مات، ابھی تیسری بار یہ بات دہرائی نہ تھی کہ سلطان کے گھر سے گریہ وزاری کی آواز آنے لگی اور معلوم ہوا کہ ہمایوں مر گیا۔ میں سمجھ گیا کہ میرا بچہ اللہ کا ولی ہے۔ شیخ اسحاق بن شیخ محمد ملتانی فرماتے ہیں کہ میرے والد شیخ ابوالفتح شمس الدین محمد ملتانی فرماتے تھے کہ جب میرے والد حضرت مخدوم شیخ ابراہیم کی رحلت ہوئی اس وقت میں کم سن تھا۔ اس وقت مجھے کچھ علم نہ تھا اور نہ علمائے شہر نے میری ہدایت کی جانب توجہ کی۔ بالآخر شیخ الاسلام مخدوم شیخ حسن قادری بنگال سے تشریف لائے اور اپنے اصحاب سے کہا کہ شیخ محمد بن شیخ ابراہیم کے گھر جاؤ اور انھیں میرے پاس لے آؤ۔ الغرض آپ کے اصحاب میرے پاس آئے اور مجھے حضرت مذکور کے پاس لے گئے۔ جب میں پہنچا تو حضرت مخدوم نے میرا

استقبال کیا اور بھائیوں کی طرح مصافحہ کر کے مجھے اپنی مسند پر بٹھایا۔ اور فرمایا کہ میرے یہاں آنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک رات میں نے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ شیخ محمد دلی کے پاس جاؤ کہ ان کے والد شیخ ابراہیم کا انتقال ہو گیا ہے۔ تم ان کو مرید کر کے میرے سلسلے میں داخل کرو۔ میں نے عرض کیا کہ یا سیدی وہ کہاں ہیں فرمایا کہ وہ شہر بیدر میں ہیں۔ جب میں بیدار ہوا تو بیدر کی راہ لی۔ اس طرح آپ بیدر تشریف لائے اور مجھے مرید کیا اور سلسلۂ قادریہ عالیہ میں داخل کیا۔ اس کے بعد آپ نے اور بھی لوگوں کو زمرۂ قادریہ میں شامل کیا۔ اور واپس ہو گئے۔ لیکن خرقۂ خلافت اور اجازت مطلقہ کسی کو عطا نہ فرمائی۔ جب میں برکی کے قریب پہنچا تو ایک رات حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ میں تمہیں اجازت مطلقہ عطا کرتا ہوں تاکہ تم بزرگان سلف کی طرح طالبان ہدایت کی تربیت کرو۔ جب میں بیدار ہوا تو حضرت کو نہ پایا۔ میں نے بغداد جانے کا ارادہ کیا تاکہ وہاں پر آپ کی اولاد میں سے کسی بزرگ کے ہاتھ سے خرقۂ خلافت حاصل کروں میں اسی سوچ میں تھا کہ دوسری شب میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جن کا روئے مبارک نہایت تاباں اور درخشاں تھا جو نہایت سفید لباس اور جبہ پہنے ہوئے تھے اور فرما رہے ہیں کہ میں تمہارا شیخ عبد القادر ہوں اور تمہاری تلقین و ہدایت، اور تمہیں اجازت مطلقہ عطا کرنے آیا ہوں میں نے خرقۂ خلافت ظاہری، مشائخین قادریہ میں سے ایک بزرگ کے حوالہ کیا ہے۔ وہ تمہیں پہنچا دیں گے۔ میں اٹھا اور آپ کے قدم مبارک کو بوسہ دیا اور تمام شرائط آداب بجا لائے۔ یکایک آپ میری دائیں جانب سے غائب ہو گئے۔ اسی اجازت مطلقہ کی بنا پر میں نے اپنے فرزند شیخ ابراہیم کو خلافت عطا کی۔ یہاں تک کہ شیخ الاسلام والمسلمین مخدوم شیخ بہاء الدین انصاری قادری دہلوی دولت آبادی مرشد آباد سے تشریف لائے اور مجھے حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا عطا کردہ خرقہ پہنایا۔ شیخ بدر الدین بن شیخ محمد ملتانی فرماتے ہیں کہ شیخ ایوب گوگندوی کہتے تھے کہ ایک روز میں نے شیخ الکل غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ اے ایوب بیدر جاؤ اور شیخ محمد ملتانی سے خرقۂ خلافت

حاصل کرو۔ جب میں بیدار ہوا تو مجھے خیال ہوا کہ شیخ محمد ملتانی، قادری ہیں اور میں چشتی ہوں۔ میں کس طرح آپ سے خرقۂ خلافت حاصل کروں۔ اسی سوچ میں تھا کہ دوسری شب میں نے مخدوم المشائخ حضرت سید محمد حسینی گیسودراز کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ اے ایوب شہر محمد آباد بیدر کا سفر اختیار کرو اور میرے بھائی شیخ محمد قادری سے خرقۂ خلافت حاصل کرو اور میرے فرزند ابوالحسن انصاری سے بھی بترکاً خرقہ پہنو۔ جب میں بیدار ہوا تو پھر بھی میرا دل مطمئن نہ تھا تیسری شب میں نے پھر خواب دیکھا کہ ایک وسیع صحرا میں نورانی خیمہ نصب ہے اور ان کے درمیان ایک اونچا تخت رکھا ہے جس پر حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ باعظمت تمام تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اولیای تحت لوائی۔ بمجرد اس ارشاد کے تمام اولیاء اللہ جوق در جوق جمع ہو گئے اور آپ کے گرد صف در صف دست بستہ ایستادہ ہو گئے۔ آپ بدستور تشریف فرما رہے۔ میں نے مخدوم المشائخ حضرت سید محمد حسینی گیسودراز کو بھی اپنی اولیاء کی صف میں کھڑا ہوا دیکھا۔ آپ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے ایوب خرقۂ خلافت قادریہ میرے بھائی شیخ محمد قادری کے ہاتھ سے پہن لو اور کسی کے محتاج نہ بنو۔ جب صبح ہوئی تو میں بیدر کی جانب روانہ ہوا اور بالآخر حضرت مرشد الخواص والعوام ولی الابرار شمس الدین ابو الفتح محمد ملتانی قادری کی خانقاہ میں پہونچ گیا۔ میں نہایت ادب سے حضرت شیخ کے سامنے بیٹھ گیا۔ قبل اس کے کہ میں کچھ عرض کروں آپ نے فرمایا کہ تم کو پہلی ہی رات میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے فرمادیا تھا کہ بیدر جاؤ اور شیخ محمد سے خلافت حاصل کرو۔ تم بیدار ہونے کے بعد متردد رہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے صحیح فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ دوسری رات میں مخدوم المشائخ سید محمد حسینی گیسودراز نے تم کو ہدایت کی کہ بیدر جاؤ اور میرے بھائی شیخ محمد قادری سے خرقۂ خلافت لو اور میرے فرزند ابوالحسن انصاری سے بھی بترکاً خلافت حاصل کرو۔ لیکن تم پھر بھی متردد رہے۔ میں نے عرض کیا آپ نے بالکل صحیح فرمایا۔ پھر آپ نے فرمایا کیا تیسری رات تم نے حضرت

مخدوم المشائخ سید محمد حسینی گیسو دراز نے یہ نہیں کہا کہ اے ایوب میرے بھائی شیخ محمد قادری سے خرقۂ خلافت حاصل کرو۔ ہم نے غوث الثقلین رضی اللہ عنہ اور ان کے مرتبہ کو جان لیا کہ تمام اولیاء اللہ آپ کے اردگرد کیسے آداب سے ایستادہ تھے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے بالکل درست فرمایا۔ مختصر یہ کہ میں نے جو کچھ دیکھا تھا من وعن بیان فرمادیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت شیخ ہر لمحہ میرے حال سے مطلع تھے۔ پھر آپ نے مجھے اپنے دستِ مبارک سے خرقۂ خلافت قادریہ پہنادیا۔ اور اذکار اور مراقبات توحید وغیرہم کی تلقین فرمائی۔

شیخ جمال سری فرماتے ہیں کہ جب میں نے سنا کہ حضرت شیخ بہاء الدین انصاری کے دو جلیل القدر خلفاء ہیں جو کرامات جلیہ اور اوصاف سنیہ میں مشہورِ زمانہ ہیں۔ ایک مخدوم شیخ محمد ملتانی اور دوسرے شیخ جلال قادری برہان پوری تو میں نے چاہا کہ یہ معلوم کروں کہ ان دونوں میں سے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے نزدیک کون افضل ہے۔ پس ایک رات میں نے دو رکعت نماز استخارہ ادا کی اور گیارہ قدم عراق کی جانب چلا اور اسی نیت سے سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ ایک وسیع صحرا میں تمام اولیاء اللہ جمع ہیں اور صفیں باندھے ہوئے بکمال ادب ایستادہ ہیں۔ میں ان کی صفوں میں داخل ہو گیا اور دائیں بائیں نظر کی۔ داہنی صف میں شیخ جلال قادری کو صف کے پچھلے حصے میں باادب تمام کھڑا ہوا دیکھا۔ میں نے پھر دائیں بائیں جانب دیکھا تو شیخ محمد ملتانی کو ان کے درمیان نہ پایا۔ میں آگے بڑھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا تخت رکھا ہوا ہے۔ اور اس پر حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ جلوس فرما ہیں۔ اور آپ کے اطراف کرسیاں رکھی ہوئی ہیں جن پر حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تشریف فرما ہیں۔ میں پابوسی کے ارادے سے آگے بڑھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص حضور غوث الثقلین کے زانوئے مبارک پر سر رکھ کر محوِ خواب ہے۔ میں نے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یا سیدی من ھذا الرجل۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے جسکو میں نے بلاد دکن پر مقرر کیا ہے۔ اور

وہاں کے تمام کاروبار اس کے تفویض کر دیا ہوں۔ اس کا نام شیخ محمدؒ ہے اور وہ شہر بیدر میں رہتا ہے۔ جب میں بیدار ہوا تو حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں آپ کی منزلت معلوم ہوئی۔ میں نے اپنے ایک خادم کے ذریعہ آپ کی خدمت میں یہ گزارش کی کہ مجھے نعمت قادریہ سے سرفراز فرمائیں۔ پس میرا خادم وہاں پہنچا اور یہ نعمت حسب گزارش مجھے حاصل ہو گئی۔

صاحب معدن الجواہر فرماتے ہیں کہ شیخ ابراہیم قادری المعروف مخدوم جی فرماتے ہیں کہ حضرت والدی شیخ شمس الدین ابوالفتح محمد ملتانی میرے کارِ خیر کے لئے گلبرگہ تشریف لے گئے اور ایک مکان میں قیام پذیر ہوئے۔ ایک روز حضرت مخدوم المشائخ سید محمد حسینی گیسو دراز کی زیارت کے لئے آپ کی گنبد شریف کی جانب روانہ ہوئے۔ آپ کے ہمراہ اور بھی کئی لوگ تھے۔ جب گنبد شریف کے دروازے پر پہونچے اور اپنا ایک پاؤں اندر رکھے تھے کہ یکایک بغیر زیارت کئے ہی واپس ہوئے۔ جب آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت کی روح پر فتوح قبر میں موجود نہیں ہے اور وہ سوئے حق تعالیٰ گئی ہوئی ہے۔ اس کے بعد آپ حضرت شاہ ید اللہ کی گنبد میں گئے اور حضرت مذکور کی روح کو قبر میں موجود پاکر زیارت میں مشغول ہو گئے۔ حضرت شاہ ید اللہ کی روح قبر سے ظاہر ہوئی اور میرے والد کی روح قالب سے نکلی اور دونوں روحوں کی باہم ملاقات ہوئی۔ اسی اثناء میں دیکھا گیا کہ حضرت شاہ ید اللہ کی قبر کے سرہانے انوار حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی تجلی ہوئی اور اس سے ان دونوں کی ارواح فیضیاب ہوئیں۔ حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں شاہ ید اللہ کی روح سے مستفید ہونے کے بعد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے مشرف ہوا۔ صاحب معدن الجواہر یہ بھی کہتے ہیں کہ ملک قاسم کو جو بادشاہِ وقت تھا مشائخین سے عقیدت نہ تھی لیکن حضرت شاہ محمد ملتانی کے تصرف سے اس کو آپ سے اعتقاد تمام پیدا ہوا۔ وہ بارہا کہا کرتا تھا کہ ملک دکن میں محمدین ہیں۔ یعنی دو محمد ہیں جو اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ ایک حضرت مخدوم شیخ محمد

ملتانی اور دوسرے حضرت مخدوم سید محمد حسینی گیسو دراز۔ صاحب معدن الجواہر یہ بھی لکھتے ہیں کہ نعمت خان جو سلطان محمود بہمنی کا حلوائی تھا۔ حضرت شیخ محمد ملتانی کا مرید تھا۔ جب اس نے آپ کے متعدد انواع فقر و ریاضات کو دیکھا تو آپ کا معتقد ہو گیا۔ بادشاہ کے لئے اس نے جو مٹھائی بنائی تھی وہ آپ کی خدمت میں بھیجا۔ لیکن آپ نے اس میں سے کچھ تناول نہ فرمایا اور تمام پیرزادوں صاحبزادوں اور اہل خانہ کو بھی کھانے نہ دیا اور فقرا میں وہ مٹھائی تقسیم کر دی۔ ایک روز آپ کے گھر والوں کے دل میں یہ خطرہ پیدا ہوا کہ اگر حضرت خود نہیں کھاتے تو اپنے صاحبزادوں اور اہل خانہ کو دے سکتے تھے کیونکہ ان پر کئی فاقے گزر چکے تھے۔ ابھی یہ خیال گزرا ہی تھا کہ ان کو آپ نے اپنے نزدیک طلب کیا اور وہ مٹھائی بھی منگوائی اس ظرف کو جس میں یہ مٹھائی رکھی تھی آپ نے الٹا دیا تو اس میں سے خون بہنے لگا۔ سب لوگ متحیر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ بادشاہوں کے گھر کا کھانا مشکوک ہوتا ہے کہ یہ لوگوں پر ظلم ڈھاتے ہیں اور انھیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ میں نہیں چاہتا کہ میں اور میری اولاد ایسی شئے استعمال کرے۔ فقرا شوریدہ سر ہوتے ہیں اور ان میں اس غذا کو ہضم کرنے کی سکت ہوتی ہے۔ عرفاء حلال اشیاء سے بھی محترز رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ اس میں کسی حرام چیز کی آمیزش ہو۔ صاحب معدن الجواہر آگے رقم کرتے ہیں کہ شیخ محمد ملتانی فرماتے ہیں کہ خالق ذوالمنن نے دکن کا آدھا علاقہ میرے والد کے تصرف میں دے دیا تھا اور اس پر اب میں متصرف ہوں۔ اور باقی نصف حصہ کو بھی تصرف میں دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ صاحب مذکور یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز نے کتاب سمرہ میں غلبۂ جذبات و حال میں بعض باتیں ایسی لکھی ہیں جو بظاہر شریعت کے خلاف نظر آتی ہیں۔ حضرت شیخ خانو جو عالم وقت تھے، حضرت سید ابوالحسن کے پاس آئے جو حضرت مخدوم المشائخ کی اولاد سے تھے اور کہا کہ تمہارے دادا نے یہ کیا لکھ دیا ہے۔ آپ اس کی تشریح کریں یا پھر اس سے معترض ہو کر حضرت مذکور پر اطلاق کفر کا فتویٰ دیں سید ابوالحسن مذکور وارث مقامات مخدوم نہ تھے اس لئے آپ ان کا جواب نہ دے

سکے۔ اسی رات انھوں نے خواب میں اپنے جد بزرگوار کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ اے فرزند اس زمانے میں ایسا کوئی شخص زندہ نہیں جو میرے کلام کی تشریح کر سکے لیکن صرف میرے بھائی شیخ محمد ملتانی ان اسرار کے عالم ہیں۔ میری کتاب اس قطب زمین کے پاس لیجاؤ تاکہ وہ اس کی بوجہ احسن توضیح کر سکیں۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئے خواب کی حالت لکھ کر کتاب کے ساتھ حضرت شیخ شمس الدین ابو الفتح محمد ملتانی کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت شیخ محمد ملتانی نے اس پر موافق شرع شرح لکھی جو معترضین کے لئے بہت کافی ہے۔ صاحب معدن الجواہر رقمطراز ہیں کہ ۹۳۵ھ میں بادشاہ گجرات بہادر شاہ دکن کی جانب متوجہ ہوا۔ ان دنوں شیخ محمد ملتانی سخت بیمار تھے۔ اور اس عالم فانی سے آپ کی رحلت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ تمام مریدوں اور صاحبزادوں نے گزارش کی کہ ہم پر دو مصائب نازل ہو رہے ہیں۔ ایک یہ کہ آنحضرت ہم کو داغ مفارقت دے رہے ہیں اور دوسرے یہ کہ بادشاہ گجرات جنگ کی غرض سے دکن آ رہا ہے۔ ہم کو یقین ہے کہ حضرت صاحب تصرف ہیں اور اپنی عمر میں توسیع کروا سکتے ہیں۔ ایسے آڑے وقت آپ ہمیں تنہا نہ چھوڑیں گے۔ آپ مراقب ہوئے اور پھر فرمایا کہ انی عملت عمل الشیخ الصدیق الیمنی من اصغر۔ یعنی میں شیخ صدیق یمنی کے عمل کا عامل ہوں لیکن وہ بہت کرتے تھے لیکن میں اتنا نہیں کرتا۔ واقعہ یہ ہوا تھا کہ حضرت شیخ صدیق یمنی کا وقت آخر آ گیا تھا تو ان کے فرزند بہت کم سن تھے۔ انھوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ میں تمہیں سجادگی دیتا ہوں تمہیں چاہیئے کہ میری جگہ بیٹھو۔ انھوں نے انکار کیا تو شیخ مذکور نے فرمایا کہ میں نے اپنی موت کو میرے لڑکے کے سن بلوغ کو پہنچنے تک روک دیا ہے۔ الغرض شیخ صدیق بارہ سال تک بقید حیات رہے۔ اپنے لڑکے کی تعلیم و تلقین کر کے اس کو اپنا جانشین مقرر کر دیا اور اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ اسی طرح شیخ محمد ملتانی نے صحت یاب ہو کر اپنی موت کو کچھ عرصہ کے لئے ٹال [illegible] بادشاہ گجرات اپنے ملک کو واپس ہو گیا تو اس کے تین ماہ بعد ماہ [illegible] المبارک ۹۳۵ھ میں پھر سے آپ کی رحلت کے

آثار نظر آنے لگے۔ پھر سب لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس دفعہ بھی آپ توقف فرمائیں تو مناسب ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اب مجھے معاف کرو کہ میرا محبوب مجھے شدت سے یاد کر رہا ہے اور میں بھی غایت اشتیاق میں طاقتِ انتظار نہیں رکھتا۔ اس کے بعد آپ نے وصیتیں اور نصیحتیں فرمائیں اور فرمایا کہ میں تم سب کو حضور غوث الثقلین کے حوالے کرتا ہوں۔ پھر کہا کہ میں مخدوم جی کو اپنا سجادہ مقرر کرتا ہوں۔ پھر حضرت مخدوم جی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم میری سیرت پر عمل پیرا رہنا۔ مخدوم جی نے عرض کیا کہ حضرت کی سیرت پر میں کس طرح عمل کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میری باطنی سیرت کی تلقین نہ کیا کرو بلکہ میری سیرتِ ظاہری پر عمل پیرا رہو۔ اس کے بعد آپ نے چند کلمات نصیحت فرمائے۔ اور تمام صاحبزادوں اور خلفا کے نام وصیت نامہ اور خلافت نامہ تحریر کیا۔ جب ایام ماہ رمضان تمام ہو گئے تو آپ نے نماز عید ادا فرمائی۔ اس کے بعد سب کو الوداع کہا اور خود ذکر و فکر میں مشغول ہو گئے اور پھر اس جہانِ فانی سے رخصت کر گئے۔ صاحب معدن الجواہر یہ بھی لکھتے ہیں کہ سید عقیل نامی ایک بزرگ تھے۔ جن کا شرفائے علوی سے تعلق تھا۔ حضرت شیخ محمد ملتانی ان کو ان کی سیادت کی وجہ سے نہایت تعظیم و تکریم فرماتے تھے۔ اور وہ آپ کے پاؤں کا بوسہ لینا چاہتے تو ہرگز اجازت نہ دیتے۔ جب انھوں نے آپ کی وفات کے بعد آپ کو کفن میں لپٹا ہوا دیکھا تو ایک آہ سرد کھینچی۔ اور پاؤں کو بوسہ دینا چاہا تھا کہ حضرت شیخ محمد ملتانی نے حسب معمول اپنا پاؤں کھینچ لیا اور ان کو بوسہ دینے سے باز رکھا۔ صاحب معدن الجواہر یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت ابو الفتح محمد ملتانی نے زمین کے اس حصے کے لئے جہاں آپ مدفون ہوئے حضرت باری تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ جو کوئی یہاں مدفون ہو وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے اور اس کی مغفرت ہو جائے۔ سبحان اللہ کیا بلند مقام ہے اور کیسی اعلیٰ منزلت۔ صاحب مذکور یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ کو دفن کیا گیا تو آپ کی مزار پر ایک عالی شان گنبد تعمیر کی گئی جس کو ایک مدت دراز کے بعد ایک ستا نے شہید کر دیا۔ شیخ شہر اللہ کہتے ہیں کہ جیسا مجھے آپ کی گنبد

کی شکستگی کی خبر ملی تو میں حضرت کی جانب رجوع ہوا۔ یکایک میں نے ایک آواز سنی لیکن کہنے والے کو نہ دیکھ سکا۔ وہ آواز یہ تھی کہ تم کیوں فکر مند ہو۔ محب اور محبوب میں کوئی چیز حائل نہیں ہوسکتی۔ ہر وقت ایک نئی صفت کا ظہور ہوتا ہے جس میں کسی غیر کی مداخلت ممکن نہیں۔ کبھی خود اپنے ہاتھ سے اس کو ٹھیک کردیتے اور کبھی درمیان سے حجاب بھی اٹھ جاتا ہے۔ الغرض آپ کے اتنے کمالات ہیں کہ جو تفصیلاً اس مختصر رسالہ میں نقل نہیں کیے جاسکتے۔ آپ کے اکثر ملفوظات تفصیلی طور پر آپ کے مناقب پر مشتمل کتابوں میں منقول ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکرِ شریف

عارف ہادی، واقف مبادی، مقتدائے وقت سید محمد مہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ سادات حسینی سے تھے اور جونپور میں سکونت پذیر رہے۔ آپ عارفان زمانہ سے تھے۔ اور حسینؒ منصور کی مانند جنھوں نے نعرۂ انا الحق بلند کیا تھا۔ آپ نے بھی انا المہدی کا اعلان کیا۔ آپ سے خوارق بھی ظہور پذیر ہوئے۔ اکثر لوگوں نے جو آپ کے معتقد تھے انہی خوارق کی بنا پر آپ کی مہدیت کے مقر ہوگئے۔ چنانچہ صاحب معدن الجواہر فرماتے ہیں کہ سید محمد مہدی جونپوری جو مہدیٔ موعود کہلانے لگے تھے۔ شہر بیدر کے باہر کچھ عرصہ تک ٹھہرے رہے۔ حضرت مخدوم شیخ محمد ملتانی سے شرف ملاقات کے لئے ایک خادم کے ذریعہ اجازت طلب کی۔ حضرت مخدوم نے قبول نہ کیا لیکن اپنے چاروں صاحبزادوں کو اجازت دی کہ وہ بآداب تمام آپ سے ملاقات کریں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ آپ کی ہم سے ظاہری ملاقات مقدر نہیں ہے۔ جب یہ چاروں صاحبزادے اپنے پدر بزرگوار کے ایما پر سید محمد جونپوری سے ملاقات کے لئے روانہ ہوئے تو سید مذکور نے آپ کا استقبال کیا اور بہ تعظیم تمام ان کو اپنے مقام پر لے گئے۔ باہم گفت و شنید ہوئی۔ چونکہ چاروں صاحبزادے اپنے پدر بزرگوار کے فیض یافتہ تھے،

جو بھی اسرار باطن کے متعلق سید موصوف نے استفسار کیا اس کا اطمینان بخش جواب دیا۔ آپ نے ان کی تحسین و آفرین کی اور حضرت مخدوم شیخ محمد ملتانی کی ولایت کی گواہی دی۔ شیخ بدر الدین بن شیخ محمد ملتانی فرماتے ہیں کہ ہم جب اپنے والد کے پاس واپس ہوئے تو ان سے دریافت کیا کہ سید موصوف مہدیت کا ادّعا کرتے ہیں۔ کیا یہی مہدی موعود ہیں۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ ولایت میں جس طرح قطبیت غوثیت وغیرہ کے مراتب ہوتے ہیں، اسی طرح مہدیّت کا بھی ایک مقام ہوتا ہے اور یہ مقام ان کو حاصل ہے۔ جب انسان اس مقام سے گزرتا ہے تو اس پر حالت سُکر طاری ہوتی ہے۔ اور وہ دعویٰ مہدیت کر بیٹھتا ہے۔ لیکن امام سید محمد مہدی، مہدی موعود نہیں ہیں۔ صاحب رسالۂ مکاشفہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے دو خلفاء نے ایک جماعت کو فراہم کر کے آپ کی مہدّیت کا اقرار لینا شروع کیا۔ اور یہ ایک فرقہ ہی بن گیا جو آج بھی موجود ہے۔ سیّد موصوف کی وفات ۹۱۰ھ میں جونپور میں واقع ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

صاحب خلق عظیم، مظہر لطف عمیم، مخدوم وقت، شیخ محمد ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ مخدوم جی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت شیخ محمد ملتانی کے خلف اکبر تھے اور شہر بیدر میں جو بلاد دکن میں واقع ہے، مقیم تھے۔ صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ طویل العمر، عابد، زاہد، بلند ہمت اور اعلیٰ مرتبت تھے۔ امراء کی جانب مطلق التفات نہ فرماتے تھے اور خلق سے بھی بے نیاز تھے۔ صاحب مذکور یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ کبر سنی کے باوجود نماز عشاء کے بعد ساری رات عبادت میں گزارتے۔ حضرت سیدی الشیخ عبد الوہاب فرماتے ہیں کہ آپ شیخ وقت تھے۔ اور استقامت دین اور

رعایت تقویٰ میں کامل تھے۔ میرا ان سے میل جول رہا اور میں نے آپ ہی سے بیعت و ارادت حاصل کی تھی۔ آپ کی وفات بتاریخ ۲ شوال ۹۷۲ھ واقع ہوئی۔ اور شہر بیدر میں مدفون ہوئے۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے۔ (۱) شیخ رفیع (۲) شیخ حسین (۳) شیخ منظفر (۴) شیخ لطف اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔ حضرت مخدوم جی مذکور کی عمر شریف ۷۸ سال تھی۔ صاحب معدن الجواہر فرماتے ہیں کہ آپ حضرت مخدوم شیخ محمد ملتانی کے تمام صاحبزادوں سے بڑے تھے اور حضرت شیخ محمد ملتانی رح کی وفات کے وقت شیخ موصوف نے آپ کو خرقۂ خلافت اور سجادگی عطا فرمائی اور کہا کہ مخدوم جی کو مبارک ہو کہ میں انھیں اپنا صاحب سجادہ قرار دیتا ہوں۔ آپ صاحب تصرف تھے۔ صاحب معدن الجواہر رقمطراز ہیں کہ شاہ جی صدر جہاں جو شیعہ تھے، بزرگوں پر اعتقاد نہ رکھتے تھے۔ جب انھوں نے حضرت مخدوم جی کے فضائل لوگوں سے سنتے تو ایک روز آپ سے ملاقات کی غرض سے نکلے۔ ان کو خطرہ گزرا کہ حضرت شیخ صاحب تصرف ہیں تو میرے وہاں پہنچتے ہی حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے مناقب و فضائل بیان فرمائیں گے۔ اگر میرے پہونچنے سے پہلے ہی سے یہ بیان چل رہا ہوگا تو میں سمجھوں گا کہ آپ صاحب ولایت ہیں۔ الغرض آپ کی خدمت میں پہونچے تو دیکھا کہ آپ مسند افروز ہیں اور حاضرین سے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم کے مناقب و فضائل بیان فرما رہے ہیں اور انھیں یہ کلام ایسا اثر انگیز لگا کہ انھوں نے کبھی کسی سے نہ سنا تھا۔ چنانچہ وہ آپ کی ولایت کے مقر ہوگئے۔ جب مجلس اختتام کو پہنچی تو وہ آپ کے قدموں پر گر پڑے اور توبہ و استغفار کیا۔ اس روز سے انھوں نے آپ کی صحبت لازم کرلی۔ کہتے ہیں کہ میاں حاجی بخی جو صلحائے زمانہ سے تھے۔ فرماتے تھے کہ ایک وقت میں خود حضرت شیخ مخدوم جی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے اور نوافل اور اوراد پڑھ رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ مقام سجدہ کو اپنے ہاتھ سے صاف کرکے سجدہ فرما رہے تھے۔ میرے دل میں خطرہ گزرا کہ نماز میں ایسی حرکت منع ہے پھر یہ کیسی نماز ہے۔ آپ نے نماز ختم کرنے کے بعد

میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم اپنے دل کو خطرات سے پاک رکھو۔ عیب جوئی سے دور رہو۔ نماز کے لئے دراصل حضور خاطر شرط ہے۔ اگر وہ موجود ہے تو ایسی حرکت سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ صاحب مذکور یہ بھی فرماتے ہیں کہ شیخ عبد القادر بن احمد شاہ کا کہنا ہے کہ میرے والد فرماتے تھے کہ ایک روز میں حضرت مخدوم جی کی مجلس میں حاضر تھا۔ اس اثناء میں تین اشخاص دور دور سے وارد ہوئے۔ جب آپ کی نظر ان پر پڑی تو مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ لوگ میرے امتحان کی غرض سے آئے ہیں۔ اور ہر شخص نے اپنے دل میں ایک چیز کی نیت کی ہے اور ایک کو دوسرے کی نیت سے واقفیت نہیں ہے۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں شخص اپنے دل میں یہ ارادہ کر کے آیا ہے کہ اسے اپنی سیدھی جانب بٹھاؤں اور دوسرا چاہتا ہے کہ میں اسے کھیر پلاؤں اور تیسرا ہر قسم کا کھانا کھانا چاہتا ہے۔ جب وہ تینوں اندر داخل ہوئے تو آپ نے ان میں سے ایک کو اپنی سیدھی جانب بٹھایا، دوسرے شخص کے لئے کھیر اور تیسرے کے لئے کھانا طلب فرمایا اور انھیں کھلایا۔ یہ تینوں آپ کے پاؤں پر گر پڑے اور کہا کہ ہم اپنے دلوں میں یہی نیت لے کر آئے تھے۔ اور پھر انھوں نے آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کی خواہش کی۔ آپ نے فرمایا کہ میں ان اشخاص کو مرید نہیں کرتا جو میرا امتحان لینے کی غرض سے آتے ہیں۔ ہر چند ان لوگوں نے معذرت خواہی کی لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا۔ الغرض آپ کے کمالات کی کوئی حد نہیں۔ جب آپ کا وقت رحلت قریب پہنچا۔ اپنے بھائی شیخ جمالؔ سے فرمایا کہ مجھے بٹھاؤ۔ جب آپ کو بٹھایا گیا تو آپ نے ذکر جلی شروع کیا۔ لفظ اللہ پر آپ نے قوت سے ایک ضرب لگائی اور جاں بحق واصل ہو گئے۔ آپ کے کمال کا اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ اپنے پدر بزرگوار کے سجادہ نشین تھے۔ قولاً، فعلاً، سراً، وحالاً آپ اپنے والد کے قدم بقدم تھے سلاطین اور ابناء ملوک سے کبھی تعلق نہ رکھا۔ اور دنیا داروں کے در پر قدم تک نہ رکھا۔ اور ان کی صحبت کو مکروہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ سلطان ابراہیم قطب شاہ نے جب آپ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے مطلق قبول نہ کیا۔ اس نے

پھر گزارش کی کہ اگر آپ تشریف لانا نہیں چاہتے تو کم از کم اپنے نعلین مبارک بھیج دیں تاکہ میں شرف نعلین بوسی حاصل کروں۔ آپ نے یہ بھی قبول نہ کیا اور جواب میں لکھا کہ دنیاداروں کی درویشوں سے ملاقات اس غرض سے ہوتی ہے کہ ان کی دعا لیں۔ میں خود تمہارے لئے بھی ہمارے مسلمانوں کے ساتھ دُعا کرتا ہوں۔ یہی بہت کافی ہے۔ آپ کی کئی تصانیف ہیں۔ کثرت تالیف کی وجہ یہ تھی کہ آپ چھ ماہ تک اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں رہتے اور چھ ماہ اپنی زوجہ کے پاس گلبرگہ میں رہتے۔ جب وہاں سے آتے اور اپنے پدر بزرگوار پر آپ کی نظر پڑتی تو آپ بے ساختہ ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔ کہتے ہوئے زمین بوسی کرتے اور اپنے پدر بزرگوار کے قدموں پر سر رکھ دیتے۔ حضرت مخدوم آپ کا سر اٹھاتے اور فرماتے کہ بابا ہمارے بغیر اتنے دنوں تک جو اپنی زوجہ کے پاس رہے تو کیا مصروفیت رہی۔ آپ فوراً ایک تازہ رسالہ جو علم تصوف یا سلوک پر تصنیف کیا ہوا ہوتا پیش کر دیتے اور کہتے کہ میں اسی رسالہ کی تصنیف میں مصروف تھا۔ مختصر یہ کہ آپ کے مریدین اور معتقدین کی کثیر تعداد تھی اور ان میں کی اکثریت صاحب تصرف و اسرار تھی۔ آپ کے تمام بھائی آپ کا بہت احترام کرتے تھے اور آپ کو اپنے والد کا قائم مقام تصور کرتے تھے۔ آپ کی وفات دوسری شوال ۹۷۲ھ کو واقع ہوئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکرِ شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مقبول خلیل، قطب جلیل، مقتدائے وقت شیخ اسمٰعیل

آپ حضرت مخدوم شمس الدین ابوالفتح شیخ محمد ملتانی کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ خلافت والد بزرگوار سے پائی تھی۔ اور باعظمت بزرگ تھے۔ صاحب معدن الجواہر

رقمطراز ہیں کہ قطب جلیل شیخ اسمٰعیل عید کے روز عید گاہ گئے ہوئے تھے۔ بادشاہ وقت شاہ عمادؔ اور مشائخین، علماء اور فضلاء اپنے اپنے مصلّے بچھا کر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں بابا بنگالی مجذوب جو صاحب حالات سنیّہ و مقامات عالیہ تھے پہنچے اور تمام مشائخین کے مصلّے اٹھا کر پھینکنا شروع کیا جب آپ کے مصلّے کے پاس پہنچے تو ادب سے کھڑے ہوگئے۔ اور اپنے آپ سے کہنے لگے کہ اے بنگالی یہ جائے ادب ہے اور آپ کے قدموں کو بوسہ دیا۔ جب عماد شاہ اور تمام حاضرین نے یہ حال دیکھا بابا بنگالی جس شخص کا احترام کریں وہ شخص یقیناً قطب ہوگا اور یہ سب کے سب اٹھے اور بعقیدت تمام آپ کے قدم بوس ہوئے اور آپ کے معتقدین کے حلقہ میں شامل ہوگئے۔ صاحب معدن الجواہر یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ ایک روز شیخ اسمٰعیل گھر سے نکلے۔ شاہ عالم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں بھی حضرت شیخ کے ہمراہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں چند پھول ہیں جب اس مقام پر پہنچے جہاں آج آپ کا روضۂ مبارکہ واقع ہے۔ وہ تمام پھول وہاں رکھے اور فرمایا کہ اسی مقام پر میری قبر ہوگی۔ راویٔ مذکور فرماتے ہیں کہ ایک عرصۂ دراز کے بعد جب آپ نے اس عالم فانی سے رحلت فرمائی تو آپ کو وہیں دفن کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ ایک روز تمام صاحبزادے اور مریدین آپ کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ اسرار حقائق و معارف بیان فرما رہے تھے کہ یکایک ایک شخص کی نظر ہلال رمضان المبارک پر پڑی۔ اس نے آپ کو خبر دی اور مبارکباد دیتے ہوئے پابوسی کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ رمضان، تراویح اور ختم قرآن کا ہمارا آخری اجتماع ہوگا۔ اس وقت آپ نہایت تندرست و صحت مند تھے۔ یہاں تک کہ آپ نے تراویح میں پورا قرآن ختم فرمایا اور پھر اسی ماہ میں واصل بحق ہوئے صاحب معدن الجواہر یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ صاحب احوال سنیّہ تھے اور قرآن کا حفظ سبعۂ قرآن سے کیا تھا۔ خوش الحان بھی تھے۔ والد بزرگوار کی موجودگی میں بھی آپ ہی امامت فرماتے اور صورتاً و سیرتاً اپنے پدر شریف کے قدم بقدم تھے۔ بے انتہا متشرع اور متورع تھے۔ آپ کے بارے میں جو کچھ لکھا جائے کم ہے۔

آپ کی وفات بتاریخ ۱۳ رمضان المبارک واقع ہوئی۔ مزار مبارک قصبۂ بتری میں زیارت گاہِ خلائق ہے۔ آپ کے پانچ صاحبزادے تھے: (۱) شیخ عبد اللہ (۲) شیخ یوسف (۳) شیخ فتح اللہ (۴) شیخ سلیمان اور (۵) شیخ میراںؒ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

ذکر شریف

قطب آفاق، مخدوم ذو الاشراق، شیخ وقت، شیخ اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شیخ محمد ملتانی کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ صاحب تصرف و حالات تھے۔ چنانچہ معدن الجواہر میں مرقوم ہے کہ آپ کو بھی اپنے پدر بزرگوار سے خرقۂ خلافت حاصل ہوا تھا۔ اپنے تمام بھائیوں سے پیشتر پچاس سال کی عمر میں اس دار فانی کو خیرباد کہا۔ آپ کی وفات بتاریخ ۱۱ شوال المکرم واقع ہوئی۔ اور آپ اپنے والد ماجد کی گنبد کے جانب مشرق دفن ہوئے۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے: (۱) شیخ جلالؒ (۲) شیخ جمالؒ (۳) شیخ شمس الدین صاحب مخازن قادریہ اور (۴) شیخ عیسیٰ۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ذکرِ شریف

قدوۃ الواصلین، زبدۃ الکاملین، قطب زماں، شیخ بدر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت مخدوم شیخ محمد ملتانیؒ کے چوتھے صاحبزادے تھے۔ بہت صاحب کمال اور اپنے پدر بزرگوار کے محبوب تھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ جب میرا لڑکا بدر الدین پیدا ہوا میں نے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں

کہ تمہارے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جس کا نام عبداللہ ہے۔ تمہارے مکان میں جو کچھ کمی رہ گئی ہے وہ اس کو پوری کر دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ صاحب معدن الجواہر تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ بدرالدین کہا کرتے تھے کہ جب میرے والد حضرت قطب الباری شیخ محمد قادری کی رحلت کا وقت قریب آیا تو میں نے عرض کیا کہ آپ اس دارِ فانی سے رخصت ہو رہے ہیں، آپ کے بعد میں کس سے التجا کیا کروں اور کوئی مہم پیش آئے تو اس سے کس طرح عہدہ برآ ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ تمہیں جو کام درپیش ہو اور جس کسی مشکل کا سامنا ہو تو تم میری قبر کے پاس آکر دریافت کر لو جس طرح اب میرے زمانۂ حیات میں پوچھا کرتے ہو۔ میں تمہیں اسی طرح جواب دوں گا جس طرح آج تک دیتا رہا ہوں شیخ بدرالدین فرماتے تھے کہ جب کبھی مجھے کوئی مشکل پیش آتی تو میں حضرت کے روضۂ مبارکہ میں داخل ہوتا اور آپ کی مزار مبارک کے سامنے سرنگوں ہو کر عرض پرداز ہوتا اور مجھے جواب مل جاتا۔ آپ کے کسی بھائی کو بھی اگر کوئی مہم درپیش ہوتی تو وہ آپ کے توسط سے اپنے پدر بزرگوار سے صلاح لیتے اور انکی حسب ایما عمل فرماتے۔

معدن الجواہر میں یہ بھی مسطور ہے کہ ابراہیم قطب شاہ اپنے والد کے زمانۂ حیات میں بیدر آیا تھا۔ اس نے حضرت شیخ بدرالدین سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ اگر صبح کے وقت حضرت میری حکومت کے لئے دعا فرمائیں تو میں نے نذر کی ہے کہ حضرت کا مرید اور سلسلۂ قادریہ سے وابستہ ہو جاؤں گا۔ لیکن ہوا یہ کہ اس کے والد کے انتقال کے بعد جمشید قطب شاہ سربراہ سلطنت ہوا اور ابراہیم قطب شاہ حیرانی و پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔ ایک دن حضرت شیخ بدرالدین نے جمشید قطب شاہ سے ناراض ہو کر چاہا کہ اس کی جگہ ابراہیم قطب شاہ کو تخت پر بٹھائیں۔ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کے روضہ مبارکہ میں داخل ہو کر گزارش کی کہ میں چاہتا ہوں کہ جمشید قطب شاہ کی بجائے ابراہیم قطب شاہ زمام سلطنت سنبھال لے۔ جب قبر مبارک سے بشارت ملی تو آپ شاداں و فرحاں باہر نکلے۔ اس وقت ایک شخص شیخ علاؤالدین نامی حاضر تھا اس شخص کو آپ نے ابراہیم قطب شاہ کے پاس یہ مکتوب لکھ کر بھیجا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے والد کی سلطنت تم کو تفویض کرنے کا ارادہ کیا ہے لہٰذا جلد آجائیں۔ علاؤالدین

نے حسب الحکم یہ پیغام ابراہیم قطب شاہ کو پہنچا دیا۔ وہ متحیر و متفکر ہو گیا اور کہا کہ میرا بھائی بادشاہت کر رہا ہے اور اس میں کسی خلل اندازی کا شائبہ بھی نہیں ہے۔ پھر حکومت مجھے کس طرح مل سکتی ہے۔ پیامبر نے کہا کہ اولیاء اللہ اس وقت تک کچھ نہیں کہتے جب تک کہ وہ منجانب اللہ مامور نہ ہوں۔ چنانچہ سنا گیا کہ جمشید قطب شاہ کے بعد اس کا فرزند سبحان قلی جو کم سن تھا اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ اس کی جانشینی کے بعد اکثر امرار نے اس سے منحرف ہو کر ابراہیم قطب شاہ کو تسلیم کر لیا اور ابراہیم قطب شاہ تختِ سلطنت پر متمکن ہو گیا اور حضرت شیخ بدر الدین کا ارشاد حرف بحرف پورا ہوا۔ اس کے بعد ابراہیم قطب شاہ نے آپ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے قبول کیا اور گولکنڈہ گئے جو دار السلطنت تھا۔ سلطان ابراہیم نے آپ کا استقبال کیا اور اعزاز و اکرام سے آپ کو شہر لے جا کر اپنی مسند پر بٹھایا۔ اور خود آپ کے سامنے با ادب بیٹھ گیا۔ اس کے بعد سلطان نے امین خاں سے جو اُس کا معتمد خاص تھا، تلنگی زبان میں کچھ کہا امین خاں نے آپ سے عرض کیا کہ سلطان آپ سے اپنی تقصیر پر معذرت چاہتا ہے کہ اولاً اس نے حصول مقصد کے بعد بیعت کرنے کی نیت کی تھی۔ لیکن جب وہ یہاں آ رہا تھا تو اثنائے راہ میں حضرت شاہ ید اللہ نے جو حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کے پوتے ہیں، چتر شاہی اور شجرہ اور کلاہِ ارادت سلطان کے پاس روانہ کی بایں شرط کہ اگر سلطان ان کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو تو یہ سب قبول کرے ورنہ واپس کر دے۔ چونکہ یہ اسباب دولت غیر متوقع طور پر حاصل ہوئے تھے اور ان کا واپس کرنا مناسب نہ معلوم ہوا اور طوعاً و کرہاً انہیں قبول کر لیا گیا۔ لیکن سلطان کو آپ سے عقیدت ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آپ اسے اپنے حلقۂ ارادت اور سلسلۂ قادریہ میں داخل فرمائیں۔ حضرت شیخ نے انکار فرما دیا اور کہا کہ سلوک اہل طریقت میں یہ روا نہیں کہ کوئی شخص کسی کا مرید ہو اور پھر وہ کسی دوسرے سے رجوع ہو۔ جہاں تمہارا نصیبہ تھا وہ تم کو حاصل ہو گیا۔ سلطان نے پھر عرض کیا کہ اس کو خاندانِ قادریہ کے محبوں میں شامل کر لیا جائے۔ اس نے بہت عاجزی کی لیکن آپ نے دستِ بیعت نہ دیا۔ لیکن

سلطان اپنے دل میں آپ کا اتنا معتقد رہا گویا کہ وہ آپ ہی کا مرید ہے۔ کتاب مذکور میں یہ بھی مرقوم ہے کہ امین خان مذکور نے اپنے لڑکے کی ایک تقریب میں آپ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی اور آپ نے اس کو قبول کرلیا اور عازم گولکنڈہ ہوئے جب سلطان ابراہیم قطب شاہ کو آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے آپ سے ملاقات کرنی چاہی۔ آتے وقت اس نے امین خاں سے رازدارانہ طور پر کہا کہ میں لاولد ہوں اور میری آرزو ہے کہ حضرت سے اس بارے میں دعا کے لئے التماس کی جائے۔ ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ مجھے آپ کی دعا کی برکت سے فرزند عطا کرے۔ جب آپ کی خدمت میں یہ دونوں حاضر ہوئے تو کچھ کہنے کے قبل ہی آپ نے فرمایا کہ تم کو فرزند کی آرزو ہے۔ انشاء اللہ تمہاری یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔ لیکن تمہیں چاہئے کہ اس کو غلام غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے نام سے موسوم کرو اور اس کو سلسلۂ قادریہ میں مرید کرواؤ۔ سلطان یہ سنکر حیرت زدہ ہو گیا اور امین خان سے دریافت کیا کہ کیا تم نے حضرت سے معروضہ کیا تھا۔ امین خان نے کہا کہ میں تو آپ کے ساتھ ہوں۔ پس اس کو یقین ہو گیا کہ صفائی باطن سے آپ کو میری آرزو کا علم ہو گیا ہے الغرض آپ کی اس بشارت سے وہ بہت خوش ہوا اور عہد کیا کہ مذکورہ شرائط کی پابندی کی جائے گی۔ چند دن کے بعد آپ بیدر آئے اور اپنے پدر بزرگوار کے روضہ میں جاکر سلطان کی اس تمنا کا اظہار کیا۔ لیکن آپ کو اس کا کچھ جواب نہ ملا۔ آپ افسردہ خاطر ہو گئے اور آپ کی مزار مبارک کی خاک پر اپنا چہرہ مضطربانہ طور پر ملنے لگے اور کہنے لگے کہ میں نے قطب شاہ کو بیٹے کی بشارت دے دی ہے۔ اور حضرت مجھے جواب نہیں دے رہے ہیں۔ میں جھوٹا ہو جاؤں گا۔ اس اثناء میں آپ کو یہ آواز سنائی دی کہ اسے بدرالدین میں اب تک درگاہ خداوندی میں دست بدعا تھا کہ سلطان کو اولاد نرینہ عطا کی جائے۔ الغرض کچھ عرصہ کے بعد ابراہیم قطب شاہ کو لڑکا ہوا جس کا نام غلام عبدالقادر رکھا گیا اور اس کو حضرت شیخ بدرالدین کا مرید بھی کرادیا جس کا سلطان نے عہد کیا تھا۔ معدن الجواہر میں یہ بھی مسطور ہے کہ جب علی عادل شاہ نے کفار کے اخراج کا ارادہ کیا اور سلطان ابراہیم قطب شاہ اور نظام شاہ کو بھی

اس پر آمادہ کر لیا تو ابراہیم قطب شاہ نے اپنی شمشیر حضرت شیخ بدرالدین کے پاس روانہ کی اور کہلا بھیجا کہ آپ فتح کی بشارت کے ساتھ یہ تلوار اپنی کمر سے باندھ کر میرے پاس روانہ کریں تاکہ میں مظفر و منصور واپس لوٹوں۔ حضرت شیخ بدرالدینؒ یہ پیام ملتے ہی اپنے والد بزرگوار کے روضہ کا رخ کیا اور یہ حال کہہ سنایا۔ قبر شریف سے آواز آئی کہ وجعلنا ھبآءً منثورا۔ معلوم ہوا کہ فتح حاصل نہ ہوگی تو آپ نے شمشیر واپس کر دی اور عزم جنگ سے منع کیا۔ سلطان رنجیدہ خاطر ہو کر دوسرے درویش سے رجوع ہوا اور اس سے فتح کی بشارت پائی اور اس کے ہاتھ سے تلوار اپنی کمر میں لگوائی۔ اور جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ جب فریقین مقابل ہوئے تو سلطان کے لشکر کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ یہ بھی منقول ہے کہ اس واقعہ سے پیشتر علی عادل شاہ کی دایہ شہر بیدر آئی ہوئی تھی۔ جب وہ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس نے آپ سے علی عادل شاہ کی فتح یابی کی بشارت سنانے کی استدعا کی۔ اگرچہ اس سے پہلے ہی آپ سلطان قطب شاہ کی ہزیمت کے بارے میں واقف ہو چکے تھے لیکن بر نظر علیہ السلام آپ نے اس جانب توجہ نہ فرمائی اور کہا کہ تمہارے بادشاہ نے کفار کی جانبداری اختیار کی ہے۔ مجھے اس کی فتحیابی کی بشارت دینا گوارا نہیں۔ دایہ نے مکرر استدعا کی لیکن آپ نے قبول نہ فرمائی۔ دایہ نے دوسرا مدعا پیش کیا اور عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی برکت انفاس سے قطب شاہ کو فرزند نرینہ پیدا ہوا ہے۔ ہمارے بادشاہ کو بھی اولاد نرینہ نہیں ہے۔ اگر اس کو لڑکا تولد ہوا تو آپ کی خدمت گزاری کرے گا۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اگر عادل شاہ اس خصوص میں مجھے خود لکھے تو میں غور کروں گا۔ دایہ نے کہا کہ عادل شاہ میرے کہنے کے مطابق عمل پیرا ہوتا ہے۔ جو کچھ میں کہتی ہوں وہ اس پر عمل کرتا ہے۔ مگر جب دایہ نے بہت ہی منت سماجت کی تو آپ نے فرزند نرینہ کی بشارت دی۔ اور یہ شرط لگا دی کہ لڑکے کا نام غلام حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ، رکھا جائے اور دوسری شرط یہ لگائی کہ خانوادۂ قادریہ میں اس کو مرید کرایا جائے۔ دایۂ مذکور نے یہ دونوں شرائط قبول کر لیں اور واپس ہوئی۔ آپ کی برکت انفاس سے عادل شاہ

کو فرزند نرینہ تولد ہوا۔ لیکن اس کا نام خلافِ شرط رکھا گیا۔ جب یہ بات حضرت کے گوش گزار ہوئی تو آپ نے اپنے خادم سید بڈھن کو اس دایہ کے پاس بھیجا اور زبانی طور پر ان شرائط کی یاد دہانی کی۔ دایہ منکر ہو گئی۔ اور کہنے لگی کہ مجھے ان شرائط کی کوئی اطلاع نہیں میں نے شیخ کو دیکھا تک نہیں۔ خادم مذکور نے واپس ہو کر یہ تفصیل آپ کو بتائی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کاذبہ نے لڑکے کو کھو دیا اور اپنی جان بھی ہلاکت میں ڈال دی۔ چنانچہ اگلا سال دایہ اور وہ لڑکا دونوں فوت ہو گئے۔ کتاب مذکور میں یہ بھی منقول ہے کہ ایک دفعہ روافض کی ایک جماعت نے جو ابراہیم قطب شاہ کی مصاحب تھی، قطب شاہ سے کہا کہ اس زمانہ میں شیخ بدرالدین مقتدائے اہل اسلام ہیں۔ اگر وہ ہمارا مذہب قبول کر لیں تو بہت سارے لوگ ان کی متابعت کریں گے۔ چنانچہ یہ بات قرار پائی کہ قطب شاہ کی جانب سے ایک مکتوب لکھ کر آپ کو بلوایا جائے۔ حضرت شیخ کے بعض مریدین جو اس وقت موجود تھے۔ اس واقعہ سے حضرت کو آگاہ کر دیا۔ حضرت شیخ بدرالدینؒ اس واقعہ سے مطلع ہونے کے بعد حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہٗ کی روح پر نور سے متوجہ ہوئے۔ اسی رات آپ نے خواب دیکھا کہ حضور غوث الثقلین فرما رہے ہیں کہ اے فرزند جاؤ اور کچھ خوف نہ کرو۔ وہ تمہارے آگے ایسی حرکات نہ کر سکیں گے۔ پس آپ عازم گولکنڈہ ہوئے۔ قطب شاہ کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ آپ کے استقبال کے لئے نکلا۔ اور شرف قدمبوسی حاصل کیا اور کمال ادب سے آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ حق تعالےٰ نے اس کے دل میں ایسی ہیبت ڈال دی کہ حرکت تک نہ کر سکا اور جو کچھ سوچا تھا اس کا اظہار نہ کر سکا۔ دوسرے روز قطب شاہ کے ارکان دولت کو جو تمام کے تمام افاضل علماء سے تھے، جمع کیا گیا اور یہ بات قرار پائی کہ کیونکہ شیخ بدرالدین مرجع علماء ہیں اور مولانا خواجگی بھی قدوۂ دانشمنداں ہیں۔ ان کے درمیان مباحثہ ہو تو یہ ظاہر ہو جائے گا کہ ان میں کون زیادہ صاحب فضیلت ہے۔ الغرض حضرت شیخ اور مولانا خواجگی کو طلب کیا گیا۔ جب حضرت پہنچے تو سب تعظیماً ایستادہ ہو گئے۔ آپ پر نظر پڑتے ہی مولانا خواجگی کے دل میں ایسی دہشت طاری ہوئی کہ وہ بھی آپ کے مریدین کی طرح سرنگوں ہو کر بیٹھ گئے اور

رسالہ جو مباحثہ کی غرض سے اپنے ہاتھ میں لے کر آئے تھے، ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ کیا رسالہ لائے ہو، مجھے دو تاکہ میں بھی دیکھوں کہ یہ کیا ہے۔ لیکن مولانا خواجگی پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔ آپ تھوڑی دیر وہاں تشریف فرما رہے اور واپس ہو گئے۔ سب لوگ بشمول مولانا خواجگی اور سلطان ابراہیم قطب شاہ حیران و ششدر رہ گئے۔ حاصل کلام یہ کہ آپ کے کمالات اور خوارق عادت اتنے ہیں کہ قید تحریر میں نہیں آ سکتے۔ آپ کے کمالات کا اسی سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب پہنچا۔ سردی کی شدت کی وجہ سے آپ گفتگو نہ فرما سکتے تھے۔ جہاں تک اوراد کا تعلق تھا آپ ان اوراد کو بہت فصاحت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ آپ اتنے مضمحل ہو گئے تھے کہ دوسروں کی امداد کے بغیر بیٹھ نہ سکتے تھے۔ لیکن جب نماز کا وقت قریب آتا تو آپ کے پلنگ کے قریب ایک تختے پر مصلا بچھا دیا گیا تھا۔ آپ اس پر بغیر کسی کی مدد کے اتر کر بیٹھ جاتے اور نماز ادا فرماتے۔ جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو پھر اپنے بستر پر جانے کی سکت آپ میں نہ رہتی جس کی بنا پر لوگ آپ کو اٹھا کر بستر پر لٹا دیتے۔ جب وقت آخر قریب پہنچا تو اپنے تمام صاحبزادوں اور مریدوں کو جمع کیا اور بزبان فصیح فرمانے لگے کہ میری زندگی کے صرف تین روز باقی رہ گئے ہیں۔ میں نے حق تعالیٰ سے ان تین دنوں کی مہلت اس لئے طلب کی ہے کہ میں اپنے بقیہ اوراد تمام کر لوں تم کو ضروری وصیتیں کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ ان تین دنوں میں خاص و عام کوئی بھی کارہائے دنیاوی میں مشغول نہ ہوں اور اذکار ربانی کے علاوہ کچھ اور کلام نہ کریں۔ پھر آپ نے اپنے تمام صاحبزادوں کو نعمت قادریہ اور اجازت مطلقہ سے سرفراز فرمایا اور انہیں خرقۂ خلافت پہنایا۔ اپنے والد بزرگوار کے روضۂ مبارکہ کی تولیت آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت شیخ احمد کے تفویض فرمائی اور روضہ کی خدمت کے لئے سخت تاکید فرمائی۔ اس کے بعد آپ سب سے منہ پھیر کر مشغول بحق ہو گئے۔ اور ہاتھ میں تسبیح لے کر زبان سے اللہ اللہ کا ورد کرنے لگے۔ اس اثناء میں دیکھا گیا کہ آپ کا دست مبارک بالائی سمت بلند ہوا اور اسی طرح حالت ذکر میں آپ کی روح

جسد عنصری سے پرواز کر گئی۔ آپ کی وفات ۹۸۱ھ میں بتاریخ ۲۸ ذیلعقدہ واقع ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر شریف (۹۶) سال کی تھی۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے جن کے اسماء گرامی حسب ذیل تھے:۔

(۱) شیخ محمد (۲) شیخ احمد (۳) شیخ ابراہیمؒ اور (۴) شیخ علی

شیخ محمد کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام شیخ بدرالدین تھا۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے شیخ احمد کے ایک فرزند تھے یعنی شیخ عبدالقادر مصنف رسالہ معدن الجواہر۔ حضرت شیخ ابراہیم کے دو صاحبزادے تھے۔ دونوں لاولد فوت ہوئے۔ اور حضرت شیخ علی کے بھی دو صاحبزادے تھے۔ ان کے منجملہ حضرت شیخ عبدالقادر اپنے والد کے بعد متولیٔ روضۂ مبارکہ ہوئے۔ آپ کی آٹھ بہنیں تھیں۔ ان کے منجملہ بی بی مریم صاحبہ شیخ مصطفیٰ نوری بن شیخ زین الدین شبلی کے حبالۂ عقد میں آئی تھیں۔ باقی بہنوں کے احوال رسالۂ معدن الجواہر میں تفصیلاً مرقوم ہیں جو مطالعہ سے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ صاحب رسالۂ مکاشفہ فرماتے ہیں کہ شاہ مصطفیٰ نوری شبلی، حضرت سید میران حسینؒ بغدادی کے ہم زلف تھے۔ لیکن معدن الجواہر میں اس کے خلاف تحریر کیا گیا ہے۔ ممکن ہے کہ ان دونوں خاندانوں میں من بعد اس طرح کا رشتہ رہا ہو۔ یہی وجہ ہم زلف کی شہرت کا باعث ہوئی ہوگی۔ واللہ اعلم۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ حضرت میران حسینی بغدادی کی اولاد کا مادری سلسلہ ملتانی تھا۔

الغرض حضرت شیخ بدرالدین بن محمد ملتانی کو آپ کی وفات کے بعد ایک مقام پر دفن کیا گیا۔ چھ مہینے کے بعد آپ نے اپنے صاحبزادوں اور مریدوں کے خواب میں آکر فرمایا کہ جہاں مجھے دفن کیا گیا وہ مقام کچھ موزوں نہیں ہے وہاں سراب ہے۔ مجھے وہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کر دو۔ جب دوسری دفعہ بھی اسی طرح کا خواب نظر آیا تو جرأت کر کے آپ کی قبر کو کھولا گیا تو دیکھا گیا کہ اس میں پانی بھرا ہوا ہے۔ سارا پانی نکالا گیا تو آپ کا جسد مبارک اسی طرح تر و تازہ تھا جیسا کہ اسی روز آپ کو دفن کیا گیا ہو۔ وہاں آپ کے مخالفین میں سے ایک شخص موجود تھا۔ اس نے از روئے امتحان آپ کی ریش مبارک پکڑ کر کھینچی لیکن وہ جدا نہ ہو سکی لیکن اس سوئے ادبی کی پاداش

میں وہ شخص انواع واقسام کی تکالیف میں مبتلا ہوگیا۔ الغرض آپ کو وہاں سے موجودہ روضہ میں منتقل کیا گیا۔ صاحب معدن الجواہر یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ حسنؒ مہدی جو صالحین سے تھے چند روز آپ کے روضہ مبارکہ کے مجاور رہے۔ وہ کہتے تھے کہ میں ہر رات کو آپ کی مزار سے غلاف اتار لیتا اور صبح کو پھر اوڑھا دیتا۔ ایک دن میں بوقت ظہر روضۂ مبارکہ میں داخل ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نورانی صورت کے صاحب جو سر پر عمامہ باندھے ہوئے ہیں۔ قبر کے نزدیک ایستادہ ہیں۔ میں خوفزدہ ہوکر گر پڑا۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ آؤ، کچھ خوف نہ کرو کہ میں بدرالدینؒ صاحب مرقد ہوں اور تم سے کہہ رہا ہوں کہ بار دگر میری قبر سے غلاف نہ ہٹانا۔ جیسا کہ انسان کا لباس ہوتا ہے اسی طرح قبر کے لئے غلاف ہوتا ہے۔ اتنا کہہ کر آپ میری نظر سے غائب ہوگئے۔ معدن الجواہر میں یہ بھی درج ہے کہ آپ کے بڑے بھائی حضرت مخدوم جی فرماتے تھے کہ ہر چند کہ ہم سب حضرت شیخ محمد ملتانی کے فرزند ہیں لیکن شیخ بدرالدین کو حضرت سے نسبت خاص تھی۔ یہ بھی مسطور ہے کہ کسی بھائی کو کوئی مہم درپیش ہوتی تو وہ اپنے بھائی بدرالدین سے بیان کرتے اور وہ اپنے والد ماجد سے رجوع کرتے اور ان کا جواب انھیں پہنچا دیتے۔ از روئے ادب ان میں سے کوئی بھی راست گفتگو نہ کر سکتا تھا۔ صاحب معدن الجواہر یہ بھی لکھتے ہیں کہ شیخ بدرالدین فرماتے تھے کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سر پر ہما سایہ فگن ہے۔ جب میں بیدار ہوا تو اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ میرے بڑے بھائی حضرت مخدوم جی بھی اس وقت موجود تھے۔ اس سے پہلے کہ حضرت محمد ملتانی کچھ فرماتے، میرے بھائی نے کہا کہ سلاطین وقت آپ کے مطیع و منقاد ہوں گے۔ پھر میرے والد نے فرمایا کہ اس وقت مخدوم جی نے جس طرح کہا ہے ویسا ہی ہوگا۔ بے شک ایسا ہی ہوا کہ تمام سلاطین دکن آپ کے معتقد رہے۔ جو کچھ آپ حکم دیتے تو وہ فوراً اس کی تکمیل کرتے۔ اپنی عظمت وشان کے باوجود آپ نہایت منکسر المزاج اور خوش خلق تھے۔ فقراء اور مساکین کے ہم صحبت رہتے اور سادات کی بے انتہا تعظیم کیا کرتے۔ فقراء اور غرباء کی خدمت کیا کرتے۔ ان کی بدخوئی کو نظر انداز کر دیتے۔ اگر ان سے کوئی ناروا بات سرزد ہوجاتی

آپ صبر و تحمل سے کام لیتے۔ کتاب مذکور میں یہ بھی منقول ہے کہ ایک دن ایک درویش نے چاقو کھینچ کر آپ کے گریبان پر ہاتھ ڈال دیا اور سینہ پر چاقو رکھ دیا۔ حاضرین مجلس نے اس سے انتقام لینا چاہا لیکن آپ نے انھیں منع فرما دیا اور راضی بقضائے الٰہی رہے۔ اس درویش نے جب یہ حال دیکھا تو چاقو پھینک کر آپ کے قدموں پر گر پڑا۔ اور کہنے لگا کہ اگر مجھے کوئی دوسرا خیال ہے تو خود میرا دوسرا ہاتھ کٹ جائے۔ میں نے آپ کو ایک ایسا پیشوا پایا کہ جس کی مثال پہاڑ کی مانند ہے جو اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتا۔ کتاب مذکور میں یہ بھی تحریر ہے کہ آپ اپنے تمام پیروں کا عرس کرتے، سماع سنتے، اور وجد اور رقص فرماتے تھے۔ جس وقت آپ کو وجد ہوتا تو اس کا اثر تمام حاضرین مجلس پر موثر ہوتا۔ اگر کوئی شخص آپ سے استدعا کرتا تو آپ قبول فرماتے اپنی شان و شوکت کا خیال نہ کرتے بلکہ ہمیشہ منکسر المزاجی سے پیش آتے۔ کوئی شخص اعلیٰ ہو یا ادنیٰ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو کھڑے ہو کر اس کے سلام کا جواب دیتے اور اپنے ضعف کا خیال نہ فرماتے۔ جو غذا بھی آپ کو لذیذ محسوس ہوتی آپ اس سے ہاتھ کھینچ لیتے اور اس کو فقراء میں تقسیم فرما دیتے۔ کبھی آپ کے پاس دو پیراہن نہ ہوتے۔ باریک کپڑا پہنتے اگرچہ صوف فقرا کا لباس ہے مگر آپ اسے استعمال نہ فرماتے۔ جب آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ میں نے کبھی اپنے والد بزرگوار کو صوف کا لباس پہنتے ہوئے نہ دیکھا۔ اگر کسی شئے پر خدائے تعالیٰ کا نام لکھا ہوا پاتے تو احتراماً کرسی پر نہ بیٹھتے۔ اور اگر کسی چیز پر تصویر کندہ ہوتی تو اس کو چھونے سے پرہیز کرتے۔ احکام شریعت کی پابندی میں خاص اہتمام فرماتے۔ نشہ آور چیزوں کا نام تک آپ کو معلوم نہ تھا چنانچہ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں خرابویہ (جو نشہ آور ہوتا ہے) ہدیۃً پیش کیا۔ آپ نہ جانتے تھے کہ یہ کیا چیز ہے چنانچہ آپ اسے لیے ہوئے اپنے والد کے روضہ میں داخل ہوئے اور اس شخص سے پوچھا کہ کیا تم نے کبھی قلفل دیکھا ہے تو اس نے کہا کہ یا شیخ یہ قلفل نہیں بلکہ خرابویہ ہے۔ آپ نے یہ سنتے ہی اس کو پھینک دیا اور پانی منگوا کر ہاتھ دھو لیے۔ الغرض جو چیز شرعاً متفق علیہ ہوتی تو آپ اس کو استعمال فرماتے اور جو چیز مشتبہ ہوتی ہے تو اس پر عمل کرنے سے لوگوں کو بھی منع

فرماتے۔ اور اگر مخالفین شرع میں جانے کا اتفاق ہوتا تو ہر روز ان کو علوم ظاہری کے علاوہ دیگر علوم کی بھی تلقین فرماتے۔ چنانچہ گجرات اور دکن کے علما، آپ کو سیبویہ[1] ثانی کہتے۔ آپ علم باطنی میں اس قدر کامل تھے کہ اہل تصوف میں بعض لوگ آپ کو شبلیٔ وقت کہتے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

عارف نامی، شیخ گرامی، فخر المتاخرین، مولانا عبدالرحمٰن جامی

آپ حضرت مولانا سعد الدین کاشغری کے مرید تھے۔ آپ کا لقب عماد الدین اور نور الدین تھا اور تخلص جامی فرماتے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی احمد بن محمد دشتی تھا۔ دشت صفاہان کے ایک محلہ کا نام ہے۔ صاحب سفینۃ الاولیاء تحریر فرماتے ہیں کہ آپ حنفی المذہب تھے۔ اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ آپ نے مذہب شافعی اختیار کیا تھا یہ خلاف واقعہ ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے مولانا زین الدین محمود قواس سے اس بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ خلاف واقعہ لوگوں نے ایسا مشہور کر دیا ہے۔ الغرض مولانائے موصوف عالم، فاضل، عارف کامل، ذوالفنون، جامع علوم ظاہری و باطنی، مقبول عالم اور ماوراء النہر و خراسان کے مقتدائے وقت تھے۔ سلطان حسین مرزا کو آپ سے بہت عقیدت تھی۔ کتاب مذکور میں یہ بھی مسطور ہے کہ آپ مولانا سعد الدین کاشغری کے اکمل و افضل مریدین سے تھے۔ جب آپ مولانا سعد الدین کی خدمت میں پہونچے تو انھوں نے فرمایا کہ دیکھا شاہباز زیر دام آیا۔ بہ ایام طفولیت شہر خراسان میں آپ خواجہ محمد پارسا کی صحبت میں رہے اور خواجۂ مذکور نے ایک مصری کا ٹکڑا آپ کے منہ میں ڈال دیا۔ خواجہ عبید اللہ احرار

---

[1] سیبویہ فقہ کے امام تھے۔

آپ کی نہایت تعظیم و تکریم فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ اپنے مکاتیب میں وہ بکمال محبت بطور عرضداشت آپ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ خراسان میں ایک آفتاب ہے۔ لوگ تلاش ہدایت میں ماوراالنہر کی طرف جاتے ہیں کیونکہ اس بزرگ نے اپنا حال پوشیدہ رکھا ہے اور درویشی اور کرامات کا مطلقاً اظہار نہیں فرماتے اور کہتے ہیں کہ مجھے کشف و کرامات پر اعتماد نہیں۔ لہٰذا آپ خود کو لباس شاعری میں مستور رکھتے۔ اور فرماتے کہ اپنے حال کو پوشیدہ رکھنا اس طریقہ کی اولین شرط ہے۔ شغل باطن سے ایک لمحہ بھی آپ غافل نہ رہتے۔ آپ فضیلت میں ایک بحر مواج تھے۔ ایسی جامعیت کے حامل بہت کم گزرے ہیں۔ حق تعالےٰ نے آپ کو نفس قدسی کی نعمت عطا فرمائی تھی اور آپ کے بہترین اشعار وہ ہیں جو حقائق و معارف پر مشتمل ہیں۔ کتاب مذکور میں یہ بھی مرقوم ہے کہ حضرت مولانا پر ابتدا ہی سے مرتبۂ کمال، کشش عشق، اور جذبۂ محبت الٰہی کا غلبہ رہتا تھا۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں کہ ؎

متاب از عشق رو گرچہ مجازیست
کہ از بہر حقیقت کارسازیست

اگرچہ جمال باطن ظاہر سے تعلق رکھتا ہے لیکن درحقیقت اس کی حقیقت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ عارف کامل کثرت میں بھی جلوۂ وحدت دیکھتا ہے اور بجز ذات یکتا کے کسی اور کی جستجو نہیں ہوتی۔ لیکن اوافر حال میں تمام تعلقات سے آپ نے اجتناب کیا اور فرمایا کرتے تھے کہ محب وہ ہے جو اپنے محبوب کے سوا سب سے ترک تعلق کرلے اور اس کا وجود سرتاپا محبوب میں فانی ہو جائے۔ سفینۃ الاولیاء میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ ہمیشہ وجد و ذوق کے عالم میں رہا کرتے کبھی کبھی سماع بھی سن لیا کرتے۔ لیکن فہم طبیعت کا یہ حال تھا کہ اس سے بالاتر کسی چیز کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نہایت صاحب اخلاق اور خوش گفتار تھے۔ اور نہایت لطیف مطالب بیان فرماتے۔ آپ کی تصانیف کی تعداد (۴۴) ہے جو مقبول عام ہیں اور ان میں نکتہ چینی کی کسی کو جرأت نہیں ہو سکتی۔ شواہد النبوۃ اور نفحات الانس جن میں سخنان لطیف اور نکتہ ہائے دقیق تحریر کئے گئے ہیں۔ آپ کی تصانیف کی دو آنکھیں ہیں۔ مثنوی میں یوسف زلیخا اور غزلیات

یہ دیوان اوّل آپ کی بے نظیر تخلیقات ہیں۔ کتاب مذکور میں یہ بھی ہے کہ مولانا کی فصاحت وبلاغت کی دلیل خود آپ کا کلام ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کے زمانہ کے کسی عالم نے آپ پر زبان طعن وتشنیع دراز کی تھی۔ فقرا نے اس کو بہت منع کیا۔ اس کی وفات کے بعد ایک فاضل نے جو خود عالم وعامل تھے۔ اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ بہت مضطر الحال ہے۔ جب انھوں نے اس کا سبب اضطراب دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں جنت کے دروازے تک پہنچ گیا تھا اور اندر داخل ہونا چاہتا تھا کہ جامی آئے اور میرا دامن پکڑ کر مجھے اندر جانے سے باز رکھا۔ چونکہ میں مولانا کا منکر تھا۔ حضرت کی خدمت میں تم جا کر میری جانب سے معذرت خواہی کرو اور عرض کرو کہ وہ میرے قصور فرمائیں۔ الغرض آپ کے کمالات اتنے ہیں کہ اس مختصر رسالہ میں ان کی تفصیل ممکن نہیں۔ آپ کی وفات حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کی وفات کے تین سال بعد بتاریخ ۱۸ محرم روز جمعہ ۸۹۸ھ واقع ہوئی۔ اور آپ اپنے پیر ومرشد کی مزار کے متصل خیابان ہرات میں مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

محرم اسرار نور، واقف معانی وحضور، مولانا عبد الغفور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا لقب رضی الدین تھا اور آپ کا اصلی وطن لار تھا اور آپ اس مقام کے اکابرین میں شمار ہوتے تھے۔ آپ مولانا عبد الرحمٰن جامی کے مرید کامل اور شاگرد رشید تھے چنانچہ حضرت جامی آپ کے بارے میں فرماتے تھے کہ ؎

آنکہ فہم و دانشش مرغی بود شکاری　　بازیست تیز پرواز عبد الغفور لاری

کہتے ہیں کہ مولانا جامی بہت کم مرید کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرا ایک مرید کامل میرے بیٹے کی مانند ہے اور آپ کا یہ اشارہ ملا عبد الغفور کی طرف تھا۔ جو کامل وقت تھے۔ آپ کو علوم ظاہری وباطنی پر قدرت کاملہ حاصل تھی۔ چنانچہ

ملا جامی اور نفحات الانس پر حاشیہ تحریر کیا۔ اور ان کتابوں کی مستعملہ لغات کی تشریح بھی فرمائی۔ آپ کو اپنے پیر سے دلی لگاؤ اور محبت تھی۔ مولانا کی وفات کے بعد بھی آپ حضرت کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ کی وفات بتاریخ ۵ / شعبان المعظم، طلوع آفتاب کے بعد ۹۱۲ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کی قبر حضرت مولانا جامی کی مزار کے متصل خیابان ہرات میں واقع ہے۔ حضرت محمد دارا شکوہ قادری فرماتے تھے کہ سعادتمند مرید وہ ہے جو مرنے کے بعد بھی مرشد کی خدمت میں رہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

شیخ وحید، شاہ مجید، پیر وقت، خواجہ عبدالرشید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے پوتے تھے۔ صاحب سفینۃ الاولیاء فرماتے ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے، تو آپ کو خواجہ عبید اللہ احرار کی خدمت میں لیجایا گیا۔ حضرت نے آپ کو اپنی گود میں لے کر فرمایا کہ یہ بچہ عارف ہوگا۔ حضرت خواجہ کی برکت کے انفاس سے آپ نے کمالات ظاہری و باطنی میں درجۂ کمال حاصل کر لیا اور آپ سے کرامات اور خوارق جلیہ ظاہر ہونے لگے۔ جب آپ ہندوستان تشریف لائے تو یہاں کے اکثر لوگ آپ کا اعزاز و احترام بجا لائے اور آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ آپ اپنے آبا و اجداد کے طریقۂ سلوک کے پیرو تھے۔ اٹھارہ سال تک ہندوستان میں رہے۔ ۹۸۲ھ میں فرمایا کہ ہماری رحلت کا وقت قریب آ چکا ہے اور میں اس پر مامور ہوں کہ اپنے اس ڈھانچے کو آبا و اجداد کے مقبرہ میں پہنچا دوں جو سمرقند میں واقع ہے۔ یہ فرمانے کے ساتھ ہی آپ سمرقند کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور سمرقند پہنچنے کے دو تین روز کے بعد ہی آپ کی وفات واقع ہوئی۔ آپ کی مزار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے روضہ میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

شیخ اجلالی، فرد ابدالی، مقتدائی وقت میر سید ابوالمعالی

آپ سادات صحیح النسب اور اصحاب کرامات و خوارق سے تھے۔ سلسلہ قادریہ میں آپ حضرت شیخ داؤد چھنی وال کے مرید تھے جن کا ذکر گزر چکا ہے۔ صاحب سفینۃ الاولیاء فرماتے ہیں کہ آپ نے تیس سال ریاضات و مجاہدات میں بسر کرنے کے بعد لاہور کی سکونت اختیار کر لی۔ مولانا آخوند فرماتے ہیں کہ ایک روز میں اپنے استاد ملاں نعمت اللہ کے ساتھ جو عالم، فاضل اور عامل تھے، حضرت شاہ ابوالمعالی سے ملنے گیا۔ ہم وہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص کو خیال گزرا کہ اگر واقعی آپ صاحب کرامت ہیں تو اپنی تسبیح مجھے دے دیں گے۔ اسی وقت آپ نے اپنی تسبیح اسے دیدی اور فرمایا کہ جب کبھی تم ہاتھ میں تسبیح لو تو سو مرتبہ "داؤد" کا ورد کیا کرو۔ ملاں نعمت یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے دل میں خطرہ گزرا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے ارادت تمام حاصل ہے لیکن حضرت بھی اس سے مطلع ہیں یا نہیں۔ اسی شب میں میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی سبب سے میں مجبور اور بے لباس ہو گیا ہوں اور میں سر برہنہ ہوں۔ اسی وقت حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری ہوئی اور آپ نے مجھے ایک سفید عمامہ عنایت فرمایا اور کہا کہ ملاں نعمت میں تم سے باخبر ہوں۔ دوسرے روز حضرت شاہ ابوالمعالی نے مجھے طلب فرمایا، ایک سفید عمامہ مجھے عطا کیا اور کہا کہ یہ وہ رات والا عمامہ ہے۔ شاہ نعمت اللہ کی ولادت ۹؍ ذی الحجہ سنہ ۹۶۰ھ اور ان کی وفات ۱۶؍ ربیع الاول سنہ ۱۰۲۴ھ کو واقع ہوئی۔ ان کی مزار شہر لاہور میں واقع ہے۔ تحفۃ القادریہ میں انھوں نے حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے تمام احوال جمع کئے ہیں۔ اور انکو حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے کمال عقیدت تھی اور اکثر اوقات حضرتؓ کی روحانیت سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ذکر شریف

ساحل پُر موجے، طائر بلند اوجے، قبلۂ وقت سید سلطان براوجے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شاہ بہروجی کے لقب سے مشہور تھے۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد فرماتے تھے کہ آپ درویش صاحبدل اور صاحب تصرف تھے۔ شیخ علاء الدین اجودھنی کے مرید تھے لیکن آپ کی تعلیم و تلقین مشرب شطاریہ میں ہوئی تھی۔ لباس تا بجد ستر عورت استعمال کرتے اور اکثر اوقات برہنہ سر رہتے فقراء کے ساتھ نشست و برخاست کیا کرتے۔ تنہائی پسند نہ تھے۔ اکثر ذکر جلی فرمایا کرتے تھے۔ اور اسکی ضرب قلب صنوبری پر لگاتے جس کی آواز سندان پر ضرب لگانے کے مانند ہوتی۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ میرے والد ماجد یہ بھی فرماتے تھے کہ ابتدائے حال میں ایک دن آپکی خدمت میں حاضر تھا آپ کتابت میں مشغول تھے اور میں سر جھکائے ہوئے ذکر میں مصروف بیٹھا رہا۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے غصہ سے میری جانب نظر کی اور اسکے بعد ہی مسکراتے ہوئے اٹھے اور مجھے لپٹا لیا اور بہت مہربانی سے پیش آئے مجھے اس تبدیلی حال کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی جب میں آپ کے پاس سے نکلا تو آپ نے خود اس واقعہ کا ذکر ایک مجلس میں کیا فرمایا کہ اس روز ایک جوان میرے پاس آیا اور اس کا دل ذکر حق میں مشغول تھا مجھے اسے دیکھ کر غیرت آئی اور میں نے اسکے دل پر طمانچہ لگانے کا ارادہ کیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ تشریف لا کر فرما رہے ہیں کہ یہ لطف و مہربانی کا موقع ہے۔

اخبار الاخیار میں یہ بھی مرقوم ہے کہ آپ کو ایک ہندو عورت سے عشق ہو گیا تھا جو آپکی برکت سے مشرف باسلام ہو چکی تھی اس عورت کی قوم محمد زماں سے سامنے فریاد خواہ ہوتی جو سلطان ظہیر الدین محمد بابر کے امراء سے تھا اس نے شیخ کو حکم دیا کہ اس عورت کو اپنے گھر سے نکال دیں ورنہ آپ کو اسکی سزا دیجائیگی۔ حضرت شیخ ہاتھ میں تلوار لے کر باہر نکلے اور فرمایا کہ وہ مسلمان ہو چکی ہے اس کو کافروں کے حوالے کرنا درست نہیں ہے اگر جنگ کا ارادہ ہے تو آؤ

اور دیکھو کہ خدا کیا کرتا ہے۔ شیخ کے اس ارشاد سے اس امیر کے دل پر رعب طاری ہو گیا اور وہ پشیمان ہو گیا آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گزرا رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

عاشق باری، واحد ساری، قطب زماں شیخ محمد مودود لاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ علم توحید کے ماہر تھے۔ صاحب اخبار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ اس دیار میں تشریف لائے تو شیخ امان پانی پتی کے ہم صحبت ہو گئے اور شیخ امان نے آپ سے علم توحید، علم کتاب اور فصوص الحکم کا استفادہ کیا۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب رات ہوتی تو آپ حالت ذوق میں سرگرم ہو جاتے اور فرماتے کہ دوستو یہ دیوانہ کی گفتگو کا وقت ہے۔ کتاب بند کر دو اور میری بات سنو اس کے بعد آپ اسرار و حقائق و معارف کی باتیں الہاماً بیان فرماتے۔

صاحب اخبار الاخیار یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ کے بعض نادر علوم جیسے علم کیمیا وغیرہ پر مہارت حاصل تھی۔ اکثر آپ حضرت شیخ امان سے فرمایا کرتے کہ میں ثمرہ دار درخت ہوں مجھ سے جسقدر ثمرہ حاصل کر سکتے ہو کر لو۔ وہ عرض کرتے کہ آپ کی زبان مبارک سے جو توحید کی باتیں سننے میں آتی ہیں وہ کیمیا سے بڑھ کر ہیں یہی بات کافی ہے۔ آپ حضرت شیخ امان کے متعلق فرمایا کرتے کہ مجھے ایک جوہر قابل ملا لیکن افسوس کہ اسکی صرف ایک ہی آنکھ روشن ہے۔

الغرض ایک مدت مدید تک آگرہ میں مقیم رہے اس کے بعد شیخ امان سے ربط و محبت کی وجہ سے پانی پت منتقل ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔ آپ کی اور شیخ امان کی مزاریں ایک ہی جگہ واقع ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مشکوٰۃ بست و چہارم

ذکر شریف

قطب اعظم، فرد افخم، شیخ المعاصر والعوالم سیدنا سید شاہ ناصر الدین ہاشم الحموی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے پدر بزرگوار کا نام سید قطب الدین محمد بن شہاب الدین احمد تھا۔

صاحب رسالہ مکاتحفہ تحریر کرتے ہیں کہ آپ عارف کامل اور شیخ محقق تھے۔ تمام علوم ظاہری و باطنی اپنے والد ماجد سے حاصل کئے تھے۔ زاہد و عابد وقت تھے۔

چنانچہ صاحب تحفۃ الابرار رقمطراز ہیں کہ وھو کان شیخًا وصالحًا وعابدًا و زاھدًا وعالمًا وعاملًا من الخیر والصلاح توفی بحماہ الی رحمۃ اللہ تعالی واعقبہ ولدًا ذکرًا سماہ الشیخ عارف الحموی بن ھاشم بن قطب الدین المذکور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

یعنی حضرت سیدنا سید ناصر الدین ہاشم شیخ وقت، صالح زماں، عابد روزگار، زاہد عصر، عالم یگانہ اور نیک کردار و ارباب خیر و صلاح تھے۔ آپ کی وفات حماۃ شریفہ میں واقع ہوئی۔ اور آپ کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام شیخ عارف الحموی بن ہاشم بن قطب الدین مذکور تھا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

صاحب رسالۃ الوصال جو شاہ قاسم سلیمانی کے مریدین سے تھے لکھتے ہیں کہ سید شرف الدین حسین بن سید صالح عارف کو اپنے والد ماجد حضرت سید عارف سے ارادت و خلافت تھی اور انکو سید زین الدین عبد الباسط سے اور انکو اپنے والد سید شہاب الدین احمد سے اور انکو اپنے والد سید بدر الدین حسن اور انکو سید علاء الدین علی المتقدم سے بیعت و خلافت تھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

سید عارف الحموی اور سید احمد الحموی باہم چچازاد بھائی تھے۔ کتاب مذکور میں یہ بھی درج ہے کہ کہ سید احمد الحموی مذکور کا سلسلہ نسب یہ ہے سید احمد بن سید محمد الحموی بن سید عبدالباسط بن سید شہاب الدین احمد اور سید عارف الحموی کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے :۔

سید عارف الدین بن ہاشم بن قطب الدین محمد بن شہاب الدین احمد اسطرح سید عبدالباسط اور سید قطب الدین محمد قادری حقیقی بھائی تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما

صاحب تحفۃ الابرار نے بھی یہی سلسلہ نسب باسناد صحیح نقل کیا ہے۔ حضرت سید ناصر الدین ہاشم قادری کی مزار باب الناعورہ میں اپنے آباؤ و اجداد کی مزاروں کے قریب واقع ہے۔ آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

ذکر شریف

نور نبوی شریف العلوی مرشد وقت سید محمد الحموی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے :۔ سید محمد الحموی بن سید عبدالباسط حموی بن سید شہاب الدین احمد الثانی بن سید بدرالدین حسن بن سید علاء الدین المذکور۔

صاحب رسالہ مکاشفہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سید محمد الحموی۔ جناب عالی سید شاہ لاابالی الحموی کے چچا کے جد اعلیٰ تھے جنکا ذکر آگے تحریر کیا جائے گا۔ سید محمد حموی کو دو صاحبزادے تھے پہلے سید شرف الدین اور دوسرے سید احمد حموی رحمۃ اللہ علیہما سید شرف الدین کے ایک صاحبزادے تھے جن کا اسم گرامی سید شمس الدین محمد اور ان کے ایک فرزند جنکا نام سید حسین شامی تھا اور جن سے شاہ قاسم سلیمانی نے بیعت کی تھی ان کا تعلق قوم افغان ضبل سے تھا اور وہ گروہ سلیمانیہ کے مقتدا تھے جو سلسلہ عالیہ قادریہ کی شاخ ہے حضرت شاہ قاسم سلیمانی مذکور کی قبر قلعہ چنار میں واقع ہے اور انکی تاریخ وفات ۱۷ ربجادی الاول سنہ ۱۰۱۶ھ ہے آپ کا تفصیلی ذکر رسالہ الوصال میں مسطور ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عروس خمخانۂ ساقی مظہر جانانۂ ہو الباقی شیخ وقت خواجہ عبد اللہ باقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ باطنی طور پر حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کے مرید تھے اور بظاہر مولانا خواجگی امکنگی کے کے مرید تھے اور وہ اپنے والد مولانا درویش محمد سے ارادت رکھتے تھے ۔

صاحب مراۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ آپ کے ایک مرید کہتے تھے کہ خواجہ باقی کی رحلت کے وقت آپ کے صاحبزادوں کو جمع کیا گیا اور آپ سے دریافت کیا گیا کہ ان بچوں کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے کہا سہ

فرزند بندہ است خدارا غمش مخور ✽ او کیستے کہ بہ زخدا بندہ پرورے

آپکی وفات سنہ ۱۰۱۲ھ میں واقع ہوئی اس وقت آپکی عمر چالیس سال تھی ۔ مزار مبارک دہلی میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

شیخ گرامی ذات سامی خواجہ عبد اللہ الحق جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شیخ احمد جام کی اولاد امجاد سے تھے ۔ موضع زندجان میں مقیم تھے جو ہرات کے توابع سے ہے ۔ صاحب مقامات بلند و کرامات ارجمند تھے ۔ ریاضات و مجاہدات میں بے نظیر تھے آپ صائم الدہر تھے ۔

مولانا آخوند فرماتے ہیں کہ جب عبد اللہ خاں اوزبک ماوراء النہر سے خراساں کی تسخیر کے لئے روانہ ہوا تو زندجان میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ اپنی فوج کا خون بلاوجہ نہ بہاؤ اور صبر

کروکر نو مہینے، نو دن اور نو گھنٹوں کے بعد ہرات کا قلعہ تباہ ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ نے جو مدت بتائی تھی اس کے بعد آپ کا ارشاد حرف بہ حرف پورا ہوا۔ مولانا اخوند اپنے والد ماجد شیخ فصیح الدین سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ ایک رات میں خواجہ عبد الحق کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری کی زیارت کا ارادہ کیا چونکہ رات تاریک تھی آپ نے چاہا کہ چراغ روشن کریں۔ چراغ میں تیل نہ تھا۔ آپ نے چراغ کو پانی سے بھر دیا اور فیتہ کو اپنے لعاب دہن سے تر کرکے چراغ میں داخل کیا اور روشن کر دیا اور اسکو اپنے دست مبارک میں لئے ہوئے روانہ ہوئے۔ ایک فرسنگ چلے ہونگے کہ تیز ہوا چلنی شروع ہوئی۔ لیکن چراغ اسی طرح روشن رہا۔ جب حضرت عبد اللہ انصاری کی مرقد پر پہونچے تو چراغ بجھ گیا۔ زیارت کے بعد چراغ کو پھر روشن کیا گیا۔ اور پھر اسی طرح آپ اسے اپنے ہاتھ میں لئے اپنے گھر واپس لوٹے۔

صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ مولانا اخوند کہتے تھے کہ رحلت کے قریب حضرت خواجہ نے وصیت فرمائی کہ میرے جنازہ کی اس وقت تک نگرانی کرنا جب تک کہ ایک شہسوار نہ آجائے اور نماز جنازہ کی امامت نہ کرے۔ جب حضرت خواجہ واصل بحق ہوئے تو آپ کی وصیت کے مطابق انتظار کیا گیا یہاں تک کہ میرے والد شیخ فصیح الدین ایک ابلق گھوڑے پر تشریف لائے اور نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ حضرت خواجہ کی وفات سنہ ۱۰۰۵ھ میں زندجان میں واقع ہوئی آپ کا مزار زندجان میں واقع ہے۔ حضرت شیخ فصیح الدین مذکور کی وفات بروز پنجشنبہ بتاریخ ۲۲ ر رمضان المبارک سنہ ۱۰۱۹ھ میں واقع ہوئی ان کی مزار لاہور میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف باللہ، نائب رسول اللہ، قطب وقت سید شاہ صبغۃ اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا اسم گرامی مجد الدین شاہ روح اللہ حسینی تھا آپ کی والدہ ماجدہ بھی سیدہ تھیں۔ حضرت شاہ کمال صفی بھروچی کی اولاد سے تھے جو حضرت سید محمد گیسو دراز کے خلیفہ اور داماد تھے حضرت شاہ صبغۃ اللہ

کریم الطرفین تھے۔ سن تمیز کو پہونچنے کے بعد جب حضرت صبغۃ اللہ کو علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل کا شوق پیدا ہوا تو آپ اپنے وطن بھروچ گجرات سے ہجرت کرکے احمد آباد میں حضرت شاہ وجیہہ الدین نصر اللہ العلوی الحسینی کی خدمت اختیار کی اور نو سال تک ان کے مدرسہ میں حصول فیوض میں مشغول رہے اور وجیہہ الدین مذکور سے سند حدیث حاصل کی اور اور انہی سے بیعت و خلافت سے مشرف ہوئے اور تمام سلاسل عالیہ میں اجازت پائی۔

جب حضرت شاہ صبغۃ اللہ اپنے پیر و مرشد کی صحبت میں کامل و مکمل ہو گئے تو اس وقت حضرت شیخ نے فرمایا کہ اپنے وطن جاؤ اور علوم ظاہری و باطنی کی اشاعت کرو اور تمام خواص و عام کو حلقۂ ارادت میں شامل کرکے ان کی تعلیم و تلقین و ہدایت کرو۔

چنانچہ حضرت شاہ صبغۃ اللہ نے اپنے پیر کا حکم بجا لایا اور اپنے وطن لوٹ گئے۔

عبدالفتاح جو حضرت شیخ حبیب اللہ کے مرید تھے مناقب حبیب اللٰہی میں تحریر کرتے ہیں کہ ایک روز شاہ صبغۃ اللہ باغ کی سیر کے لئے گھوڑے پر سوار ہوکر روانہ ہوئے اور طلباء بھی آپ کے ہمراہ رکاب تھے اثناء راہ میں آپ کے دل میں یہ بات آئی کہ مدینہ منورہ جانا چاہیئے فی الفور فرمایا کہ اب باغ کی سیر کا ارادہ چھوڑو اور مدینہ چلو۔ اس دن ایک منزل راہ طے کی جب رات ہوئی تو آپ کی اہلیہ محترمہ جو چنگیز خاں والئ گجرات کی دختر تھیں اس بات کی خبر ہوئی اس نے زاد سفر تیار کرکے فوراً آپ کے پاس روانہ کیا۔ الغرض شاہ صبغۃ اللہ منازل طے کرتے ہوئے مدینہ طیبہ پہونچ گئے اور وہیں سکونت اختیار کی۔ ہر روز صبح و شام آپ حضرت خیر الانام علیہ السلام کی بارگاہ میں زیارت کے لئے حاضر ہوتے اور پائیں کی جانب کھڑے ہوکر آپ پر صلاۃ و سلام عرض کرتے اور از راہِ کمال ادب آپ کبھی حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سرہانے کھڑے نہ ہوئے۔

مناقب مذکور میں یہ بھی منقول ہے کہ ایک روز حسب عادت آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک میں حاضر تھے کہ یکایک حضرت شاہ صبغۃ اللہ کے مکاشفہ میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم رونق افروز ہوئے اور آپ سے فرمایا کہ اب دکن واپس جاؤ میں تمہیں پھر بلا لوں گا۔ چنانچہ آپ رخصت ہوئے اور سلطان ابراہیم عادل شاہ کے عہد سلطنت سنہ ۱۰۰۰ھ میں بیجاپور تشریف لائے اور پانچ سال تک یہیں مقیم رہے اسکے بعد دوبارہ

آپ مدینہ منورہ حاضر ہوئے ۔

ملّاں حبیب اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت شاہ صبغۃ اللہ مدینہ منورہ سے بیجاپور تشریف لائے تو سلطان ابراہیم عادل شاہ نے گذارش کی کہ آپ دوبارہ یہاں سے تشریف نہ لے جائیں اور اپنے اشخاص کو تاکید کی تھی کہ اگر آپ روانگی کا قصد کریں تو مانع و مزاحم ہوں ۔ جب یہ بات حضرت شاہ صبغۃ اللہ کے گوش گذار ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اگر ہم از خود جا رہے ہیں تو مزاحمت ہو سکتی ہے ورنہ کوئی روک نہیں سکتا ۔ چند روز کے بعد ایک دن آپ نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد گئے اور پہلی صف میں نماز ادا کر رہے تھے کہ آپکے مکاشفہ میں شراب اور دیگر نامشروع اشیاء کی دوکانیں نظر آئیں ۔ نماز جمعہ ترک کر کے آپ نے فرمایا اس شہر میں نماز فرض نہیں ۔ یہ بھی فرمایا کہ اس ملک کا حاکم طالب دنیا ہے اگر وہ امر بالمعروف اور تین چیزوں کی نہی کرے تو اللہ تعالیٰ کے ہر ممنوعہ شئے کے معاوضہ میں اس کو ایک ایک شہر عطا کرے گا آزما کر دیکھ لو ۔ پہلی نہی یہ کہ شراب نوشی کی ممانعت کرے اس کے معاوضہ میں اسے گجرات کی بادشاہت ملے گی ۔ میں جنگ کرنے کے لئے نہیں کہتا بلکہ میں خود اسکو اپنے ہمراہ لے جا کر وہاں کے تخت شاہی پر بٹھا دوں گا ۔ اگر ہو سکے تو ایک شراب کی دوکان کی ممانعت پر اکتفا نہ کرے بلکہ دس دوکانیں بند کرا دے اور فاحشہ اور بدکار عورتوں کو عقد کرنے کا حکم دے تو اس کے عوض اس کو ایک اور ملک کی بادشاہت ملے گی ۔ اسطرح کسی رافضی کو کسی ملک کا حاکم نہ بنائے اس کے بدلہ میں بھی ایک اور ملک کی بادشاہت ملیگی میں نے جو کچھ کہا ہے اس پر عمل کرنا دشوار نہیں بعض حاضرین مجلس نے عرض کیا کہ آپ ایسا تصرف فرمائیں کہ یہ تینوں باتیں عملی صورت اختیار کر لیں ۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تصرف کرنے کی کیا ضرورت ہے اگر وہ ممالک دنیا کا خواہشمند ہے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے گا ۔ جب یہ بات بادشاہ تک پہونچی تو اس نے اپنے ارکان دولت سے جو رافضی تھے مشاورت کی ۔ انہوں نے کہا کہ یہ حضرت کا ارشاد بالکل درست ہے لیکن سلطنت کی رونق باقی نہ رہے گی اور لوگوں کی رنجش خاطر کی وجہ سے حکومت میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے ہم کو ایسی تدبیر کرنی چاہیئے کہ آپ یہاں سے مدینہ منورہ منتقل ہو جائیں ۔ آخر الامر بادشاہ نے اپنے ان ارکان دولت کے مشورہ پر اپنے دربار میں بوقت عصر کہا اگر حضرت شاہ

صبغۃ اللہ مدینہ منورہ لیجانا چاہیں تو میں انھیں روانگی کی اجازت دیدونگا۔ حضرت کا ایک مرید صادق عبدالقادر چاشنی گر اس مجلس میں موجود تھا اس نے فوراً یہ اطلاع حضرت کو پہونچا دی۔ حضرت نے نماز مغرب ادا کرنے کے بعد اسی لباس میں جو آپ پہنے ہوئے تھے بادشاہ کے پاس جاکر اس سے وداعی ملاقات کی بادشاہ نے عرض کیا کہ آثار مبارک کی بھی اگر آپ زیارت فرمالیں تو مناسب ہے اور ایک مجوّف چاندی کی نئے آپ کے ہاتھ میں دی آپ نے فرمایا کہ یہ نئ کھولو تاکہ میں آثار مبارک کی زیارت کروں عرض کیا گیا کہ اس بند نئ کو کھولا نہیں جاتا۔ اس پر شاہ صبغۃ اللہ نے وہ نئ اپنے ہاتھ میں لی اور خواجۂ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا۔ شمعیں روشن تھیں اور تقریباً پچاس لوگ اطراف میں حاضر تھے اچانک انہوں نے دیکھا کہ نئ میں سوراخ پیدا ہوگیا اور اس میں سے موئے آثار مبارک جو بہت باریک تھے اور نہ بہت گنجان اور بہت سیاہ تھے اور نہ بہت سفید اور جن کا طول انگلی کے برابر تھا باہر نکل آئے۔ اس کے بعد آثار مبارک اس نئ میں واپس داخل ہوگئے اور سوراخ بھی بند ہوگیا۔ اسکے بعد حضرت روانہ ہوئے اور ایوان حوض شاہ پور میں ٹھہرے اور علی الصبح وہاں سے روانہ ہوکر موضع نگوشہ میں رکے۔ ابراہیم عادل شاہ نے تین ہزار روپے سفر خرچ کے طور پر آپکی خدمت میں روانہ کئے۔ حضرت شاہ صبغۃ اللہ نے شاہ پور میں ہی یہ تمام رقم فقراء میں تقسیم کردی اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا اسکے بعد منزل بہ منزل سفر کرتے ہوئے آپ مدینہ طیبہ پہونچے اور وہاں دس سال تک بقید حیات رہے اور بروز سہ شنبہ بتاریخ ۲۸ جمادی الاول سنہ ۱۰۱۵ھ واصل بحق ہوگئے۔ ارادت مندوں نے چاہا کہ آپ کو مدینہ منورہ سے دور ایک میدان میں دفن کریں تاکہ آپ کی قبر پر قبہ تعمیر کیا جائے اسی سوچ میں تھے کہ ایک مرد غیب نمودار ہوئے اور کہا کہ اگر تم لوگ حضرت کی مرضی جاننا چاہتے ہو تو میں تمہیں وہ مقام بتاؤں گا جو ان کی مرضی کے مطابق ہے۔ پھر اس شخص نے کہا کہ حضرت شاہ صبغۃ اللہ حضرت سیدی سیدنا ابراہیم بن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی گنبد مبارک کے پاس کھڑے ہوکر فاتحہ پڑھی اور یہ آرزو کی کہ آپ کو وہاں دفن کی جگہ میسر آئے اس اشارہ غیب کے مطابق آپ کو ان لوگوں نے وہیں دفن کیا اور ایک سنگ مرمر پر آپکا اسم گرامی کندہ کرکے بر سر مزار نصب کر دیا۔ آپ کی عمر شریف

عمر مسنون یعنی (۶۳) سال تھی۔

وہ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کا عمامہ اور لباس خلافت، مدینہ منورہ سے آپ کے صاحبزادوں کے پاس روانہ کر دیا گیا جو بہروچ میں متوطن تھے آپ کے خلف اکبر ابو المعالی نے کہا کہ میں آپ کی خلافت کے لائق نہیں میرے بھائی شاہ ابو الاعلیٰ اسکے مستحق ہیں اسکے بعد ابو الاعلیٰ مذکور نے جو عالم، عابد اور زاہد تھے اپنے پدر بزرگوار کا عمامہ اپنے سر پر رکھا اور مسند ارشاد پر اپنے والد کے جانشین ہوگئے۔

صاحب تجلیات رحمانی فرماتے ہیں کہ ایک روز مسجد ابراہیم پور میں عارف باللہ شاہ صبغۃ اللہ تشریف فرما تھے کہ آپ کے ایک مرید عبد الصمد حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرا بیت اللہ جانے کا ارادہ ہے اور میں آپ سے رخصت لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے اپنے فرائض سے فرائض سے فراغت حاصل کر لی اور زادِ راہ مہیا کر لی۔ اس نے کہا کہ میں فرائض سے فارغ ہو چکا ہوں اور خرچ راہ کے لئے پانچ سو روپے میرے پاس ہیں۔ آپ نے فرمایا یہاں جو مستحقین بیٹھے ہوئے ہیں ان میں وہ رقم تقسیم کر دو۔ حق تعالیٰ تم کو حج کا ثواب عطا کرے گا۔ عبد الصمد نے اسی وقت وہ رقم تقسیم کر دی۔ جب نماز ظہر کا وقت آیا تو حضرت نے امامت فرمائی اور عبد الصمد اور دیگر لوگوں نے آپ کی اقتدا کی اثناء نماز میں عبد الصمد کی نظروں میں کعبہ پھیر رہا تھا جب عبد الصمد اپنے گھر لوٹے تو رات میں خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ آکر ان سے کہہ رہا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے تم کو ستر حج کا ثواب عطا کیا۔ عبد الصمد نے صبح اٹھ کر حضرت شاہ صبغۃ اللہ سے اپنا خواب کہہ سنایا، حضرت مسکرا کر خاموش ہوگئے۔ جب دو سال کے بعد آپ نے خود بیت اللہ کا ارادہ کیا تو عبد الصمد کو اپنے ہمراہ لے گئے زیارت مکہ معظمہ کے بعد جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو حضور سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک میں حاضری کا ارادہ کیا۔ اور گنبد شریف میں داخل ہوئے گنبد شریف میں ایک جالی ہے جسکے اندر داخلہ ممنوع ہے حضرت اس جالی کے اندر داخل ہوگئے خواجہ سراؤں نے شور و غل کیا کہ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہے چہ جائے کہ آپ اندر داخل بھی ہوگئے اور وہاں بیٹھ بھی گئے۔ حضرت بدستور مستغرق رہے اور ان کا کچھ جواب نہ دیا آخر کار ان خواجہ سراؤں نے جبراً آپ جس قالین پر بیٹھے ہوئے تھے

اس کے کنارے پکڑ کر اٹھالیا اور آپ کو باہر کر دیا اور وہاں دوسری قالین بچھا دی رات میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ان خواجہ سراؤں کے خواب میں تشریف لائے اور ان سے بحالت غضب پوچھا کہ تم میں یہ قدرت کیسے پیدا ہوئی کہ میرے فرزند کو جو میری ملاقات کے لئے آیا تھا میرے پاس بیٹھنے نہیں دیا صبح ہوتے ہی خواجہ سراؤں نے آپ سے معافی مانگی اور گذارش کی کہ آپ گذشتہ دن کی طرح جالی میں داخل ہو کر تشریف رکھیں۔ حضرت نے کوئی جواب نہ دیا اور تین مرتبہ **یا جدّی یا جدّی یا جدّی** کی ندا دی معًا گنبد مبارک سے **یا ولدی یا ولدی یا ولدی** کا جواب آیا اس روز سے اہل مدینہ آپ کے بہت معتقد ہو گئے اور آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

ملاں حبیب اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ صبغۃ اللہ کا مقام خلوت حرم نبوی میں واقع تھا جس میں آپ ہمیشہ مقیم رہتے اور درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے اور آپ کا کتب خانہ بھی وہیں تھا تا حال کسی کو حرم شریف میں اس طرح ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ حضرت نے مدینہ منورہ کو چھوڑ کر کہیں جانا گوارا نہیں کیا بہ ایں خیال کہ کہیں بیرون مدینہ موت نہ آجائے۔

وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت نے شریف مدینہ سے جو حاکم وقت تھا التفات اور اختلاط نہ فرمایا ملازمان نے عرض کیا کہ آپ یہاں تشریف رکھتے ہیں شریف مدینہ سے ملاقات مناسب ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہاں مرنے کے لئے آیا ہوں، مجھے شریف سے کیا سروکار۔

حبیب اللہ مذکور یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ ایک روز آپ مدینہ منورہ میں تشریف فرما تھے اور ملاں احمد مجذوب سورتی اور دوسرے خدام بھی حاضر تھے کہ شریف مدینہ گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کی جانب التفات کئے بغیر جا رہا تھا۔ یہ بات ملاں احمد کو بہت ناگوار گذری انہوں نے تیز نظروں سے اس کی جانب دیکھا وہ فوراً گھوڑے سے گر پڑا۔ شاہ صبغۃ اللہؒ کو ان کی یہ حرکت ناگوار گذری اور آپ نے فرمایا کہ تم یہاں رہنے کے قابل نہیں ہو اپنے وطن واپس جاؤ۔ تمہاری ماں زندہ ہے اور تمہاری منتظر ہے۔ اسکے بعد ملاں احمد اپنے وطن روانہ ہو گئے۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب آپ دوسری مرتبہ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو دس سال تک وہاں سکونت پذیر رہے اپنے انتقال سے پیشتر آپ نے اپنے خلیفۂ کامل شیخ عبدالعظیم مکی کو وصیت فرمائی کہ میری وفات کے دن میرے ایک بھتیجے کی ولادت ہوگی وہ حج بیت اللہ اور میری زیارت کے لئے یہاں آئے گا۔ میرا عمامہ اور اجازت نامہ اسکو پہونچا دینا وہ میرا سجادہ اور جانشین ہوگا۔ اور

کئی لوگ اس کی فیض صحبت سے مرتبہ ولایت پر فائز ہونگے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ میرا سلسلہ جاری رکھے تو وہ اپنے زمانہ میں یکتائے روزگار ہو جائے گا۔ شیخ عظیم نے دریا کے کنارے اپنا حجرہ تعمیر کیا اور آپ کے بھتیجے کی آمد کے انتظار میں وہاں رہنے لگے ایک مدت مدید کے بعد جب عارف حق یہ شاہ کبیر ابن مدرس جوان ہوئے اور ان پر جاذبۂ الٰہی طاری ہوا تو وہ حج بیت اللہ کے قصد سے نکلے۔ شیخ عظیم نے ان سے مل کر شاہ صبغۃ اللہ کی وصیت پر عمل کیا اور خرقۂ خلافت اور اجازت نامہ انکے حوالہ کر دیا۔ حضرت شاہ محمد مدرس کے مناقب و فضائل مناسب مقام پر نقل کئے جائیں گے۔

حضرت شاہ صبغۃ اللہ کے متعدد خلفا تھے۔ ملاں حبیب اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ صبغۃ اللہ سے چودہ سو اشخاص نے فیض حاصل کیا اور اسّی لوگ علماء علم ظاہری ہو گئے ان کے منجملہ ملاں حسن عراقی بھی تھے جو ملاں حبیب اللہ کے خلیفہ تھے۔ شیخ عبدالحکیم اور شیخ عبدالعظیم وغیرہ بھی شاہ صبغۃ اللہ کے خلفا تھے۔

ملاں حبیب اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے خیال گذرا کہ حضرت اکثر و بیشتر مدینہ منورہ جانے کا اشتیاق ظاہر فرماتے ہیں۔ تعجب ہے کہ روضہ حضرت میاں جیو پیر دستگیر کی زیارت کا شوق ظاہر نہیں فرماتے میرے دل میں یہ خیال گذرا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ یہ بھی وہیں ہیں اور ان دونوں میں جدائی نہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ سے ملاقات سے پہلے۔ جب کبھی میں کسی بزرگ کا ذکر سنتا تو مجھے خیال ہوتا کہ کاش میں ان کے زمانہ میں ہوتا۔ جب میں آپ کی خدمت میں پہونچا تو شکر ایزدی بجا لایا کہ خدا نے مجھے آپ کے زمانہ میں پیدا فرمایا اور آپ کے در اقدس پر مجھے پہونچا دیا۔ اگر میں اس زمانہ میں پیدا نہ ہوتا تو آپ کی خدمت سے محروم رہ جاتا۔ سبحان اللہ اولیائے کبار سے متعلق جو کچھ میں سنا کرتا تھا وہ سب آپ کے در حقیقت میں نے پایا اور عرض کیا کہ

صبغۃ اللہی چہ می خواہی مراد ۔ کہ مصاحب را صحابی میکند

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت شاہ صبغۃ اللہ یہ حکایت نقل فرماتے تھے کہ ایک عاشق صفت مرید سے پوچھا گیا کہ کیا تمہارے پیر فلاں بزرگ سے افضل ہیں تو اس نے جواب دیا کہ ہاں میرے پیر افضل ہیں پھر پوچھا گیا کہ تمہارے پیر افضل ہیں یا فلاں بزرگ اس نے کہا کہ میرے پیر افضل ہیں جب کبھی یہ سوال کیا جاتا تو وہ یہی جواب دیتا۔ جب حضرت میراں مدرس، بایزید بسطامی، جنید بغدادی اور حضرت امیر المومنین مولانا علی کرم اللہ وجہہ کا نام لے کر پوچھا گیا تب بھی اس نے

کہا کہ ہاں ان سب سے میرے پیر افضل ہیں۔ جب آنحضرت علیہ السلام اور خدائے تعالیٰ کے نام لئے گئے تو اس نے کہا میں یہاں فرق محسوس نہیں کرتا میں تینوں کو برابر سمجھتا ہوں۔ حضرت فرماتے تھے کہ سبحان اللہ اعتقاد ایسا پختہ ہونا چاہیئے۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی نے فصوص کے درس کے وقت ہمارے پیر و مرشد سے عرض کیا کہ لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ فصوص کے درس سے شہر ویران ہو جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہاں اگر فصوص کے غلط معنی بیان کئے جائیں تو ایسا ہو سکتا ہے۔ اور اگر صحیح مطالب بیان کئے جائیں تو شہر معمور، بارونق اور آباد ہو جاتے ہیں۔

ملاں حبیب اللہ مذکور یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس وقت میں حضرت شاہ صبغۃ اللہ کا مرید ہوا تو اس وقت شیخ جنید ثانی بھی موجود تھے۔ حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ تم کو کس سلسلہ میں مرید کروں میں نے کہا کہ مجھے کسی سلسلہ سے سروکار نہیں آپ جس سلسلہ میں چاہیں مرید فرما دیں۔ حضرت نے دوبارہ یہی سوال کیا اور میں نے پھر یہی جواب دیا۔ بالآخر شیخ محمود نے جو ملاں احمد قادری کے صاحبزادے تھے کہا کہ سلسلہ قادریہ عالیہ سب سلاسل میں افضل تر ہے یہ سن کر آپ نے مجھے اسی سلسلہ میں بیعت عطا کی۔ الغرض آپ کے کمالات اور خوارق عادات حد تحریر سے متجاوز ہیں۔

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

مشکوٰۃ بست و پنجم

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

قدوہ اصحاب معارف، زبدہ احباب مکاشف، سیدنا سید کمال الدین عارف

صاحب مکاشف کہتے ہیں کہ آپ نے تمام کمالات صوری و معنوی اپنے پدر بزرگوار سے حاصل کئے اور عارف کامل اور محقق وقت ہو گئے۔ موضع حماۃ میں سکونت پذیر تھے۔ آپ ایسے صاحب علم بزرگ تھے کہ اگر کبھی کوئی آپ سے گستاخی سے بھی پیش آتا تو آپ نظر انداز کر دیتے اگر دوسری مرتبہ وہی شخص حاجت لے کر آپ کے پاس آتا تو آپ اس کی سابقہ نازیبا حرکت کا خیال نہ فرماتے اور اسکی حاجت براری کر دیتے۔

صاحب تحفۃ الابرار فرماتے ہیں کہ الشیخ عارف الحموی بن ھاشم بن محمد بن احمد بن حسن بن علی المتقدم کان شیخ السادات القادریہ بحماۃ وکان شیخا صالحا زاھدًا عابدًا عارفًا توفی بحماۃ ودفن بتربتھم مع آبائہ واجدادہ ولہ ولدًا ذکرًا سماہ الشیخ زاھد الحموی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم

یعنی سید عارف الدین الحموی بن سید ھاشم بن سید قطب الدین بن سید شہاب الدین بن سید بدر الدین بن سید علاء الدین علی المتقدم جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے بزرگ، صالح، زاہد عابد اور عارف وقت تھے۔ آپ نے حماۃ میں وفات پائی اپنے آباؤ اجداد کی مزارات کے قریب مدفون ہوئے آپ کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام سید زاہد الحموی تھا۔ آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

منجملہ اہل اللہ، مقبول عبد اللہ، قبلۂ خاصان شیخ محمد بن فضل اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے جد بزرگوار کا نام شیخ محمد صدر تھا جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے تھے آپ کے آباد و اجداد جونپور کے متوطن تھے۔

صاحب سفینۃ الاولیاء تحریر کرتے ہیں کہ آپ کی کم سنی میں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تھا اوائل شباب میں آپ حضرت مخدوم حسن گجراتی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ حضرت شیخ مذکور نے آپ کو مکہ معظمہ جانے کی اجازت دی آپ نے تجرید و تفرید کے ساتھ حرمین الشریفین کی زیارت کی اور مکہ معظمہ میں بارہ سال تک حضرت شیخ علی متقی کی صحبت میں رہے۔ وہاں سے مراجعت کے بعد احمد آباد کی سکونت اختیار کی اور وہیں متاہل ہوئے۔ اسکے بعد بارہ سال تک حضرت شیخ وجیہ الدین گجراتی کی خدمت میں رہ کر علوم ظاہری کی تحصیل میں مشغول رہے انہی ایام میں آپ نے شیخ ماہ جونپوری سے بھی شرف ملاقات حاصل کیا جو اس وقت گجرات میں تھے چونکہ شیخ ماہ مذکور نے آپ کے والد سے سنا تھا کہ میرا فرزند قطب وقت ہوگا۔ اسلئے وہ آپ کی بہت تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔ شیخ ابو احمد تمیمی جو آپ کے والد کے مرید تھے۔ قلعۂ آسیر سے شیخ وجیہ الدین گجراتی اور شیخ ماہ جونپوری کو ایک مکتوب لکھا کہ شاہباز کو پرواز میں کیوں نہیں لاتے انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کے ہاتھ میں ہے اور شیخ محمد بن فضل اللہ کو آسیر بھیج دیا آپ آسیر گئے اور شیخ ابو احمد مذکور سے وہ نعمتیں حاصل کیں جو آپ کے والد نے شیخ ابو احمد کو امانتاً حوالہ کی تھیں۔ اس کے بعد برہان پور میں قیام پذیر ہو گئے اور درس و تدریس میں مشغول رہنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد ترک تدریس کر کے خلائق کی رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے اور لوگوں کی ایک کثیر تعداد آپ کے فیض صحبت سے درجۂ کمال تک پہونچ گئی آپ یکتائے روزگار اور مرجع مشائخین کبار تھے آپ متاخرین مشائخین سلسلہ چشتیہ سے تھے اور آپ کو حضور سید انام صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و اخلاص اور اعتقاد راسخ اس درجہ تھا کہ آپ غلبۂ شوق میں

بے اختیار مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو جاتے اور چند منزلیں طے کرنے کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اشارہ پا کر لوٹ جاتے۔ آپ نہایت پابند شریعت تھے۔ جو فتوحات حاصل ہوتے اس کو تین حصہ کرتے۔ ایک حصہ اپنی اہل و عیال کی گذر بسر کے لئے دوسرا حصہ خانقاہ اور فقراء کے مصارف کے لئے اور تیسرا حصہ حضور سرورِ کائنات علیہ افضل السلام و افضل التحیۃ کی نذر و نیاز کے لئے حرمین الشریفین بھیج دیتے آپ کے خوارق عادات اور کرامات بے شمار ہیں۔ آپ کی وفات برہان پور میں شب دوشنبہ بتاریخ ۲ رمضان المبارک سنہ ۱۰۲۹ واقع ہوئی چنانچہ خواجہ ہاشم نے آپکی تاریخ وفات "ابن فضل اللہ" نکالی ہے آپ کی عمر (۸۶) سال تھی اور آپ شیخ پورہ برہان پور میں مدفون ہوئے جو آپ ہی کا آباد کردہ ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

فردِ افرادِ برومندی فخرِ اربابِ تمندی مقتدائے وقت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ

آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ حنفی المذہب تھے سرہند میں سکونت پذیر تھے سلسلۂ نقشبندیہ میں آپ حضرت خواجہ باقی باللہ کے مرید تھے جن کا ذکر گذر چکا ہے۔

صاحب سفینۃ الاولیاء تحریر کرتے ہیں کہ آپ کو سلاسل چشتیہ و قادریہ میں بھی اجازت حاصل تھی۔ صاحب ریاضات و مجاہدات و خوارق و تصانیف تھے اور آخر حال میں بعض لوگوں نے آپ پر تہمت لگائی کہ آپ فرماتے ہیں کہ میرا مرتبہ خلفائے راشدین کے مراتب سے افضل ہے یہ محض مخالفین کی افترا پردازی اور بہتان طرازی تھی۔

کیونکہ مبرک شیخ بن فصیح الدین فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا گذر سرہند سے ہوا اور حسن اتفاق سے شیخ احمد سرہندی سے ملاقات کا موقع ملا۔ دوران ملاقات میں میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ اگر شیخ صاحب کرامت ہیں تو جن لوگوں نے شیخ کے متعلق افواہ پھیلائی ہے اُن کے متعلق آپ

میری تسلی خاطر کے لئے کچھ ارشاد فرمائیں۔ میں نے یہ بھی سنا تھا کہ آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ باقی باللہ، مولانا خواجگی کی اجازت کے بغیر بیعت و ارادت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں یہ بھی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آپ کا خواجہ اخوند محمود کے متعلق کیا اعتقاد ہے۔ جب میں کچھ دیر حضرت کی خدمت میں بیٹھا تو آپ نے اپنی مسند کے نیچے سے چند اوراق نکال کر مجھے مطالعہ کیلئے دیا جب میں ان کا بہ تمام و کمال مطالعہ کر لیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے میں نے کہا اس سے کچھ ظاہر نہیں ہوتا جو کچھ اس میں مذکور ہے وہ سب درست ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ سمجھ جاؤ کہ جو کچھ میرے متعلق کہا گیا اس کا یہ جواب ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے پھر فرمایا کہ ایک روز خواجہ اخوند محمود یہاں آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ خواجہ باقی باللہ کو اپنے مرشد سے اجازت صریح حاصل نہیں۔ کیونکہ ایک دن مولانا خواجگی خربوزہ کھا رہے تھے اور اپنے دست خاص سے اسکو کاٹ کر اسکی ایک ایک قاش تمام حاضرین اور مریدین کو دے رہے تھے۔ لیکن خواجہ باقی باللہ کو آپ نے کوئی قاش نہ دی۔ حاضرین نے توجہ دلائی کہ خواجہ باقی باللہ بھی حاضر ہیں۔ مولانا خواجہ نے فرمایا کہ میں انہیں رات ہی میں دے چکا ہوں۔ خواجہ باقی باللہ نے اس سے یہ استنباط کیا کہ مجھے اجازت ارشاد مل چکی ہے۔ میں نے کہا کہ ایسا نہیں ہے کیونکہ میں نے یہ بات نہ تو اپنے پیر سے ہی سنی اور نہ ہی دوسرے لوگوں سے سننے میں آئی۔ بلکہ خواجہ باقی باللہ نے انکار کیا کہ میں اس بار کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ مولانا خواجگی فرماتے تھے کہ میں نے تم کو یہ اجازت دی اور تم کو یہ کام کرنا ہی ہوگا۔ چند سفید ریش بزرگوں نے بھی کہا کہ ہم بھی اس مجلس میں حاضر تھے جبکہ مولانا خواجگی نے خواجہ باقی باللہ کو یہ اجازت دی تھی۔ خواجہ اخوند محمود نے کہا میں نے جیسا سنا تھا آپ سے بیان کر دیا۔ اسکے بعد شیخ احمد نے فرمایا کہ خواجہ اخوند محمود کے مرید جسطرح خواجہ محمود کے متعلق سمجھ رہے ہیں، حقیقت میں درست نہیں ہے۔ اور میں ان کے اس خیال سے متفق نہیں۔ اس طرح آپ نے مبارک شیخ بن فصیح الدین کے ان تینوں سوالات کا جواب دیدیا جو انکے دل میں آئے تھے۔

صاحب رسالہ مکاشفہ فرماتے ہیں کہ آپ کامل وقت تھے اور آپ کی تصانیف آپ کے کمال کی دلیل ہیں۔ اگرچہ کے بعض صوفیا آپ پر معترض ہیں کہ عالم کشف میں اپنی جو شان آپ کو نظر آئی اس پر اعتقاد کر کے آپ نے اپنے کلمات پر فخر کا اظہار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مقامات پر

خود کو باقی باللہ پر ترجیح دی۔ اور کہا کہ اگرچہ بظاہر میرے پیر خواجہ باقی باللہ ہیں۔ لیکن میرے مکاشفات کے حل میں ان کی وجہ سے اس طرح تناقض ظہور پذیر ہوئے جس طرح کہ شیخ عبدالحق دہلوی جو انکے معاصر تھے علم کلام میں ایسے کلمات صادر ہوئے جن کے متعلق اسی قسم کی نکتہ چینی کی گئی۔ اس کی تفصیل دوسرے طویل کتابوں سے معلوم کیجاسکتی ہے۔ بادشاہ وقت کو بھی آپ کے ایسے کلمات کی وجہ سے ایک قسم کی بد اعتقادی پیدا ہوگئی تھی۔ چنانچہ شہنشاہ جہانگیر نے آپ کو مقید کر دیا تھا اور قید ہی میں آپ کی وفات واقع ہوئی۔ سن وفات سنہ ۱۰۳۴ھ ہے اور اس وقت آپ کی عمر (۸۳) سال تھی۔ قبر سرہند میں واقع ہے۔ طریقہ مجددیہ آپ ہی سے منسوب ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف باللہ، مخاطب من اللہ امام المجددی شیخ عیسیٰ جند اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا نام شیخ محمد قاسم رئیس المحدثین تھا۔ صاحب نقل فردوس فرماتے ہیں کہ شیخ عیسیٰ شیخ لشکر محمد عارف باللہ کے مرید و خلیفہ تھے جن کا ذکر گذر چکا ہے۔

وہ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ آپ نے بہت سیر و سیاحت کی اور اکبر آباد اور گوالیر کی جانب بھی گئے تھے اکبر آباد میں آپ نے شیخ علاء الدین مجذوب سالک سے فیض حاصل کیا اور گوالیر میں شیخ محمد غوث کی زیارت کر کے دارالسرور برہان پور لوٹے آپ کے کرامات ظاہر و ہویدا تھے آپ کے کمال کی یہی دلیل کافی ہے کہ بابا شیخ محمد محدث جیسے فرزند رشید اور شاہ برہان الدین راز الٰہی جیسے بزرگ آپ کے خلیفہ تھے۔ آپ کی وفات سنہ ۱۰۳۱ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کی مرقد بھی برہان پور میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

فائض فیض اللہ، مظہر اسرار اللہ، قطب زماں شیخ عبداللہ یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے پدر بزرگوار کا نام سید عمر بن سید حسین حنبلی تھا جو بارہ واسطوں سے حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے نسبت رکھتے تھے۔

صاحب حقیقۃ الاولیاء تحریر کرتے ہیں کہ آپ اور آپ کے آباء و اجداد اپنے آبائی سلسلہ سے خرقہ خلافت پایا۔ آپ پندرہ سال کی عمر ہی میں تلاش حق میں بغداد سے ہندوستان تشریف لائے اور یہاں کے اکثر بزرگوں سے ملاقات کی۔ علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل تھا۔ آپ موضع نہٹہ میں جو دہلی کے توابعات سے تھا سکونت پذیر رہے خلائق کی ایک کثیر تعداد آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ ہمیشہ مراقب و مستغرق رہتے۔ آپ سے کئی کرامات اور خوارق عادات کا ظہور ہوا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ آپ کے گھر میں کسی چور کا داخل ہونا تو کجا آپ جس موضع میں قیام پذیر تھے اس میں بھی وہ داخل نہ ہو سکتا تھا۔

آپ کی وفات روز جمعہ بتاریخ ۱۰ ربیع الاول ۱۰۳۷ھ واقع ہوئی اس وقت آپ کی عمر سو سال سے متجاوز تھی۔ آپ کا مزار موضع نہٹہ میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مشکوٰۃ بست و ششم

ذکر شریف

سید عابد، عارف ساجد سید شریف العلوی سید شاہ زاہد الحموی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب رسالہ تحفۃ الابرار فرماتے ہیں کہ الشیخ زاھد الحموی بن عارف بن ھاشم بن احمد بن حسن بن علی بن محمد بن یحییٰ بن احمد بن ابونصر بن ابی صالح بن عبد الرزاق بن سید عبد القادر الجیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کان عارفاً فاضلاً و عالماً ولد بحماہ و دفن بحماہ و اعقبہ ولداً ذکراً سماہ الشیخ طاھر الحموی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔

یعنی حضرت سید زاہد الحموی بن سید عارف بن سید ہاشم بن سید شہاب الدین احمد بن سید بدر الدین حسن بن سید علاء الدین علی بن سید شمس الدین محمد بن سید سیف الدین یحییٰ بن سید ظہیر الدین احمد بن سید شمس الدین ابونصر بن سید عماد الدین ابی صالح بن سید تاج الدین عبد الرزاق بن حضرت غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ و رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم عالم، فاضل، عابد، فاضل اور عارف کامل تھے آپ کا مقام ولادت و وفات حماہ شریف ہے اور آپ کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام سید طاہر الحموی تھا۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ صاحب کشف جلی تھے اور آپ کے کمالات حیطۂ تحریر و تقریر سے باہر ہیں آپ کے خوارق عادات اسقدر ہیں کہ ان کی تفصیل کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں آپ کی وفات کو اس کتاب کی تاریخ تحریر تک ۲۸۲ سال ہو چکے ہیں۔

صاحب نظم الاعراس لکھتے ہیں کہ آپ کی وفات بتاریخ ۱۸ ربیع الثانی سنہ ۹۲۰ھ واقع ہوئی مخازن قادریہ میں بھی یہی تاریخ وفات درج ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

خواجہ نقشبندی، قبلۂ ہرو مندی، صوفیانِ وقت خواجہ صالح دہبندی و خواجہ ہاشم دہبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما

صاحب سفینۃ الاولیاء تحریر فرماتے ہیں کہ دہبند سمرقند کے مقامات میں واقع ہے۔ یہ دونوں بھائی ماوراء النہر کے مقتدائے وقت تھے اور وہاں کے لوگ ان سے ارادت رکھتے یہ دونوں اپنے پدر بزرگوار خواجہ کلاں کے مرید تھے جو خواجہ کلاں جوئباری کے ارادتمند تھے اور وہ خواجہ محمد کاشانی کے مرید و خلیفہ تھے اور وہ مولانا قاضی محمد کے اور وہ خواجہ عبید اللہ کے مرید و خلیفہ تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔ حضرت خواجہ ہاشم کی وفات بتاریخ ٥ ربیع الاول سنہ ١٠٤٩ھ میں واقع ہوئی اور ان کی مزار دہبند میں واقع ہے اور خواجہ صالح جو بلخ میں رہتے تھے۔ انکی وفات ١١ ماہ محرم سنہ ١٠٤٨ھ میں واقع ہوئی اور ان کا مرقد بلخ میں واقع ہے۔ یہ دونوں بھائی صاحبانِ کرامت و خوارق عادات تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔

ذکر شریف

قطب اقطاب نورہی، فرد افراد دستوری، غوثِ وقت میاں شاہ میر محمد لاہوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب سفینۃ الاولیاء لکھتے ہیں کہ آپ کا نام شیخ محمد تھا اور آپ میاں میر کے لقب سے مشہور تھے آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔

سفینۃ الاولیاء میں یہ بھی مرقوم ہے کہ حضرت میاں میر پیشوائے اہل جہاں، قطب زماں مشرف خواطر، مقتدائے طریقت واقف اسرار حقیقت، تارک، کامل، عارف، واصل اور

علم ظاہری و باطنی میں یگانہ وقت تھے۔

کتاب مذکور میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ کی وہ فضیلت ظاہری تھی کہ علماء اور فضلاء آپکے سامنے لب کشائی نہ کر سکتے تھے آپ کے والدین اور ہمشیرہ بھی صاحبین حال وکشف و کرامات تھے۔ شہر شبستان میں مقیم تھے۔ آپ اپنی والدہ ماجدہ سے نقل فرماتے ہیں کہ جب میرے بڑے بھائی متولد ہوئے تو میری والدہ کو کشف ہوا کہ یہ نومولود عارف نہ ہوگا۔ انہوں نے دعا کی کہ الٰہی مجھے ایسا لڑکا عطا ہو جو صاحب عرفان ہو۔ ہاتف غیبی نے آواز دی کہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی تم کو اس صفت کے پیدا ہوں گے اسکے بعد آپ اور آپ کی ہمشیرہ یہ دونوں صفت عارفانہ سے متصف تھے تولد ہوئے آپ ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ تک شہر فاخرہ لاہور میں سکونت پذیر رہے اور خاص و عام آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے آپ طریقہ قادریہ عالیہ کے اکابرین وقت سے تھے اور حضرت شیخ خضر کے مرید تھے آپ ترک و تجرید میں یگانہ روزگار تھے اور اپنے وطن اصلی ملک شبستان میں اپنی والدہ ماجدہ سے کیف عالم ملکوت حاصل کیا تھا۔

وہ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت میاں میرؒ اویسی القادری بھی تھے اور آپ نے حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی روح پر فتوح سے بیواسطہ فیضان نعمت حاصل کیا۔

وہ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی بغیر وضو ہرگز زبان پر نہیں لاتے تھے روز و شب مستغرق رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ صوفی اپنی ذات سے یگانہ ہوتا ہے۔

کتاب مذکور میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس زمانہ کے ایک وزیر نے گزارش کی کہ حضرت اپنے خاص وقت میں مجھے یاد رکھیں اور میرے لئے دعا فرمائیں آپ نے فرمایا اس وقت پہ تف ہے جبکہ دل میں غیر اللہ کا خیال آئے آپ ہمیشہ متبع سنت اور شرع شریف کے پابند رہتے تھے خلوت وجلوت میں کبھی کوئی حرف خلاف شرع آپ کی زبان سے نہ نکلا آپ طریقت میں جنید وقت تھے بہت کم مرید کرتے لیکن جب کسی کو مرید کر لیتے تو اسکے مقصود و مدعا کی تکمیل کر دیتے اور آپکے اخلاق کی یہ حالت تھی کہ کسی کو لفظ مرید سے مخاطب نہ کیا۔ فرماتے تھے کہ لوگ مجھ سے ہدایت کے طالب ہیں اور میں کسی سے فتوحات کا طالب نہیں ہوتا۔ آپ کی باتیں ہمیشہ نصیحت اور موعظت

پر معنی ہوتی تھیں اکثر اپنے حسب حال اشعار پڑھا کرتے ۔ عاشق تارک تھے ۔ اکثر فرماتے تھے کہ تارک کی یہ تعریف ہے کہ اسکی کوئی مراد نہ ہو ۔ اگر بوقت غسل جسم کا ایک بال بھی خشک رہ جائے تو جنابت رفع نہیں ہوتی اسی طرح اگر غیر اللہ کا خیال دل میں رہے تو صفائی قلب نہیں ہوتی۔

آپ کا یہ معمول تھا کہ روزآنہ نماز فجر کے بعد اپنے مریدوں کے ساتھ شہر سے صحرا اور باغات کی جانب بغرض سیر جایا کرتے ۔ درختوں کے نیچے علیٰحدہ علیٰحدہ بیٹھتے اور سب کے سب مراقب ہو جاتے جب نماز کا وقت آتا تو سب مل کر جماعت سے نماز ادا کرتے اور پھر مستغرق ہو جاتے ۔ رات کو اپنے حجرہ میں آکر دروازہ بند کر لیتے کبھی دو تین مریدین بھی آپ کے ساتھ رہتے ۔ اور اکثر ساری رات عبادت میں مشغول رہتے ۔ آپ کے بعض اصحاب کا کہنا ہے کہ ایک روز آپ ملاں خواجہ کلاں کے ساتھ جو آپ کے خاص مصاحب تھے قبرستان کی جانب نکلے اور مراقب ہو گئے خواجہ کلاں نے جن کو کشف قبور حاصل تھا آپ سے کہا کہ کیا حضرت شیخ سماعت فرما رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں ایام شباب میں دنیا سے رخصت ہو گیا سوء اعمالی کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوں آپ جیسے بزرگ میری قبر پہ آئیں اور میں بدستور مبتلائے عذاب رہوں تو یہ تعجب کی بات ہو گی ۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے پوچھو کہ تمہارا عذاب کس طرح دفع ہو سکتا ہے ۔ ملاں خواجہ مراقب ہوئے اور کچھ دیر بعد آپ سے کہا کہ صاحب قبر کہتے ہیں کہ اگر ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ کا ورد کیا جائے اور اس کا ثواب میری روح کو بخشا جائے تو مجھے اس عذاب سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ حضرت نے اپنے تمام مریدوں سے کہا کلمہ طیبہ پڑھو اور خود بھی پڑھنے میں مصروف رہے۔ جب ستر ہزار کی تعداد مکمل ہو گئی تو ملاں خواجہ نے کہا کہ صاحب قبر کہتے ہیں کی کلمہ طیبہ کی برکت اور آپکے انفاس قدسیہ کی تاثیر سے میرا عذاب زائل ہو گیا۔ آپ سے اور آپ کے مریدوں سے اتنی کرامات اور خوارق عادات ظہور پذیر ہوئے جن کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔

آپ کے ایک خادم نقل کرتے ہیں کہ گرما کے موسم میں جب گرم ہوائیں چلتیں تو آپ اپنے حجرہ کی چھت پر رات گذارتے ایک رات مجھ سے کہا کہ ایک پانی کی صراحی اور پنکھا رکھ کر چلے جاؤ۔ سہواً میں نے پنکھا تو رکھ دیا لیکن پانی کا کوزہ رکھنا بھول گیا آدھی رات کو مجھے یاد آیا کہ میں نے پانی کا کوزہ نہیں رکھا اٹھ کر میں پانی کا کوزہ لے کر اوپر گیا کیا دیکھتا ہوں کہ بستر خالی ہے مجھے خیال ہوا کہ غالباً میاں میر حجرہ میں چلے گئے ہوں گے میں نے چراغ روشن کیا اور حجرہ میں داخل ہوا ۔ آپ وہاں بھی

موجود نہ تھے باہر نکل کر تلاش کرنے لگا لیکن آپ کا کچھ پتہ نہ چلا۔ میں حیران و متفکر رہ گیا۔

جب نماز فجر کا وقت ہوا تو آپ نے چھت پر سے آواز دی کہ طہارت کے لئے پانی لاؤ۔ میں فوراً پانی لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور لرزہ براندام ہوتے ہوئے آپ سے پوچھنے کی جراءت کی کہ رات میں حضرت کہاں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا کیا تم کو میں یہاں نظر نہیں آیا۔ پھر میں نے نہایت منت و سماجت کی اور کہا کہ اگر آپ صراحت نہ فرمائیں گے تو تمام عمر مجھے یہ بات دل میں کھٹکتی رہے گی۔ آپ نے کہا کہ یہ حال کسی سے نہ کہنا اگر کہو گے تو تمہیں نقصان ہوچکا۔ پھر فرمایا کہ میں آج ساری رات غار حرا میں تھا میں نے پوچھا کہ غار حرا کہاں ہے آپ نے فرمایا کہ غار حرا وہ غار ہے جس میں بعثت سے قبل ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدائے عزوجل کی عبادت فرمایا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ مجھے حیرت ہے کہ حج کنندگان حج تو کرتے ہیں لیکن اس غار میں ایک ساعت بھی بسر نہیں کرتے۔ اگر کسی نے بارہ سال تک ریاضت نہ کی ہو اور ایک رات اس غار میں بیٹھ جائے تو اسکا کشود کار ہو جاتا ہے۔ الغرض آپ کے کمالات اور خوارق عادات بے شمار ہیں اور اس مختصر رسالہ میں انکی گنجائش نہیں۔ آپ کے بیشمار مریدین کامل تھا۔ جیسے حاجی نعمت اللہ سرہندی۔ میاں تھما۔ شیخ اسماعیل۔ خواجہ کمال۔ میاں سعد۔ ملا عبدالغفور دانشمند۔ حاجی صالح۔ مولانا شاہ۔ میاں خواجہ بہاری شیخ محمود لاہوری۔ شیخ احمد سنامی۔ شیخ احمد دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔ آپ کی وفات بعد نماز ظہر بتاریخ ۷ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ معمورہ لاہور میں محلہ خواتی پورہ میں واقع ہوئی اور آپ موضع ہاشم پورہ میں مدفون ہوئے جو لاہور سے قریب واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شیفتۂ حسن ازل، شیخ مدلل، فخر زماں، شیخ بلاول رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کی ولادت پنجاب کے مضافات میں ہوئی اور آپ لاہور میں سکونت پذیر تھے۔ علم ظاہری و باطنی حاصل کیا تھا۔ صاحب سفینۃ الاولیاء لکھتے ہیں کہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں شیخ ابوالاسحاق کے

مرید تھے جو شیخ داؤد جہنی وال کے مرید اور خلیفہ تھے جن کا ذکر اس سے قبل گذر چکا ہے۔ آپ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے اور زہد و ورع میں بے نظیر وقت تھے۔

صاحب کتاب مذکور یہ بھی لکھتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کے روئے مبارک سے ریاضت و مجاہدہ کے آثار جھلک رہے تھے آپ کے پاس لوگوں کی ایک کثیر تعداد آتی جاتی رہتی آپ کی خدمت میں جو کوئی حاضر ہوتا آپ اس کو تناول ماحضر کے لئے روک لیتے۔ اکثر لوگ مریضوں کی شفا کی نیت سے پانی کا کوزہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ دعا پڑھتے اور پانی پر پھونک دیتے جس سے مریض کو شفا ہو جاتی۔ آپ کی وفات بوقت عشاء۔ بتاریخ ۲۸ر شعبان المعظم سنہ ۱۰۴۶ھ واقع ہوئی اور آپ لاہور میں مدفون ہوئے۔

ذکر شریف

قبلۂ اصحاب معنوی کعبۂ ارباب دینوی فخر المتاخرین مجتہد وقت شیخ عبدالحق بن سیف الدین دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ شیخ عبدالوہاب بن ولی اللہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ چنانچہ خود اخبار الاخیار میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخنا الشیخ الکامل العارف باللہ عبدالوھاب بن ولی اللہ المحب الحنفی المتقی القادری الشاذلی سلمہ اللہ واوصل الینا فتوحاتہ ونفعنا ببرکاتہ و برکات عمومہ۔

اسی کتاب میں ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ کثرت نقصان ذاتی اور قلت استعداد فطری کی وجہ سے حصول مطلب اور وصول مقصد کی راہ میں نا امیدی حائل ہو جاتی ہے لیکن دست امید بلند ہے کہ مجھے صاحب قدس اور مالک رقاب اولیاء پر اعتماد ہے مجھے امید ہے کہ اگر میں راستہ سے ہٹ بھی جاؤں تو وہ میری رہبری فرمائیں گے اور اگر میرے پاؤں لڑکھڑائیں تو وہ میری دستگیری فرمائینگے میرے والد بھی اسی نسبت میں تقویت کی تلقین فرمایا کرتے تھے ایک مدت تک میں نے بغیر کسی توسل کے

اس بادشاہ عالم پناہ کی خدمت میں رسائی کی کوشش کی لیکن وسیلہ کے بغیر کشود کار نہیں ہوا۔ بارہا بشارت غیبی اور اشارات لاریبی سے وابتغوا الیہ الوسیلۃ کی تلقین سماعت کی اور اس وسیلہ کی طلب میں سرگرداں ہو گیا۔ جس کے ذریعہ مجھے یہ فیض حاصل ہو سکتا ہے اور میری نسبت اور ارادت میں تقویت پیدا ہو سکتی ہے۔ میں کسی بزرگ کی تلاش میں لگ گیا جو میرے مراحل طے کرا دے اور مجھے فیضان روحانی فراہم کر دے تاکہ میں اسکی دست بوسی کروں اور اس کے پاؤں کو پکڑ لوں بلکہ جب تک زندہ رہوں اس کے قدموں پر پڑا رہوں۔ بالآخر میری صدق نیت کارگر ہوئی اور میرا شجر اخلاص بار آور ہوا اور بمصداق یرزق من حیث لا یحتسب خدائے عزوجل نے میرے لئے ایک غنی نفس کو بھیجا جو آسمان معرفت کے ایک چمکتے ہوئے ستارے کی مانند تھا میرے ہاتھ سے عنانِ اختیار چھوٹ گئی اور میں نے بے اختیار اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیدیا اور اس کے قدموں پر گر پڑا۔ وکان ذالک یوم السبت من شہر شوال سنۃ خمس وثمانین وتسعمایہ

یعنی یہ واقعہ ہفتہ کے دن شہر شوال المکرم ۹۸۵ھ میں پیش آیا۔ مؤلف عاصی کا کہنا ہے کہ غنی نفس سے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی سے مراد حضرت سلاالیہ سے ہے جو آپکے شیخ تھے کتاب مذکور میں یہ بھی مرقوم ہے کہ عبد الحق دہلوی ایام طفولیت سے اپنے والد بزرگوار کے سایہ تربیت میں رہے آپ کے پدر گرامی قدر آپ سے فرمایا کرتے تھے کہ تم جلد دانشمند ہو جاؤ گے کبھی وہ کتابوں کو گنتے اور کہتے کہ اتنی ہی تم کتابیں پڑھتے ہو اس سے ہی تم دانشمند ہو جاؤ گے اور کبھی فرماتے تھے کہ تم ہر علم کے متعلق ایک مختصر کتاب کا مطالعہ کر لو یہی تمہارے لئے بہت فائدہ مند ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ آپ کے پدر بزرگوار کی دعا سے آپ پر برکت وسعادت کے دروازے کھل گئے اور آپ نے تمام علوم بغیر کسی مشکل کے حاصل کر لئے اور کچھ عرصہ ہی میں فائق زمانہ ہو گئے الغرض آپ نے بارہ سال میں تمام علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل سے فراغت پائی اور اس کے بعد قرآن مجید کے حفظ میں مشغول ہو گئے۔ ایک سال میں آپ نے قرآن بھی حفظ کر لیا۔

کہتے ہیں کہ تحصیل علوم کے زمانہ میں آپ اتنی کثرت سے مطالعہ فرماتے تھے کہ رات دن اسی میں مشغول رہتے۔ مطالعہ کرتے کرتے جب آدھی رات گزر جاتی تو آپ کے والد آواز دیتے کہ بابا کیا کر رہے ہو آپ اسی وقت بستر پر دراز ہو جاتے تاکہ دروغ گوئی سے بچ رہیں اور کہتے کہ آرام کر رہا ہوں

آپ کیا فرماتے ہیں پھر کچھ دیر بعد اٹھ کر بیٹھ جاتے اور مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔ الغرض آپکے کمالات قید تحریر و تقریر سے باہر ہیں آپ کے بیشمار تصانیف ہیں آپ مشہور روزگار اور محقق یکد سے تھے طریقہ قادریہ پر دل و جان سے فریفتہ تھے اور اسی سلسلہ قادریہ عالیہ کے پیرو تھے۔ آپ کی وفات بتاریخ ۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۰۵۲ھ میں واقع ہوئی اور آپ دہلی میں حوض شمسی کے کنارے مدفون ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

کاشف اسرار اللہ، عارف باللہ شیخ وقت ملاں حبیب اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی مولانا احمد بن خلیل اللہ تھا۔

صاحب مناقب حبیب اللّٰہی تحریر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ملاں حبیب اللہ نے فرمایا کہ ۹۹۹ھ میں میرے دل میں طلب کامل کا جذبہ پیدا ہوا اور یہ خیال گذرا کہ مجھے ایک ایسے بزرگ کے دست حق پرست پر بیعت کرنی چاہیئے جسکا علوم ظاہری و باطنی میں کوئی ہمسر نہ ہو۔ میں نے اس صفت سے متصف بزرگ کی تلاش میں تمام ہندوستان، روم، شام، عرب، مکہ و مدینہ کا سفر کیا حرمین الشریفین کا عزم کرنے کے بعد میراں صاحب سے اپنے اس سفر کی غرض و غایت بیان کی رات کا وقت تھا آپ نے میری ضیافت کی اور علی الصباح میرے مقصود دلی سے واقف ہو کر میرا ہاتھ پکڑے اور صحرا میں ایک فرسنگ تک گئے وہاں کھڑے ہو کر فرمایا یہاں وہ مرد ہے جس کی بیعت کی تم کو خواہش ہے میں نے کہا کہاں۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ تمام کوہستان ریگستان اور ساری عرب کی زمین میرے پیش نظر ہے آپ نے مجھے ایک مقام کی نشاندہی کی اور فرمایا کہ خدائے تعالیٰ اس جگہ ایک مرد کامل تمہارے لئے بھیجے گا۔ آخر الامر ۱۰۰۱ھ میں حضرت شاہ صبغۃ اللہ بیجاپور تشریف لائے اور بیجاپور کے تمام مشائخین علما اور سادات نے آپ کی خدمت اختیار کی اور اس سعادت سے مشرف ہوئے۔ حضرت نے ان لوگوں سے عجیب و غریب مسائل پر گفتگو فرمائی۔ حاضرین نے آپ سے عرض کیا کہ اس شہر میں ایک

مرد فہیم ہیں جنکا نام ملاں حبیب اللہ ولد ملاں احمد ہے اور جو اتنا پڑھ چکے ہیں کہ تحصیل علم کیلئے اب کسی کے محتاج نہیں اسی لئے انہوں نے حصول علم ترک کر دیا ہے۔ جب اس طرح آپ کی نشاندہی کی گئی تو حضرت نے فرمایا کہ ان سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ اگر وہ مناسب سمجھیں تو مجھ سے ملاقات کریں۔ جب یہ پیام مجھے پہونچا تو میں اس کے دوسرے ہی روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت درس وتدریس میں مشغول تھے میں آپ کے ارشادات سن کر متحیر رہ گیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا کہ آپ کے علم کے سامنے میرے علم کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ اسکے بعد میں نے بھی آپ کے فیض تعلیم سے استفادہ کیا۔ آپ کے فیض صحبت سے میں اس قدر قابل ہو گیا کہ دقیق سے دقیق علوم بھی مجھے آسان نظر آنے لگے۔ آپ مجھ سے کتاب مشکوٰۃ المصابیح کے بارے میں فرماتے کہ تم جو کچھ چاہو اس کتاب سے حاصل کر سکتے ہو جب میں آپ کا مرید ہو گیا تو آپ نے مجھے چلہ کشی، خلوت نشینی اور ریاضت کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ آپ اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے کہ ایک روز مجھے یہ خیال گذرا کہ میں اس کام کے لائق نہیں اسلئے مجھے معاف رکھیں تو بہتر ہوگا۔ ابھی یہ خیال گذرا ہی تھا کہ آپ نے فرمایا میری ایک نظر تمہارے لئے چلہ سے بھی بہتر ہے اور یہ بھی فرمایا کہ بعض لوگ اتنی کم مدت میں چالیس چلہ کھینچ لیتے ہیں جس میں ایک چلہ بھی بظاہر ناممکن ہوتا ہے۔

صاحب مناقب حبیب اللّٰہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہمارے پیر و مرشد فرماتے تھے کہ جب میں مرید ہوا تو میرے پیر نے مجھے خلافت اور اجازت نامہ مرحمت فرمایا اس کے بعد میں نے حضرت سے عرض کیا کہ وہ شخص جو آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرے اور وہ شخص جو میرا مرید ہو۔ کیا خدا کے پاس دونوں کا مرتبہ ایک ہی ہے آپ نے فرمایا کہ بیشک یہ دونوں مرید مرتبہ میں برابر ہیں اور ان میں کچھ فرق نہیں۔ پھر فرمایا کہ تم اپنے مریدین کے شجرہ میں صبغۃ اللہ کا نام بھی نہ لکھنا کہ میں نے اپنا نام بھی تمہیں دے دیا ہے میں نے دریافت کیا کہ یعنی میں اپنا نام لکھوں اور آپ کا اسم گرامی شجرہ میں تحریر نہ کروں۔ آپ نے فرمایا بے شک۔

صاحب مناقب حبیب اللّٰہی یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں کہ جب ہمارے پیر و مرشد نے زیارت حرمین کے بعد موضع یکہ توت میں سکونت اختیار کی تو مجھے اذکار و اشغال کی تلقین فرمائی۔ ہر چند کہ میں نے چاہا کہ آپ کے ساتھ ہی رہوں لیکن آپ نے فرمایا کہ تم اس شہر میں رہو کہ تم سے کام ہے جب میں طلب کروں تو مدینہ منورہ آجانا۔

کتاب مذکور میں یہ بھی مرقوم ہے کہ حضرت ملّاں حبیب اللہ فرماتے ہیں کہ آپ میرے متعلق فرماتے تھے کہ علم الٰہیہ میں جو مرتبہ میرا ہے وہی مرتبہ تمہارا بھی ہوگا۔

یہ بھی فرماتے تھے کہ ابتدائے حال میں میں کئی کئی رات زیر آسمان بیٹھا رہتا تھا یہ باعث فیضان باری ہے تم بھی ایسا ہی عمل کرنا۔ کتاب مذکور میں رقم فرماتے ہیں کہ ابتدائے حال میں مجھے حضرت شاہ صبغۃ اللہ کی خدمت کا اس قدر شرف حاصل ہوا کہ میں آپ کی مژگان و ابرو کی ہر ہر حرکت کی متابعت کرنے لگا۔

ملّاں حبیب اللہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ میرے خواب میں تشریف لائے مجھے معاملات غیبی پر کسی و ناکس سے کہنے سے منع فرمایا اور کہا کہ ان کی نفی سے ایمان سلب ہو جاتا ہے میں نے عرض کیا کہ ایمان کسطرح سلب ہوگا کیونکہ ہر معاملات غیبی کا انکار کلمات کفر سے نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ معاملات غیبی قدرت خداوندی کے باعث ہوتے ہیں جو ظاہر و باہر ہوتے ہیں سب اسی قدرت کے حیطۂ اقتدار میں ہے اسلئے ان معاملات کا انکار قدرت خداوندی کا انکار کرنا ہے جو کفر ہے۔

آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت شاہ صبغۃ اللہ نے اپنی زندگی میں مجھے کئی دفعہ ریاضات سے منع بھی فرمایا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں جو کچھ ریاضت و مجاہدہ کرتا ہوں وہ سب تمہارے ہی لئے ہے۔ اسلئے تمہیں ریاضت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کے لئے کس نے ریاضت کی تھی۔ فرمایا کہ شیخ محمد غوث نے جو ریاضت کی تھی وہ میرے لئے تھی اور میں جو ریاضت کرتا ہوں وہ تمہارے لئے ہے۔

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت شاہ صبغۃ اللہ کا ارشاد تھا کہ کوئی شخص ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے مقام کو بھی نہیں پہونچ سکتا چنانچہ حضرت ابن حجر محدث، حدیث صحیح سے ثابت کرتے ہیں کہ آخری زمانہ میں بعض ایسے اصحاب پیدا ہونگے جو اصحاب رسول سے افضل تر ہونگے۔ اس سے دو قول متناقض لازم آتے ہیں۔ آپ عقائد میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ رفع تناقض یوں ممکن ہے کہ کوئی شخص ادنیٰ صحابی کے مرتبہ تک بھی نہیں پہونچ سکتا یعنی اس کا تعین نہیں ہو سکتا کہ فلاں شخص فلاں صحابی کے ہم مرتبہ ہے جان لینا چاہیئے کہ اصحاب کی فضیلت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت کے باعث ہے اور ابن حجر نے جو کہا ہے وہ بلا تعین کہا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ مومنین جنت میں جائیں گے لیکن کوئی شخص یہ تعین نہیں کر سکتا کہ وہ بہشت میں جائیگا۔ حضرت شیخ اکبر قبلۂ محقق شیخ محی الدین ابن علی العربی اپنی تصنیف میں تحریر فرماتے ہیں کہ کشف عالم غیب دو قسم کا ہوتا ہے۔ پہلا یہ کہ اگر آنکھیں بند

کر لی جائیں تو کشف عالم غیب ہوتا ہے اور آنکھیں کھول دینے پر بھی کشف غیبی ہوتا رہتا ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ اگر آنکھیں کھلی رہیں تو نظر آتا ہے اور آنکھیں بند کر لینے پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ کشف غیبی کی تیسری قسم بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ اگر آنکھیں بند ہوں تو نظر آتا ہے اور آنکھیں کھل جانے پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ شیخ علی کلام کے متعلق مشہور تھا شاید شیخ اکبر نے جس وقت یہ تصنیف سپرد قلم فرمائی تھی تو اس وقت تیسری قسم ظاہر نہ ہوئی ہوگی۔

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید ٭ وہمچوں دیگراں پشنید گوید

مجھے یہ بھی خیال گذرا کہ کشف غیبی کی یہ تیسری قسم کتاب مذکور کے حاشیہ پر رقم کر دی جائے لیکن میں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ ہمارے پیرومرشد ایسا نہیں کرتے تھے۔

آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہمارے پیرومرشد فرماتے تھے کہ اگر کوئی طالب حق نظر آئے تو اس کی مدد کرو۔ لیکن اگر وہ تفضیلی ہو تو اس کی اعانت کی ضرورت نہیں اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو تمہیں اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہیئے۔ انکی ہرگز کسی تفضیلی کا انکار نہ کرنا کیونکہ اس پر اکثر مشائخین طریقت کا اتفاق ہے کہ امیر المؤمنین مولانا علی کرم اللہ وجہہ پیر پیراں ہیں اور پیر سب سے افضل ہوتا ہے یہ تفضیل طریقت ہے نہ کہ تفضیل شریعت اسی وجہ سے اہل سنت والجماعت نے عقیدہ کے خلاف ہے۔

ہمارے پیرومرشد یہ بھی فرماتے تھے کہ شیخ محمد غوث اپنی تصنیف اوراد غوثیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ چار کلاہ ترک اور ایک روایت کے بموجب ایک کلاہ کو چار حصوں میں منقسم کر کے چاروں خلفائے راشدین میں تقسیم کئے اور فرمایا کہ رات میں اپنے سر کے نیچے رکھ کر سو جائیں صبح کو جو کچھ ہاتھ لگے وہ سمجھ لیں کہتے ہیں کہ یہ چاروں ٹوپیاں امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے گھر میں جمع ہو گئیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چاروں ٹکڑے اکٹھا ہو گئے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اسی اتفاق سے خلیفۃ الخلفاء رہیں کہ آپ کو تینوں خلفائے راشدین کی ظاہری اور باطنی نعمت بھی مل گئی لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ ہر ایک خلفائے راشدین میں علیحدہ علیحدہ فضیلتیں تھیں وہ حضرت علی میں جمع ہو گئیں۔ مشائخین نے اسی بناء پر آپ کی تفضیل طریقت کو ثابت کیا ہے۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ نہ جانے اس میں کیا راز تھا کہ شاہ محمد مرزا عرف میراں صاحب جو قصبہ بابانگر کے رہنے والے تھے کبھی ہمارے پیرومرشد سے شرف ملاقات حاصل نہ کیا لیکن آپ سے غائبانہ طور پر اس قدر عقیدت و محبت رکھتے تھے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت اویس قرنی کی محبت یاد

آتی تھی۔ اور جب کبھی باباجان صدیقی جو حضرت میراں صاحب کے مصاحب تھے۔ ہمارے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوتے تو حضرت صبغۃ اللہ ان سے میراں صاحب کی خیر و عافیت دریافت کرتے۔

ملاں حبیب اللہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جب میری عمر عمر مسنون یعنی (۶۳) سال کے قریب پہونچ گئی تو اس وقت مدینہ منورہ سے سید السعد بلخی کا ایک مکتوب مجھے وصول ہوا جو ہمارے پیر و مرشد حضرت شاہ صبغۃ اللہ کے خلیفہ تھے اس مکتوب میں تحریر تھا کہ شاہ صبغۃ اللہ کا حکم ہے کہ تم بلاکسی عذر کے حرمین الشریفین کے لئے روانہ ہو جاؤ کہ اس میں نفع دارین پوشیدہ ہے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ نے وہ مکتوب دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور مدینہ منورہ روانہ ہونے کی تیاری شروع کی لیکن اثناء راہ ہی میں بتاریخ ۹ رشعبان ۱۱۰۱ھ جوار رحمت میں داخل ہو گئے اور آپ کی وصیت کے بموجب آپ کو آپکی والدہ ماجدہ کی قبر کے نزدیک دفن کیا گیا جو خود آپ ہی کی مرید تھیں۔ کچھ دن بعد آپ کے صاحبزادے شاہ صاحب کے چاہا کہ آپ کے جسد خاکی کو مدینہ منورہ منتقل کریں ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ شاہ حبیب اللہ اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ صبغۃ اللہ کی مزار کے پاس کھڑے ہوئے ہیں جو مدینہ منورہ میں حضرت سیدنا ابراہیم بن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گنبد کے قریب واقع ہے اور فرما رہے ہیں کہ میں یہاں ہوں اور میری قبر جو اس گنبد میں ہے وہ خالی ہے اسلئے منتقل کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اس کے بعد آپ کے فرزند نے اس مقام پر جسکی آپ نے نشاندہی فرمائی تھی ایک گنبد تعمیر کیا اور خود بھی وہیں مدفون ہوئے

کتاب مذکور میں یہ بھی مرقوم ہے کہ ملاں حبیب اللہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بعض فرشتے ہیں جنکو ملائکہ نقالہ کہا جاتا ہے اور ان کا کام صرف اور صرف یہی ہے کہ جو کوئی حرمین الشریفین اور اسکے جوار میں مدفون ہونے کے لائق نہ ہونے کے باوجود وہاں مدفون ہے اس کو وہاں سے کسی دوسرے مقام پر منتقل کر دیتے ہیں اور جو کوئی حرمین الشریفین میں رہنے کے لائق ہونے کے باوجود وہاں مدفون نہیں۔ اسکو حرمین الشریفین پہونچا دیتے ہیں۔ اس بیان کی صداقت کا اکثر بزرگوں نے مشاہدہ کیا ہے۔

رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

مشکوٰۃ بست و ہفتم

ذکر شریف

قدوۃ المظاہر و المناظر زبدۃ الاکابر و الکبائر سیدی شریف العلوی السید شاہ طاہر الحموی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب رسالہ مکاشفہ قادریہ تحریر کرتے ہیں کہ آپ نے تمام علوم ظاہری و باطنی کسبی اور وہبی اپنے پدر بزرگوار سے حاصل کئے اور اپنے آباؤ و اجداد کا خرقۂ خلافت بھی حضرت ممدوح سے زیب تن کیا۔ آپ کے علم ظاہری کا یہ حال تھا کہ آپ کے ہم عصر علماء آپ کے ارشادات اور کلمات سمجھنے سے بھی قاصر تھے اور آپ کے حسنِ بیان پر ان من البیان لسحرا کہنے لگتے۔

رسالہ مذکورہ میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ صاحب کشف قلوب و قبور اور واقف علم کنوز و سر مستور تھے چنانچہ ایک بزرگ لطائف میں فرماتے ہیں کہ جب آپ مسلمانوں کے مقبروں سے گذرتے تو آہستہ آہستہ چلتے اور جب کبھی ایسی قبر سے آپ کا گذر ہوتا جس پہ عذاب ہوتا ہو [illegible] اسکی بالین پہ توقف فرماتے اور تین دفعہ اللھم اغفرلہ وارحمہ واسکنہ فی الجنۃ فرماتے۔ بعد ازاں تبسم فرماتے اور کہتے کہ الحمد للہ علی کل حال قد غفر اللہ تعالیٰ بدعائنا۔ اور کبھی آپ قبر کے سرہانے بغیر کچھ کہے کھڑے ہوتے اور صاحب قبر کو اپنے فیض سے مستفیض فرماتے۔

مکاشفہ قادریہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ کے قدرت و جلال کی یہ حالت تھی کہ اعیان سلطنت اور ارکان دولت کو بھی آپ کے آگے بجز تسلیم و رضا کے چارہ نہ رہتا اگرچہ کہ آپ بہت نرم گفتگو فرماتے تھے لیکن آپ سے ہر وقت ہیبت حق کے باعث جلال جھلکتا رہتا تھا جیسا کہ کہا گیا ہے کہ ؎

ہیبتِ حق است ایں از خلق نیست ہیبت آں مرد صاحب دلق نیست

رسالہ مکاشفہ میں یہ بھی مسطور ہے کہ آپ حقائق معارف اور دقائق کے بیان کرنے میں بے نظیر تھے۔ صاحب تحفۃ الابرار فرماتے ہیں کہ الشیخ طاہر الحموی بن زاھد الحموی بن

عارف بن هاشم بن محمد بن احمد بن حسن بن علی بن محمد بن يحيٰ بن احمد بن نصر بن صالح بن عبد الرزاق بن شيخ الثقلين السيد عبد القادر الجيلی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ عليهم وكان شيخا عابدًا زاهدًا عالمًا عاملاً عارفًا صاحب كشف القبور والكنوز لا نظير له فی زمانه توفی الی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ بحماة يوم السبت عشرين من شعبان فی سنة عشر الف عام ودفن فی الزاوية التی انشاها وله اولاد كثيرة كثرة اللّٰہ تعالیٰ ذرية طيبة رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ عليه۔

یعنی سیدنا طاہر الحموی ولد سید زاہد الحموی ولد عارف ولد ہاشم ولد محمد ولد احمد ولد حسن ولد علی ولد محمد ولد یحییٰ ولد احمد ولد نصر ولد صالح ولد عبد الرزاق ولد شیخ الثقلین حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہم شیخ وقت عابد، زاہد، عالم، عامل، عارف صاحب کشف قبور و خزائن بے نظیر وقت تھے۔ آپ کی وفات حماہ شریفہ میں بروز شنبہ بتاریخ ۲۰؍ شعبان سنہ ۱۰۱۰ھ واقع ہوئی اور آپ اپنے بناساختہ زاویہ میں مدفون ہوئے۔ آپ کی اولاد بہت تھی خدا کرے کہ بکثرت آپ کی اولاد کا سلسلہ جاری رہے۔ مولف عاصی عرض کرتا ہے کہ کتاب مخازن اعراس میں ہمارے بزرگوں نے آپ کا سن وفات ۱۰۱۱ھ تحریر کیا ہے ان دو روایتوں میں ایک سال کا فرق ہے رحمۃ اللّٰہ علیہ

حضرت شاہ میراں صاحب، جو حضرت سید شاہ طاہر ثانی بن جناب عالی سید شاہ عبد اللطیف لا ابالی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہما کی اولاد امجاد سے ہیں۔ بسند صحیح روایت کرتے ہیں کہ حضرت لا ابالی کے بلاد دکن تشریف لانے کے بعد آپ اپنے صاحبزادے کی تلاش میں دکن تشریف لائے تھے لیکن آپ کی اپنے صاحبزادہ سے ملاقات نہیں ہوئی جب آپ کو اپنے علم باطن سے مکشوف ہوا کہ آپ کی حضرت لا ابالی سے ملاقات مقدر نہیں تو آپ واپس حماہ شریفہ لوٹ گئے رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

تارک دو کون، ذو المجد والعون، شیخ وقت شاہ پیر محمد سیلون رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ

آپ کا اسم گرامی شاہ علی تھا اور آپ شیخ عبد الکریم حسامی عرف پیر کریم مانکپوری کے مرید و خلیفہ

تھے جو سر حلقہ گروہ کریمہ تھے اور شاہ عبد النبی بن ابو الفتح بن مخدوم الہداد کے صاحبزادے تھے (جنہوں نے کافیہ اور ہدایہ کی شرح تحریر فرمائی تھی) اور جن کو شاہ سلطان سے بیعت و خلافت حاصل تھی جو شاہ قاسم کے مرید تھے اور شاہ قاسم مذکور اپنے پدر بزرگوار شاہ احمد کے اور وہ اپنے والد بزرگوار میراں شاہ کے اور وہ اپنے والد شاہ فیض اللہ کے اور وہ اپنے والد شیخ حسام الدین مانکپوری کے مرید و خلیفہ تھے جن کا ذکر اس سے قبل گزر چکا ہے۔

صاحب نقل فردوس تحریر فرماتے ہیں کہ مخدوم الہداد ایک واسطہ سے حامد شاہ مانکپوری کے خلیفہ تھے اور وہ شیخ حسام الدین مذکور کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت مخدوم شیخ الہداد کی وفات ۹۳۲ھ میں واقع ہوئی اور ان کی مزار دار النور جونپور میں ہے۔ شیخ الہداد مذکور مخدوم من اللہ عرف بابا ادھن جونپوری کے صاحبزادے تھے جو حضرت مخدوم بہاء الدین قطب زماں کے فرزند تھے جو شیخ علی جونپوری کے خلیفہ تھے۔ شیخ علی مذکور کا سلسلہ دو واسطوں سے حضرت خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی تک پہنچتا ہے۔

نقل فردوس میں یہ بھی مرقوم ہے کہ مخدوم بہاء الدین کو چند لڑکے تولد ہوئے تھے لیکن ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا۔ جب مخدوم من اللہ عالم وجود میں آئے تو ان کے والد شریف نے ان کو اپنے پیر حضرت شیخ علی کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا کہ آج یہ لڑکا تولد ہوا ہے یہ سن کر شیخ علی نے جو خواجہ فتح اللہ کے مرید تھے اور وہ خواجہ صدر الدین ح کے اور وہ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی کے مرید و خلیفہ تھے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ تمہیں مبارک ہو کہ اس لڑکے کا نام عرش پر ادھن مرقوم ہے اور یہ لڑکا طویل العمر ہوگا۔ آخر الامر آپ کے اس ارشاد کی برکت سے شیخ ادھن مذکور کی عمر (۱۲۰) سال سے بھی زیادہ ہوئی اور آپ نے راجی شیخ احمد شاہ کے دست مبارک سے خرقۂ خلافت زیب تن کیا وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ سید حامد شاہ کے دادا سید اعز الدین اپنے آباء و اجداد کے جانشین تھے جب حضرت مخدوم جہانیاں نے مشرق کا سفر فرمایا تو اعز الدین مذکور سے ملاقات فرمائی۔ اور دیکھا کہ سید موصوف کے گھر میں لباس نہ تھا اور وہ سلاح سے لیس تھے حضرت مخدوم جہانیاں نے مسلح ہونے کا سبب دریافت کیا جس پر سید اعز الدین نے فرمایا کہ اس ملک میں مسلمانوں پر اہل فساد کا راج ہے۔ مخدوم نے فرمایا کہ آج سے تم یہاں کے صاحب ولایت ہو اور راجہ ہو اسی روز سے آپکی اولاد لقب راجہ سے مشہور ہوگئی۔ لغت ہندی میں ادھن کے معنی بزرگ، بڑے اور طویل العمر کے ہیں۔

جس طرح کہ اہل حجاز اور حرمین الشریفین کی اصطلاح میں شیخ نود ۹۰ سال کے بوڑھے کو کہا جاتا ہے۔

الحاصل مخدوم الہداد بن شیخ ادھن کا سلسلہ تین واسطوں سے حضرت شیخ احمد عرف شاہ نور قطب عالم تک پہونچتا ہے۔ ہر چند کہ آپ چشتیہ مشرب کے پیرو تھے لیکن مجلس وجد و سماع سے کامل احتراز فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا ارشاد تھا کہ اس چیز میں کیوں مبتلا ہوں جو مابہ النزاع ہے۔ پاس شریعت کا یہ عالم تھا کہ شیخ نظام الدین ساکن انبہٹہ جو خواجہ مودود چشتی کی اولاد سے تھے اور جنکو شیخ معروف جونپوری خلیفہ حضرت مخدوم الہداد سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے پیر و مرشد حضرت شیخ مخدوم الہداد سے ایک مستحب بھی قضا نہ ہوئی آپ کی قبر قصبۂ مذکور میں واقع ہے۔ الغرض شاہ پیر جونپوری ساکن قصبۂ سیلون خود مخدوم بھی تھے اور مخدوم زادے بھی آپ کے جد اعلیٰ حضرت بہار الدین جونپوری تھے جو حضرت میر سید علی کے پیر و مرشد تھے۔ سید علی مذکور قصبۂ صورتہ کے سادات کرام سے تھے۔ حاصل کلام شاہ پیر محمد سیلونی عرف شاہ علی کی وفات بتاریخ ۲۲ محرم سنہ ۱۰۹۹ھ واقع ہوئی آپ کا مرقد قصبۂ سیلون میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

موحد یکتا، عارف بے ہمتا، قبلہ وقت میاں تھا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت شاہ میر لاہوری کے خلفاء کاملین سے تھے جن کا ذکر اس سے پیشتر تفصیلی ہو چکا ہے۔

آپ صاحب کشف و کرامات تھے۔ عالم ملکوت ہمیشہ آپ کے پیش نظر رہا کرتا تھا۔

چنانچہ رسالہ حق نما میں محمد دارا شکوہ نہایت حزن و اندوہ کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ پیر دستگیر بندگی میاں شیخ میر کے مژگان چشم مبارک پر بھنسی ہو گئی آپ نے جراح کو طلب کیا اور اسکے علاج معالجہ کے متعلق دریافت کیا اس نے کہا کہ اس کو چاک کرنا پڑے گا اس اثناء میں مشیخت مآب حقیقت آیات میاں تھا جو حضرت پیر دستگیر کے محبوں سے تھے اٹھے اور التماس کیا کہ ایک لمحہ کیلئے چاک نہ کریں اور توقف فرمائیں تاکہ میں عالم ملکوت سے اسکا علاج دریافت کرلوں۔ پس آپ متوجہ

عالم ملکوت ہوئے۔ اسی عالم میں ایک شخص کو دیکھا آپ نے اس سے دریافت کیا کہ اس پھنسی کا کیا علاج ہے جو ہمارے حضرت پیر دستگیر کے مژگان مبارک پر ہے۔ اس نے کہا کہ خیار کا بیج پیس کر اس پر لگاؤ حضرت مشیخت پناہ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور التماس کیا کہ جراحی نہ کی جائے بلکہ تخم خیار پیس کر اس کا لیپ لگایا جائے پس جب ایسا کیا گیا تو حضرت پیر دستگیر کو فی الفور صحت ہو گئی۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص اٹھا اور حضرت میاں میر سے عرض کیا کہ میاں تھا دوسرے معالجہ سے واقف ہیں آپ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ عالم ملکوت میں تمام دوائیں لکھی جاتی ہیں جب انہوں نے متوجہ عالم ملکوت ہو کر علاج کیا ہے کہ ٹھیک ہی ہوگا کہ صاحب دل حضرات کہتے ہیں کہ جو کچھ عالم ملکوت سے معلوم ہو بالکل درست ہوتا ہے۔ اس شخص نے گستاخی کی جرأت کی اور پھر عرض کیا لیکن کیا آپ کو عالم ملکوت پر تصرف نہیں ہے کہ آپ میاں تھا سے اور یہ معلوم کر رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں عالم ملکوت سے گذر چکا ہوں اسلئے اگر اب پھر عالم ملکوت کی جانب نظر کروں تو یہ میرا تنزل ہوگا۔

مقصود تحریر یہ کہ میاں تھا صاحب ملکوت تھے۔ آپ کے کمالات حد سے زیادہ ہیں آپ کی وفات سنہ ١٠٦١ھ میں واقع ہوئی آپ ہاشم پورہ میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف باللہ مقرب بارگاہ لی مع اللہ مقتدائے وقت حضرت مولانا شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ بھی حضرت میاں شاہ میر کے خلفا سے تھے صاحب تصرف و خوارق تھے اور محمد داراشکوہ قادری کے پیر طریقت تھے۔

چنانچہ رسالہ حق نما میں ہے کہ تجرید و تفرید، عرفان اور توحید کے مراتب معرفت الٰہی کی طرح ہیں جو حضور سرور عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پیشوائے عارفاں، مقتدائے واصلاں قطب الاکرم غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو پہنچے اور آنحضرت رضی اللہ عنہ سے مشائخین مشرفین سے

ہوتے ہوتے حضرت پیر دستگیر میاں شاہ میر کو اور ان سے بلا واسطہ شاہ محققان، استادی و مولائی، مرشدی عارف باللہ، محرم سر الٰہ حضرت مولانا شاہ کو پہونچے اور آپ کی ذات پر فیض سے بے واسطہ راقم الحروف (یعنی دارا شکوہ) کو ملے۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ مولانا شاہ ریاضات و مجاہدات میں ممتاز تھے۔ چنانچہ رسالہ حق نما مذکور میں ہے کہ آپ کے حبس نفس کا یہ حال تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد حبس نفس فرماتے تو نماز فجر کے وقت سانس چھوڑتے اور پھر فرماتے کہ ؎

خواہی خسپ من و از خواہی کوتاہ

پندرہ سال تک آپ نے اس طرح کی ریاضت فرمائی کہتے ہیں کہ اس شغل شریف کی وجہ سے آپ کو بہت فتوحات حاصل ہوئیں جس کو دریائے دولت حقیقی کہا جا سکتا ہے اس شغل کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ نیند مکمل طور پر آنکھوں سے غائب ہو جاتی ہے چنانچہ حضرت نے کئی سال تک آرام نہ کیا

محمد دارا شکوہ قادری رسالہ مذکور میں یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ آپ کے کلمات شریف اور سخنان لطیف ہیں۔ چنانچہ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کہ شغل آواز کی حقیقت جسکو آواز وجود مطلق کہا جاتا ہے یہ ہے کہ وجود مطلق جس سے مراد وجود حق ہے نمایاں ہو جاتا ہے اس پر ہمارا یقین ہے کہ وجود باری تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے بھی قریب ہے جب یہ وجود حق گردن کی رگ سے قریب ہے تو یقیناً اس کی آواز بھی کانوں سے نزدیک تر ہوگی جو ہمیشہ سنی جا سکتی ہے۔ کیونکہ جب خود ذات مطلق دواماً موجود ہے تو اسکی آواز بھی دائم و قائم ہوگی۔ جس سے اس آواز کی ذات مطلق یعنی وجود باری سے مناسبت کی دلیل ملتی ہے اور ذات بلا تامل ظاہر ہو جاتی ہے۔

ایک مقام پر یہ بھی فرماتے ہیں کہ جیسا کہ وجود باری مطلق یعنی قید خصوصیات، تعینات تمیزات سے جو بے رنگ محض ہیں منزہ ہے اسی طرح سے صدائے حق بھی مطلق ہے یعنی صوت محض ہے یعنی اشیاء کی آواز کی طرح مخصوص نہیں جیسے کہ انسان یا حیوان کی ایک مخصوص آواز ہوتی ہے یہی آواز زبانی موجودات اور مظہر ذات مطلق ہے۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ شغل آواز کی تفصیل میرے مرشد نے اس طرح بیان فرمائی کہ سرور کائنات خلاصہ موجودات سترہ سال تک ایک ہی روشنی میں تشریف فرما رہے اور اسی روشنی کو ملاحظہ فرماتے رہے سات سال تک آپ کی توجہ اسی روشنی کی طرف رہی اور سات سال کے بعد

اس روشنی سے ایک نور نمودار ہوا اور جب یہ صورت ظاہر ہوئی تو آپ فوراً اپنے گھر واپس ہو گئے۔ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا متعجب ہو گئیں کہ خلاف عادت آپ کیوں مکان واپس تشریف لائے اس کے بعد آنحضرت سے اس بارے میں دریافت کیا آنحضرت علیہ السلام نے جواب دیا کہ سولہ سال تک میں آواز ہو میں مستغرق تھا اور مجھے اس سے ایک عجیب لذت حاصل ہو رہی تھی پھر میں نے اپنے باطن میں ایک روشنی پائی اور اسی کے مشاہدہ میں مشغول رہا اور اس سے بہت محظوظ ہوا۔ ایک شکل نمودار ہوئی جس سے مجھ پر رعب طاری ہو گیا کہ معلوم نہیں کیا ہو گا۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یا تو وہ صورت جن کی ہو گی یا فرشتہ کی ہو گی اگر وہ صورت فرشتہ کی ہو تو مشاہدہ کنندہ کی ستر عورت نہ کرنے کی صورت میں غائب ہو جائیگی۔ اور اگر جن ہے وہ صورت غائب نہ ہو گی۔ یہ کہہ کر حضرت خدیجہؓ برہنہ سر ہو گئیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اب وہ صورت غائب ہو گئی۔ ام المومنین نے فرمایا کہ آپ کو پیغمبری مبارک ہو کہ وہ صورت جبرئیلؑ کی تھی جو خدائے عزوجل کی جانب سے آپ کے پاس آئے تھے اور آپ کو پیام حق پہونچائیں۔ میں اسی روز کی منتظر تھی الحمد للہ کہ یہ نعمت حاصل ہو گئی۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کو جو آواز آیا کرتی تھی اس کی نسبت آپ کہتے ہیں کہ لہ ادیز کالمرجل یعنی جیسے دیگ میں کسی چیز کے کھولنے کی آواز آتی ہے۔

یہ بھی فرماتے ہیں کہ لہ صوت کصوت الوجا یعنی یہ آواز زنجیر ہلنے کی آواز کی طرح ہوتی تھی۔ اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ لہ صوت کصوت الجرس یعنی وہ آواز جرس کی آواز کی طرح ہوتی ہے۔ بہر حال وہ ایسی آواز ہوتی تھی جس کو کسی چیز سے مشابہت تامہ نہیں دی جاسکتی اس شغل کو شغل کو سلطان الاذکار کہا جاتا ہے اور یہ جو کچھ بیان کیا گیا آنحضرت علیہ السلام کے سلوک کا ایک مرحلہ تھا۔

الغرض حضرت شیخ کے بے شمار کمالات ہیں آپ کے کمالات آپ کے مکتوبات سے ہویدا ہیں۔ جو شخص ان مکتوبات کا مطالعہ کریگا تو اس کو آپ کے عرفان کا اندازہ ہو گا۔ صاحب مخازن اعراس کے بموجب آپ کا سن وفات سنہ ۸۸۱ھ ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قطب صمد، کاشف اسرار احد، قلندر وقت حضرت میاں شاہ سرمد

آپ بھی حضرت میاں شاہ میر کے خلفائے کاملین سے تھے آپ مادرزاد برہنہ رہا کرتے تھے بے باک تھے آپ سے اکثر خوارق عادات ظاہر ہوئے۔ آپ کے کلمات شطحیات کے قبیل سے تھے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک روز قاضی قوی جو آپ کے منکرین سے تھے اور جنکو آپ کے ایمان کا بھی یقین حاصل نہ تھا۔ آپ کے پاس امتحان کی غرض سے آئے ان کے دل میں یہ خیال تھا کہ آپ کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے معجزات بیان کروں گا کہ آپ راہِ راست پر آجائیں اور ملحدانہ حرکات سے باز آجائیں۔ جب ملاقات کی تو حضرت سرمد کا رعب قاضی صاحب پر طاری ہوگیا اور وہ لب کشائی نہ کر سکے۔ حضرت سرمد نے کہا قاضی صاحب کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات بیان فرمائیے کہ میں نے سنا ہے کہ آپ مستند عالم شریعت ہیں۔ قاضی صاحب نے کہا کہ ہاں میں اسی غرض سے آیا تھا لیکن آپ کے رعب کے باعث کہہ نہ سکا۔ اسکے بعد قاضی صاحب نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے آنحضرت علیہ السلام کے جسم مبارک سے چادر کھینچنے کی حکایت بیان کی اور یہ بھی کہا کہ چادر جسم اطہر سے اس طرح پار ہو جاتی کہ گویا کہ جسم درمیان میں حائل نہیں ہے حضرت میاں شاہ سرمد نے تبسم فرما کر چادر اپنے جسم پر اوڑھ لی اور قاضی صاحب کو قسم دے کر کہا کہ جسطرح اس روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت کے بدن مبارک سے چادر کھینچی تھی تم بھی اسی طرح میرے جسم سے چادر کھینچو قاضی صاحب نے اسی طرح چادر کے دونوں سروں کو پکڑ کر کھینچا وہ چادر حضرت سرمد کے جسم سے جو فنافی الرسول ہو چکے تھے اسی طرح پار ہو گئی جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے پار ہو گئی تھی۔ اس پر بھی قاضی صاحب آپ کے معتقد نہ ہوئے بلکہ کچھ اور ہی گمان کیا۔ ہر چند کہ شیخ نے اور بھی تصرفات بتائے لیکن قاضی صاحب آپ کے قتل پر کمربستہ ہو گئے اور بادشاہ عالمگیر کو اس پر مائل کیا کہ وہ صوفی سرمد کو دربار شاہی میں طلب کرے۔

جب فرمان اولی الامر حضرت شیخ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے قاضی صاحب کے

رفع شکوک کی غرض سے پوچھا کہ اے شیخ تم مرد کامل ہو لیکن بعض لوگ کو تمہارے اسلام میں شک و شبہ ہے اگر تم میرے سامنے کلمہ طیبہ کا اقرار کرلو تو ان کا یہ شبہ دور ہو جائے گا۔ سرمست میاں سرمد نے فصاحت کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہا بادشاہ نے کہا کہ کلمہ کے جزو ثانی کا بھی اقرار کرو۔ سرمد نے تبسم کیا اور فرمایا کہ میں جزو اول کے آگے کچھ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ پر شیطان کا غلبہ ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر یہ صورت ہے تو لاحول پڑھو میاں سرمد نے فرمایا کہ میں لاحول بھی نہیں پڑھ سکتا کہ شیطان بہت خوبصورت ہے اور اس پر لاحول نہیں پڑھنا چاہیئے بادشاہ نے سکوت اختیار کیا۔ قاضی صاحب آگے بڑھے اور کہا کہ وحدت الٰہی کے اقرار سے کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک آنحضرت علیہ السلام کی رسالت کا اقرار نہ کرے بادشاہ نے کہا اس بارے میں جو حکم شریعت ہے اس پر عمل ہونا چاہیے اس پر قاضی صاحب نے میاں سرمد کے قتل کا فتویٰ صادر کر دیا۔ جب حضرت سرمد کا سر تن سے جدا کر دیا گیا تو سر زمین پر گر پڑا اور آپ کے لب مبارک سے اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ جاری ہوا اور جسد تین روز تک اسی طرح ایستادہ حالت میں رہا۔ ہر چند کو زمین پر لٹانے کی کوشش کی جاتی رہی لیکن وہ بدستور کھڑا ہوتا رہا تین شبانہ روز صحن مسجد میں آپ کا تن مبارک پھرتا رہا اور اپنی انگلی سر بریدہ حلق میں ڈبو کر خون سے مسجد کے در و دیوار پر شعر وغیرہ لکھتا رہا چنانچہ یہ شعر بھی اسی حالت میں لکھا گیا تھا ؎

سر جدا کرد از تنم شوخی کہ با یار بود ؎ قصہ کوتاہ ورنہ درد سر بسیار بود

کہتے ہیں کہ جب جلاد آپ کے روبرو آیا تو آپ نے یہ شعر پڑھا ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش ؎ ترا از جلوۂ قد می شناسم

آپ حسب ذیل اشعار بحالت مستی تحریر فرماتے تھے ؎

سرمد گلہ اختصار می باید کرد   یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا تن برضا دوست می باید داد   یا قطع نظر ز یار می باید کرد

سرمد غم عشق بوالہوس را نہ دہند   سوز دل پروانہ مگس را نہ دہند
عمری باید کہ یار آید بکنار   ایں دولت سرمد ہمہ کس را نہ دہند

پائی سرمد در سر رہ دادن خود قائم است ٭ یار دو سر در سر راہ تو پارہ میشود

مدت شدہ آواز منصور کہن شد ٭ سرمد تو بیا جلوہ بدہ دار و رسن را

آپ کے اشعار بے شمار ہیں جو تمام و کمال یہاں نقل نہیں کئے جاسکتے آپکی وفات سنہ ۱۰۷ھ میں واقع ہوئی۔ مزار مبارک جامع مسجد دہلی میں مسجد کے زینوں کے متصل واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف ربانی، عاشق صمدانی، مقتدائے وقت، شاہ قاسم سلیمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے۔ شاہ قاسم سلیمانی بن شیخ قدیم بن شیخ محمد بن میرداد قطب زماں بن شیخ سلیمان بن شیخ کنہ بن شیخ یوسف امین قندھاری بن شیخ مستی بن شیخ عباس بن شیخ عمر بن خلیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔ آپ کا تعلق قوم افغان خلیل زائی سے تھا اور آپ چنور میں سکونت پذیر تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں مرید تھے آپ شیخ سید حسن الشاہی کے مرید و خلیفہ تھے جو اپنے چچا شیخ شمس الدین محمد کے اور وہ اپنے والد شیخ شرف الدین کے اور وہ اپنے پدر بزرگوار شیخ زین الدین عبدالباسط کے مرید و خلیفہ تھے شیخ عبدالباسط کو اپنے چچا شیخ صالح عارف باللہ سے اور ان کو اپنے والد شیخ شہاب الدین احمد بغدادی سے ان کو اپنے والد شیخ عماد الدین ابو صالح نصر سے اور انکو اپنے والد حضرت سیدنا شیخ تاج الدین عبدالرزاق سے اور حضرت موصوف کو اپنے پدر بزرگوار شیخ الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے بیعت و خلافت تھی۔ حضرت شاہ قاسم موصوف واصلین وقت سے تھے صاحب تصرف و کمالات تھے اور سر حلقہ گروہ قاسم سلیمانی تھے آپ کے سلسلہ کے فقراء خود کو دیوانہ کہتے ہیں۔ صاحب رسالۃ الوصالی جو آپ کے مریدین سے تھے کہتے ہیں کہ آپ کی وفات چہار شنبہ کی صبح بوقت اذان فجر بتاریخ ۱۸ جمادی الاول سنہ ۱۰۱۶ھ واقع ہوئی۔ آپ ۶۳ سال کے تھے۔

مخازن اعراس میں ہے کہ آپ کی مزار قلعہ چنار میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

خلاصہ خاندان علوی، نور باصرۂ مصطفوی، مرشد معنوی سیدی سید احمد الحموی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب مکاشفہ رقمطراز ہیں کہ آپ سید محمد الحموی کے فرزند ارجمند تھے جن کا سلسلۂ نسب یوں ہے سید محمد الحموی بن قاسم حموی بن زین عبد الباسط حموی بن شہاب الدین احمد حموی بن بدر الدین حسن حموی بن علاء الدین علی حموی بن شمس الدین محمد حموی بن سیف الدین یحییٰ حموی بن ظہیر الدین ابو السعود احمد بغدادی بن شمس الدین ابو نصر بغدادی بن عماد الدین ابی صالح نصر بغدادی بن بدر الآفاق تاج الدین عبد الرزاق بغدادی بن غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

حاصل کلام و خلاصہ تحریر یہ کہ حضرت سید احمد حموی جناب عالی سید شاہ عبد اللطیف لاابالی کے جد عموی تھے اور حضرت لاابالی نے آپ کے دست حق پرست سے خرقۂ خلافت زیب تن فرمایا تھا۔

صاحب لطائف قادری تحریر کرتے ہیں کہ سید شہاب الدین احمد کے دو صاحبزادے تھے۔ ایک حضرت قطب الدین محمد جو پانچ واسطوں سے سید احمد حموی کے جد بزرگوار تھے۔

صاحب رسالۃ آلہ وصال تحریر فرماتے ہیں کہ زین الدین عبد الباسط کو بھی دو صاحبزادے تھے سید قاسم اور شرف الدین حسین۔ سید شرف الدین مذکور سید حسین شامی کے دادا تھے۔ جیسا کہ اس سے قبل حضرت شاہ قاسم سلیمانی کے احوال میں مذکور ہوا۔

صاحب مکاشفہ لکھتے ہیں کہ حضرت سید شرف الدین العلوی سید احمد الحموی نے اپنے والد ماجد سے بیعت و خرقۂ خلافت حاصل فرمایا آپ صاحب کشف و کرامات تھے یہ حکایت سند صحیح سے ثابت ہے آپ فرماتے تھے کہ سالک کے لئے مقام کشف سے گذرنا لازمی ہے لیکن سالک کو چاہیئے کہ وہ کبھی کشف و کرامات کی جانب التفات نہ کرے اور ان کے ظاہر کرنے کو واجب تصور کرے کیونکہ اکثر سالکانِ راہ اس سے محجوب کرامت ہو کر اصل سے دور ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ عالم ارواح کا

مشاہدہ آنکھیں بند ہونے کے بعد ممکن ہے۔ حقیقت سے غافل ہوں یا آگاہ۔ اس عالم کے بغیر چارہ نہیں لیکن غافل کو اس عالم پر اختیار نہیں ہوتا اور آگاہ جب کبھی چاہے آنکھیں بند کرکے اس عالم سے واقفیت حاصل کر سکتا ہے اور کبھی آنکھیں کھلی ہونے کے باوجود بھی عالم ارواح کی سیر ہو سکتی ہے کہ یہ قوت ادراک پر منحصر ہے۔ واقف رموز خفی و جلی شیخنا شیخ علی جو جناب لاابالی کے جلیل القدر خلیفہ تھے فرماتے ہیں کہ حضرت العلوی قبلہ خاصان طریقت تھے آپ سے فیضان الٰہی اور خرقہ خلافت ہمارے پیر دستگیر سیدنا سید عبداللطیف لاابالی کو پہونچے اور یہی نعمت خاصہ اور عطیۂ عظمیٰ مجھے نصیب ہوئیں یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ نے اپنے شجرہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ وھو لبس الخرقۃ من سیدو مرشدنا السید شاہ عبداللطیف الحموی وھو لبس الخرقۃ من جد الحموی السید احمد الحموی الخ یہ بھی بسند صحیح منقول ہے کہ حضرت کی اولاد امجاد میں سنہ ۱۲۱۱ھ تک سارے افراد باثر بزرگ تھے اور ان میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جو صاحب ولایت نہ ہو۔

الغرض آپ کے کمالات بے انتہا ہیں اور ان کی تفصیل کی اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔ آپکی وفات بتاریخ ۱۴؍ ذوالحجہ سنہ ۱۱۱۱ھ واقع ہوئی اور آپ کی مزار مبارک حماہ شریف میں باب الناعورہ کے متصل واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مشکوٰۃ بست و ششم

ذکر شریف

قبلہ ہر وضع شریف، کعبہ ارباب عفیف منیف، عارف باللہ، نائب رسول اللہ
ذو العز الشریف والمجد المنیف، صاحب عالی الملقب لاابالی، سید الابدال الکرم العلوی
سیدی و مولائی السید شاہ عبد اللطیف الحموی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز
ونور اللہ تعالیٰ قلوبنا بانوارہ المجید واتانا اللہ تعالیٰ من فیوضاتہ

صاحب رسالہ لطائف اللطیف یعنی مولف عاصی عرض پرداز ہے کہ ؎

ابیات

خیال در دل آوردم کہ ہستی جہاں دیدم سراپا وہم دیدم رہگذری دیدم گماں دیدم
ہمہ موجود وہمی را گرفتار فنا دیدم گذرگاہ ایں عالم را کہ چوں آب رواں دیدم
کہ ایں اندیشۂ مارا چنیں آموخت مجنوں ساخت کہ عمر رفتۂ خود را تمامی رائگاں دیدم
ندادم ہیچ مایہ بر تہی دستی خود فریاد کہ من خود را یکے از کمترین غافلاں دیدم
پشیماں بودمی ناگاہ از دل گشت ارشادم کہ مدح مرشد خود کن نجات تو دراں دیدم
لطیف ظاہر و باطن جناب سید الابدال کہ ذات عالیش را من شفیع بیکساں دیدم
نہ مثلش در جہاں باشد نہ بہ عصرشاں کسے پیدا میان اولیاء اللہ یکتائے زماں دیدم
چنیں بر سایہ عاصی دستگیری ہاں کہ میداری بمثل قسمت کس را کہ من کم در جہاں دیدم

چہ اندحش نمیگوئی کہ گفتن بر تو واجب شد ٭ کہ مدح شیخ بخشندہ گناہ عاصیاں دیدم
جوابش دادم اے دل گرچہ ہستم از غلامانش ٭ ولے خود را کجا من لائق توصیف آں دیدم
چہ حد من بود اے دل کہ در مدحش بپردازم ٭ نہ ہر یک ذرہ خبر را بار بردار گراں دیدم
بگفت اے مرد سادہ بیں ایں بے عقلی و نادانیست ٭ عجب من یکسر را از صد ہزاراں کاہلاں دیدم
بگفتم اے دل ناصح نہ عذرم از رہ جہل ست ٭ ولے از شوکت نامش زباں لرزہ کناں دیدم
اگر بالفرض رازم جرأتے من حسب ایمایتہ ٭ نہ در خود لیکم خبر ماند نہ ہیچ از تو نشاں دیدم

ز حیرت عقل من سوزد و بہ مدحش پیش ازیں ہرگز
نہ مقدور قلم دیدم نہ یارائے زباں دیدم

مقصود کلام اور حاصل تحریر یہ کہ میری استعداد کہاں اور مدحت جناب عالی لاابالی کہاں کہ میں آپکے مناقب سپرد قلم کروں شاید میری زبان عجز کی ہی سعدی بادی نے تشریح فرمائی تھی کہ ؎

گر کسے وصف او زمن پرسد ٭ مدحے از بے نشاں چہ گوید باز

لیکن حسب ارشاد حضرت دل آپ کے مناقب عالی کو رقم کرنے کی جرأت کرتا ہوں جو میرے لئے توشہ نجات کی حیثیت رکھتے ہیں اور مجھے امید کامل ہے کہ جب میں اس عالم آب و گل سے رخصت ہو جاؤں تو یہی میری شفاعت کا باعث بنیں گے میرے دامن سے عصیاں کے غبار کو صاف کر دینگے اور آپ اپنے کرم سے بے دست و پا کی دستگیری فرمائیں گے۔

مولف عاصی عرض کرتا ہے کہ میں نے اپنے بزرگان سلف سے سنا ہے کہ آپ کا عرف سید الابدال لاابالی تھا۔ اس کتاب میں جہاں کہیں سید الابدال لاابالی تحریر کیا گیا ہے اس سے حضرت کی ہی ذات مراد ہے۔

صاحب لطائف قادریہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت سید الابدال لاابالیؒ حماہ شریف سے عالم شباب میں نکلے اور سیر کرتے کرتے بلاد دکن تشریف لائے تو آپ نے کرنول عرف قمر نگر میں قدم رنجا فرمایا چونکہ آپ کے ساتھ درویشوں کی ایک کثیر تعداد تھی جو ایک روایت کے بموجب پچاس تھے موضع علی پور میں جو شہر سے متصل واقع ہے۔ ایک مسجد میں قیام کیا جو سید لاابالی کے اسم مبارک سے موسوم ہے۔ اس وقت وہاں ایک کافر بادشاہ تھا جسکا نام راجہ گوپال

انھوں نے کبھی اسلام و اعزاز و احترام نہ کیا تھا۔ اتفاقاً مشیت یزدی سے آپ کے تشریف لانے کے بعد اس کی لڑکی سانپ کے کاٹنے سے فوت ہوگئی ان کو اس کے طریقہ کے بموجب بتکلف تمام جلانے کے لئے لے جایا جارہا تھا۔ حضرت عالی لاابالی نے دریافت کیا کہ یہ جلوس کس خوشی میں آراستہ کیا گیا ہے۔ فقراء نے جو آپ کے خدمت گذار تھے عرض کیا کہ یہ جلوس تہنیت نہیں بلکہ جلوس تعزیت ہے۔ ہندوؤں میں یہ رسم رائج ہے کہ جب انہیں کا کوئی شخص فوت ہو جائے تو اس کو اسی طرح جلانے کے لئے لے جایا جاتا ہے۔ یہ راجہ کی لڑکی تھی جو سانپ کے کاٹنے سے فوت ہوگئی ہے یہ سن کر جناب عالی لاابالی کی غیبی نفسی جاگ اٹھی اور دریائے رحمت جوش میں آگیا۔ آپ نے اپنی زبان حق ترجمان سے فرمایا کہ اگر راجہ کو مشرف بہ اسلام ہونے تو تیار ہے تو اس کی لڑکی قادر حقیقی کے حکم سے زندہ ہو جائے گی درویشوں نے بادشاہ سے جا کر کہا کہ فلاں بزرگ جو مسجد میں مقیم ہیں یہ دعا فرماتے ہیں کہ اگر تم اسلام قبول کرو تو تمہاری بیٹی بحکم يخرج الحي من الميت اسی وقت زندہ ہو جائے گی راجہ گوپال نے یہ سنتے ہی اپنا سر ارادت خم کردیا اور آپ کے ارشاد کو قبول کرلیا درویشوں نے اس کا پیام حضرت سے کہہ سنایا کہ اگر مجھے یہ نعمت حاصل ہو جائے تو میں دل و جان سے اسلام قبول کرلوں گا۔ اور اس بزرگ کے حلقہ بندگی میں داخل ہو جاؤں گا اور آپ کی ارادت اختیار کرلوں گا۔ القصہ جناب عالی لاابالی نے اسکی لڑکی کی نعش کو طلب فرمایا جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر کی گئی تو ایک روایت کے بموجب آپ نے ایسی توجہ فرمائی کہ لڑکی اسی وقت زندہ ہوگئی۔ بعض روایات کے بموجب آپ نے اس کو طلب کرنے کے بعد کاغذ کے ایک ٹکڑے پر کچھ تحریر فرمایا اور ایک پرندہ کی گردن میں باندھ دیا۔ وہ پرندہ اڑ گیا اور تھوڑی دیر بعد ہی مختلف الاشکال سانپ آنے لگے یہاں تک کہ مسجد کا صحن سانپوں سے بھر گیا بعد ازاں ایک سفید رنگ کا سانپ۔ جس کی آنکھیں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں۔ ایک کالے رنگ کے سانپ پر سوار حاضر ہوا اور جناب عالی لاابالی کے سامنے فرط ادب سے زمین بوسی کی آپ نے اس سے مخاطب ہو کر اس کی زبان میں کچھ فرمایا اس نے ایک سانپ کو حکم دیا کہ اس سانپ کو حاضر کیا جائے جس نے لڑکی کو کاٹا تھا کچھ ہی دیر میں اس سانپ کو حاضر کیا گیا اور اس نے اسی مقام سے جہاں اس نے کاٹا تھا۔ لڑکی کے جسم کا سارا زہر کھینچ لیا۔ اور راجہ گوپال کی

لڑکی زندہ ہوگئی۔ اس کرامت سے مومنین کا ایمان اضافہ ہوا اور جو کفار تھے ان کے لیے آپ کا یہ تصرف باعث قبول اسلام ثابت ہوا اور اکثر کافروں نے اس کرامت کو دیکھ کر مشرف باسلام ہونا منظور کر لیا۔ راجہ بھی اپنی رعایا کے ساتھ حلقۂ اسلام میں داخل ہوگیا۔ حضرت لاابالی اس واقعہ کے بعد مستقل طور پر قمر نگر کی سکونت اختیار فرمائی اور اسی وقت سے آپ کے خوارق عادات اور کرامات و تصرفات کا ہر جگہ چرچہ ہوگیا۔ ایک عالم آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا اور آپ نے انکی تعلیم و ہدایت فرمائی جس سے لوگوں کی ایک کثیر تعداد آپ کے فیض صحبت سے مرتبۂ ولایت پر فائز ہوئی انہی کے منجملہ مصاحب ذی مواہب شیخ علی صاحب بھی تھے جو حضرت سید لاابالی کے مرید اور خلیفہ خاص تھے آپ کا ذکر مناسب مقام پر مذکور ہوگا۔

الغرض حضرت سید الابدال نے اس واقعہ کے بعد اس سفید سانپ سے جو دراصل ان کا سالار تھا عہد لیا کہ باردگر آپ کی اولاد میں سے کسی کو سانپ نہ کاٹے گا۔ مؤلف عاصی جو آپ کے آستانہ مبارک کا ایک خادم ہے عرض کرتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے وقت تحریر تک کہ قریب ۷۵۰ سال گذر چکے ہیں حضرت عالی لاابالی کے صاحبزادوں میں سے کسی کو سانپ نے نہیں ڈسا۔ بلکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ آپ کے اکثر صاحبزادوں کے بستر میں سانپ بھی سو جاتے ہیں لیکن ان کو ایذا نہیں پہنچاتے قولہ حق وکلامہ صدق۔

الغرض جب سید الابدال کا آفتاب ولایت موضع قمر نگر میں چمکا تو چند روز بعد آپ کے بعض معتقدین نے عرض کیا کہ الحمد للہ علیٰ کل حال کہ ہم حضرت لاابالی کے قدوم فیض لزوم سے مشرف ہوئے اور اپنی حسب استطاعت آپ سے نعمت قادریہ کا فیضان حاصل کیا اگر جناب سید الابدال اپنے جد شریف کی سنت سنیہ کی پیروی میں عقد نکاح فرمائیں جس طرح کہ ہم آپکے آستانہ کرامت نشان سے فیضیاب ہوئے اسی طرح ہماری اولاد بھی آپ کے صاحبزادگان سے دولت تلقین و ارشاد حاصل کرے گی۔ الاماشاءاللہ۔ حضرت سید الابدال نے بہت تامل کے بعد فرمایا کہ اذا اراد اللہ شیئاً فھیّأ اسبابہ یعنی جب خدائے تعالیٰ کوئی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسکے اسباب مہیا کرتا ہے۔ فقیر امر الٰہی کے بغیر کسی بات پر عمل نہیں کر سکتا۔ وقت کے منتظر رہو کہ مشیت ایزدی کب ہوتی ہے اور تمہاری خواہش کی تکمیل کب ظہور پذیر ہوتی ہے۔

بسند صحیح مروی ہے کہ حضرت عالی لاابالی مدت مدید تک مجرد رہے اور تقریباً چالیس سال بلا

متاہل ہوئے ایک روز سید الابدال تشریف فرما تھے اور آپ کے مریدین و معتقدین بھی آپکی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت عالی لا ابالی نے ایک لمحہ کے بعد فرمایا کہ لوگو آگاہ ہو جاؤ کہ مجھے حکم الٰہی ہوا ہے کہ ایک ہی وقت میں دو عقد کروں اگر ان دو عقدوں کے اسباب مہیا ہو جائیں تو میں اس پر ضرور عمل کروں گا۔ مریدانِ راسخ الاعتقاد نے جو آپ کے اس فرمان کے ایک مدت سے منتظر تھے حضرت عالی لا ابالی کے حکم کے بموجب تجویز پیش کی اور عرض کیا کہ دو بی بیوں میں سے ایک حضرت شاہ حمزہ حسینی کی صاحبزادی ہیں جو کاملین مشائخین چشتیہ سے ہیں اور دوسری ایک امیر کبیر کی صاحبزادی ہیں۔ یہ دونوں رضامند ہیں۔ مقصودِ سخن یہ کہ حضرت سید الابدال نے امر الٰہی کے موافق دو ماہتاب عصمت و عفت سے عقدِ مناکحت فرمایا۔ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں ایسی موافقت اور ہم آہنگی تھی کہ دونوں ایک روح دو قالب کے مصداق تھے انہوں نے ایک دوسرے کی اولاد کی بھی پرورش فرمائی کہتے ہیں کہ جب حضرت عالی لا ابالی کو فرزند تولد ہوتا تو آپ اپنا دستِ مبارک اس کے جسم پہ پھیرتے اور فرماتے کہ ھذا میتٌ اسی وقت اس کی روح قبض ہو جاتی جب بارہا ایسا کیا تو خادموں نے آپ سے بعجز و انکسار عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے صاحبزادوں سے فیض دوام جاری رہے لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت سبحانہ نے مجھ سے عہد فرمایا کہ میرا جو فرزند میری طرح ہوگا وہ زندہ رہیگا اور جو میری طرح نہ ہو اسکا انتقال باعث رفع ملال ہے۔ چنانچہ جب آپکے پانچ صاحبزادے جو جواہر خمسہ کی حیثیت رکھتے ہیں آپ کے دونوں بی بیوں کے صدفِ شکم سے تولد ہوئے آپ نے کلمہ مذکور نہیں فرمایا۔

آپ کی ایک بی بی کے بطن سے آسمانِ ولایت کے دو ستارے عالم وجود میں آئے اور دوسری بی بی سے تین گوہر شہوار عالمِ ظہور میں تشریف لائے اور بزمِ دنیا کو اپنی تشریف آوری سے رونق افروز کر دیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان پانچوں صاحبزادوں کے اذکار مناسب مقام پر نقل کئے جائیں گے۔

الغرض جب یہ پانچوں صاحبزادے جنکو خمسہ طیبہ کہا جا سکتا ہے برجِ حمل سے آسمانِ ولایت پر رونق افروز ہوئے اور اپنے نورِ عارض سے جہانِ تاریک کو منور کیا تو جناب عالی سید الابدال لا ابالی ہر صاحبزادے کی ولادت کے بعد بنفس نفیس گھر میں تشریف لے جاتے اور بعد تکبیر و قامت جو کچھ کہنا ہوتا اپنی زبان حق ترجمان سے فرماتے۔ یعنی فرماتے کہ میرا یہ فرزند فلاں وقت فلاں مرتبہ کو پہونچیگا صدق اللہ و رسولہ و اولیائہ۔ جو کچھ حضرت سید الابدال لا ابالی کی زبان مبارک سے ان

پانچوں صاحبزادوں کے متعلق نکلا تھا حرف بحرف پورا ہوا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت سید شاہ علیؒ کے تولد ہونے پر جو آپ کے پانچویں صاحبزادے تھے آپ نے فرمایا کہ میرا یہ لڑکا اٹھارہ سال میں مرتبۂ شہادت کو پہونچے گا۔ چنانچہ اسی طرح ہوا اور حضرت شہید ہوئے۔

انشاء اللہ آگے ان کے اقوال تفصیلاً منقول ہونگے۔ لطائف قادریہ میں ہے کہ ایک روز جناب عالی لاابالی تشریف فرما تھے اور شاہ عبداللہ قادری اور سید شاہ موسیٰ قادری بیجاپوری جو دونوں آپ کے بڑے صاحبزادے تھے آپ کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے دو زر سرخ و سفید آپ کی نذر کیا ان دونوں صاحبزادوں نے چونکہ خورد سال تھے ایک ایک زر سرخ و سفید آپس میں تقسیم کر لیا حضرت عالی لاابالی نے ان دو قمرین المنورین کو کچھ نہ کہا اور اٹھ کر دریائے ہنیدری کے کنارے چلے گئے جو شہر کرنول سے متصل واقع ہے۔ نو روز تک وہاں کے ریگستان میں رہے اور فرماتے رہے کہ الٰہی میں نے عقد کا ارادہ نہیں کیا تھا لیکن تیرے فرمان کے بموجب میں نے نکاح کیا اور تو نے اس نکاح کے نتیجہ میں مجھے ان چار لڑکوں سے سرفراز فرمایا۔ جب خورد سالی میں ان کی حرص کا یہ عالم ہے تو ایام شباب میں ان کی حرص بھی جوان ہو جائے گی اور ان سے درویشی ناممکن ہو جائیگی کہتے ہیں کہ نو روز بعد حق سبحانہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت دی اور آپ خوش خوش واپس گھر لوٹ گئے اور جیسا کچھ ملہم غیبی نے فرمایا تھا کچھ عرصہ بعد ہی عرصہ ظہور پر نمودار ہو گیا اور یہ دونوں صاحبزادے قطب وقت ہو گئے۔

صاحب لطائف قادریہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سید الابدال عالی جناب لاابالی کی یہ عادت مستمرہ تھی کہ جب کوئی آپ کی خانقاہ میں آتا تو آپ بلالحاظ مذہب و ملت اس کی مدد فرماتے۔

ایک روز قوم ہنود میں سے ایک شخص جو مرتاضان وقت سے تھا حسن اتفاق سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اپنی عادت کے بموجب اس کی مہمان نوازی فرمائی۔ وہ دوسرے روز بھی حاضر ہوا سید لاابالی نے پہلے روز کی طرح پھر اس کی مدد فرمائی۔ تیسرے روز بھی آپ کی خانقاہ میں آیا آپ نے پھر اس کو کچھ عنایت کر دیا چوتھے روز وہ شخص ایک کمان لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے بہت سیر و سیاحت کی ہے لیکن کسی شخص کو آپ کی طرح نہ پایا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ کمان آپ کی نذر کر دوں تاکہ یہ وقت ضرورت آپ کے کام آئے۔ سید الابدال لاابالی نے بحکم مشرب لا سادہ کل کے پیش نظر اس سے اس کمان کی خصوصیت دریافت فرمائی اس نے کہا کہ کمان کی یہ خصوصیت ہے کہ میرے گرو کے

گرو نے اسکو تیس سال کی ریاضت و مجاہدہ کے بعد تیار کیا ہے اس کا ایک کمال یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو کچھ حاجت پیش آئے تو اس کمان سے ایک تیر چھوڑے وہ تیر جس جگہ زمین پر گر لگا وہاں سے تھوڑی سی زمین کھودنے پر دو ہزار زر سفید ملیں گے وہ اس میں سے اپنی ضرورت کے مطابق حاصل کر سکتا ہے ہر چند کہ اس نے چاہا کہ وہ کمان سید الابدال لاابالی کے نذر کرے آپ نے اس سے کمان لی اور فرمایا اے فلاں کیا تم نے یہ کمان مجھے دیدی اس شخص نے اقرار کیا حضرت سید الابدال لاابالی نے اس کمان کو قبضہ سے پکڑ کر اپنی قوت ولایت کے بل بوتے پر کھینچا اور وہ کمان دو ٹکڑے ہو گئی وہ شخص یہ دیکھ کر بہت غضبناک ہو گیا اور شدت سے اپنی کمان کا مطالبہ کرنے لگا۔ سید الابدال نے فرمایا کہ تم نے تو وہ کمان مجھے دیدی تھی میری چیز اگر میرے ہی ہاتھ سے ٹوٹ جائے تو اس میں تم کو کیا اعتراض ہے اس نے پھر کمان طلب کی حضرت لاابالی نے عذر آمیز کلمات فرمائے جب اس پر بھی اسکی شدت نہ گئی اور اس نے حد سے تجاوز کرنا شروع کیا تو آپ کے بشرہ مبارک سے جلال جھلکنے لگا آپ نے اپنی زبان حق ترجمان سے فرمایا کہ فلاں تجھے اپنی کمان چاہیئے یا اس سے بہتر کچھ اور چیز چاہیئے تیری کمان سے تو صرف دو ہزار حاصل ہو سکتے تھے اگر تو چاہے تو میں تجھے ایسی کمان دے سکتا ہوں جس سے تجھے چار ہزار، دس ہزار، پچاس ہزار یا ایک لاکھ مل سکتے ہیں تو جیسا چاہے میں ویسا ہی کروں گا۔ اس نے کہا کہ اے بزرگ تمہارے مبالغہ کی بھی حد نہیں۔ مجھے صرف میری کمان واپس کر دو حضرت نے اسکا کچھ جواب نہ دیا ایک ٹھیکری پر من عبد اللطیف تحریر فرمایا اور اور اس بیراگی کو دے کر فرمایا کہ اے فلاں تم جس صحرا میں چاہو جا سکتے ہیں میں تمہارے لئے کوئی سمت مقرر نہیں کرتا لیکن شرط یہ ہے کہ جب تم صحرا میں ایک بڑا گول پتھر دیکھو تو یہ تحریر اس پتھر کو دکھلاؤ اور پھر دیکھو قدرت قادر کے جلوے کس طرح ظاہر ہوتے ہیں اس بیراگی کا بیان تھا کہ جب اس نے صحرا میں ایک بڑا گول پتھر پایا تو آپ کے حسب ارشاد اسکو آپ کی تحریر بتائی اس پتھر سے دو اشخاص نکلے جو بہت ہی باہیبت اور باشوکت تھے اور اس بیراگی کا ہاتھ پکڑ کر پھر اس پتھر میں غائب ہو گئے۔

بیراگی کہتا تھا کہ میں نے ایسے کارخانہ غیبی دیکھے جن کو میں نے (۸۷) سالہ عمر میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ ان دو اشخاص نے مجھے کارخانہ کو حیرت سے دیکھنے سے منع کیا اور کہا حکم ہوا تھا کہ تجھے کمان غیبی میں لیجایا جائے اور تیری پسند کے مطابق ایک کمان تجھے دیدی جائے وہ لوگ مجھے کمان خانہ میں لے گئے اور ایک کمان میرے آگے رکھدی اور کہا کہ یہ کمان دو ہزار کی ہے اگر چاہو تو رکھ لو۔ پھر ایک کمان لائے اور کہا کہ یہ کمان چار ہزار

کی ہے اگر چاہو تو لے جاؤ اس طرح دس ہزار سے لیکر ایک لاکھ تک کی کمانیں میرے آگے لائی گئیں اور کہا گیا کہ اس سے زیادہ کا حکم نہیں ہے اسلئے اُن کمانوں میں سے جو پسند آئے تم لے سکتے ہو بیراگی مذکور نے کہا کہ اے موکلان غیب میری کمان مجھے مل گئی اور باطن نورِ ایمان سے منور ہو گیا۔ اور میں حضرت عبداللطیف کا دل وجان سے معتقد ہو چکا ہوں مجھے تم جہاں سے لائے تھے وہیں واپس کر دو تاکہ میں تادم آخر حضرت کے قدموں میں پڑا رہوں۔ کہتے ہیں کہ جب وہ بیراگی چلنے پہ بضد ہو گیا تو دونوں مردانِ غیب نے اسکو وہیں پہونچا دیا جہاں سے اسے لے گئے تھے جب وہ واپس ہوا تو تیر کو اسی طرح پایا جسطرح جانے سے قبل دیکھا تھا۔ وہ کمال اعتقاد درسخ صفا قلب اور صفاء روح کے ساتھ حضرت جناب عالی لاابالی کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشرف باسلام ہو گیا۔ اور حضرت لاابالی کی ولایت کا معترف ہو کر آپ کے مقربین بارگاہ سے ہو گیا ؎

گرچہ ایں فقرا کہ در ظاہر گدائی میکنند — در لباسِ فقر باطن بادشاہی میکنند
بلکہ پیش ہمت شاں بادشاہی ہیچ نیست — ہر دم و ہر لحظہ شان کار خدائی میکنند

کتاب مذکور میں یہ بھی منقول ہے کہ حضرت سید الابدال کو اپنے آباء واجداد سے ورثہ میں ایک انگشتری ملی تھی۔ جس کے چالیس موکل تابع تھے کہتے ہیں کہ یہ انگوٹھی آپ کے ہاتھ میں رہا کرتی تھی لیکن آپ کبھی ان موکلین کو یاد نہ کیا کرتے تھے اتفاق سے ایک دفعہ چند فقیر سیاحت کرتے کرتے آپ کی خانقاہ میں حاضر ہوئے مہمان نوازی کے لئے آپ کے پاس کچھ نہ تھا آپ کو خیال گذرا کہ موکلین کو طلب کریں اور حکم فرمائیں کہ ایسی چیز پہونچائیں جو حلال طریقہ پر حاصل کی گئی ہو چنانچہ آپ نے موکلوں کو طلب فرمایا وہ اسی وقت حاضر خدمت ہو گئے جناب عالی لاابالی نے فرمایا کہ چند درویش ہمارے مہمان ہیں کچھ حلال چیز لاؤ تاکہ ان فقراء کی خدمت کیجا سکے موکلوں نے قبول کر لیا اور تھوڑی ہی دیر میں درویشوں کی شکل میں حاضر ہوئے اور انواع واقسام کی نعمتیں پیش کیں جس میں سموسہ اور ہرن کا گوشت بھی تھا اور عرض کیا کہ ہم لوگ بہ لباس درویشی بن کر اقلیم چہارم کے سلطان کے پاس گئے اور دریوزہ گری کی اس بادشاہ کا یہ معمول ہے کہ ہر وقت اس کے پاس اس طرح کے چالیس خوان موجود رہتے ہیں جب ہم سلطان کے در پر گداگروں کی صورت میں گئے تو اس بادشاہ ذی ہمت نے ہم میں سے ہر ایک کو ایک خوان عنایت کیا۔ چنانچہ ہم آپ کے حکم عالی کے موافق وجہ حلال سے یہ نعمتیں لے کر حاضر ہوئے ہیں حضرت لاابالی ان کے اس کلام سے بہت خوش ہوئے اور انکی تحسین فرمائی اور وہ خوان درویشوں

کی مہمان نوازی کے طور پر پیش کئے اس کے بعد اس انگشتری کو اپنے ہاتھ سے اتار دیا اور ایک کنویں کے اندر پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ چیزیں درویش کو خدا سے غافل کر دیتی ہیں اور درویش کے لئے یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ وہ بجز خدائے تعالیٰ کے کسی اور پر بھروسہ کرے ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ مولف عاصی عرض پرداز ہے ؎

اللہ اللہ ایں چہ ہمت اعلیٰ ست　　صد چند ز ہمت سلیمان بالا ست
آں انگشتری از آب بجست و بجا خواست　　ایں انگشتری بآب حالا انداخت

کتاب مذکور میں یہ بھی مرقوم ہے کہ جناب لاابالی پر آخر شب سے صبح ہونے تک جلال کا غلبہ رہتا اور صبح سے اول شب تک جمال طاری رہتا۔ جس وقت آپ سے اسماء جلالی کا ظہور ہوتا تو کسی میں اتنی تاب نہ تھی کہ آپ کے روبرو ٹھہر سکے آپ کے خادم بھی اس وقت آپ کے آگے حاضر ہونے سے احتیاط کرتے تھے۔ آپ کے خدام کا یہ معمول تھا کہ وہ روزانہ گیارہ صراحیوں میں پانی بھر کر آپ کے حجرہ مبارکہ کے دروازہ پر رکھ دیتے جب آپ حجرہ سے برآمد ہوتے تو سب سے پہلے آپ کی نظر ان صراحیوں پر پڑتی اور آپ کی نظر پڑتے ہی وہ سبوچہ ایک بلند آواز سے ٹوٹ جاتے صراحیوں کے ٹوٹ جانے کے بعد آپ کے خدام آپ کے دیدار سے مشرف ہوتے ایک روز آپ کے ایک خادم نے گیارہ صراحیوں کے بجائے دس صراحی رکھے جب حجرہ کا دروازہ کھلا اور آپ کی نظر ان صراحیوں پر پڑی تو وہ تمام کی تمام ٹوٹ گئیں اور اسی حالت جلال میں آپ کی نظر ایک خادم شاہی پر پڑی تو اس کی حالت یکسر تبدیل ہوگئی اور وہ واصلان حق سے ہوگیا۔

مولف عاصی رقمطراز ہے کہ یہی وجہ ہے کہ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے اپنے ملفوظ شریف میں انا سیفٌ مسلول فرمایا ہے۔ یعنی شمشیر برہنہ جس کسی پر پڑتی ہے اسکی گردن کٹ جاتی ہے چنانچہ آج تک بھی کسی کی جراءت نہیں کہ آدھی رات کے بعد بغیر طہارت کہ حضرت سید عالی لاابالی کی گنبد میں داخل ہو یہ بات بھی مضرت سے خالی نہیں کہ کوئی آدھی رات کے بعد آپ کی گنبد شریفہ کے اطراف واکناف میں کسی جانور کے شکار کرنے کی کوشش کرے۔

چنانچہ راوی منصوح عرض کرتے ہیں کہ آغاز جوانی میں ایک روز میں ایک کبوتر کے بچہ کو پکڑنے کی غرض سے گنبد شریف کے اندر داخل ہوا حضرت عالی لاابالی کی مرقد مبارک کی جگہ پر ایک شیر کو باہیبت و وقار بیٹھے ہوئے دیکھا جو نہایت غضبناک حالت میں غرا رہا تھا میرے ہوش جاتے رہے اور میں عرق آلود

پیشانی لئے وہاں سے واپس ہوگیا جب اپنے گھر پہونچا جو درگاہ سے متصل واقع تھا تو صدق دل سے توبہ و استغفار کیا کہ پھر کبھی ایسی گستاخی نہ کروں گا باوجود توبہ و استغفار کے تین شبانہ روز تک جسم میں حرارت اور لرزہ رہا۔

صاحب لطائف قادری جنکو مندرجہ بالا واقعہ پیش آیا تھا عرض کرتے ہیں کہ اکثر اوقات روضۂ شریف کے صحن کی ریت پر شیر کے پنجوں اور اس کے بیٹھنے کے نشانات پائے گئے لہذا خادم درگاہ شریف رات کا ایک حصہ گذرنے کے بعد کسی کو وہاں ٹھہرنے نہیں دیتے۔ مولف عاصی کہتا ہے کہ چند سال سے بعض درویش درگاہ شریف میں سکونت پذیر ہیں واللہ اعلم ورسولہ

صاحب لطائف یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت لاابالی کو اپنے جد شریف کی شریعت کا اتنا پاس و لحاظ تھا کہ آپ سماع بھی نہیں سنتے تھے نماز با جماعت ادا فرماتے تھے اور جمعہ کے روز مسجد جامع تشریف لے جاتے۔ جب صحرا جاتے تو حضرت شیخ علی آپ کے ہمراہ ہوتے چنانچہ آج بھی آپکے روضہ منورہ میں جو کرنول میں واقع ہے غیر شرعی امور جیسے سماع رقص آواز سرود وغیرہ نہیں ہوتے۔ اگر کوئی شخص آپ کے روضہ مبارکہ میں ان غیر شرعی رسومات پر عمل آوری کی کوشش کرے تو اسکو بہت بری سزا ملتی ہے اور وہ حال بد میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

چنانچہ بسند صحیح منقول ہے کہ ایک دفعہ میر امام نامی ایک مجذوب بزرگ جو مجذوب زادہ بھی تھے اور سکین شاہ صاحب کے صاحبزادے تھے روضہ مبارکہ میں منع کرنے کے باوجود آلات رقص و سرود مہیا کئے نغمہ نواز نے دف پر ہاتھ مارا ہی تھا کہ ناگاہ مجذوب مذکور درد جگر میں مبتلا ہوگئے۔ ہر چند ضبط کرنا چاہا لیکن ان میں ضبط کی تاب نہ رہی اور وہ ہاتھ پاؤں مارنے اور واویلا کرنے لگے اسی حالت میں وہ درگاہ شریف کے خادم کے پاس گئے اور ان سے جناب عالی لاابالی کی پناہ کی درخواست کی خادم مذکور کو ان کے حال تباہ پر رحم آگیا اور انہوں نے روضہ مبارک کے قفل کی کنجی پانی میں ڈبو کر ان کو وہ پانی پلا دیا اور ان کا درد فوراً دور ہوگیا۔ سچ ہے کہ ؎

ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد ٭ ساعد سیمین خود را رنجہ کرد

لطائف قادری میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت سید الابدال پر شغل وحدت اور مرتبہ استغراق توحید کا ایسا غلبہ طاری رہتا تھا کہ آپ کے وجود شریف میں حرف دوئی کا نام و نشان بھی باقی نہ تھا اور آپ کا وجود سراپا وجود عالم میں فنا ہو چکا تھا چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک روز جناب عالی لاابالی

اپنے گھر کی دیوار سے پشت لگائے تشریف فرما تھے کہ ایک یہودی ہیزم فروش آپ کے سامنے سے گذرا اس نے معاً اس گائے کو تازیانہ لگایا جو اسکی گاڑی کھینچ رہی تھی سید الابدال یہ دیکھ کر بے تاب ہو گئے اور آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا آپ نے ایک آہ سرد کھینچی جب حاضرین نے اس آہ کی وجہ دریافت کی تو ان کو حضرت سید الابدال کی پیٹ پر چابک کا نشان نظر آیا۔ ہیزم فروش نے جب آپ کی یہ کرامت دیکھی تو فوراً مشرف باسلام ہو گیا۔ چنانچہ تا حال حضرت لاابالی کے روضہ پر انوار پر کسی پرندہ یا جانور کو مارا نہیں جاتا اگر اتفاقاً نادانستگی کی بناء پر کوئی ایسا کر گذرے خود مارنے والا ہی ایذا کا شکار ہو جاتا ہے ساکنان روضہ مبارکہ کے لئے یہ احتیاط بے حد لازمی ہے۔

صاحب لطائف قادری یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت سید الابدالی کا یہ معمول تھا کہ آپ روزانہ نماز عصر سے قبل صحرا میں تشریف فرما ہوتے آپ آبادی سے دور گذرگاہ پر تنہا بیٹھتے جب لکڑہارے اور لکڑی منتقل کرنے والے اس راہ گذر سے گذرتے تو آپ دور ہی سے دیکھ لیتے کہ ان میں کوئی شخص ضعیف، معمر اور ناتوان تو نہیں جس کی گردن پر لکڑی کا بہت زیادہ بار ہو اگر کوئی ایسا شخص نظر آتا تو آپ کمال ترحم سے اسکا استقبال فرماتے اسکی پیٹ سے لکڑیوں کا بار اٹھا لیتے اور اپنی پشت مبارک پر لاد کر شہر کے قریب تک پہونچا دیتے اور پھر صحرا کی جانب لوٹ جاتے اسی طرح چند ہیزم فروشوں اور حمالوں کا بار کم کر دیتے اور اس کو سبکبار فرما دیتے اور نماز مغرب خانقاہ میں باجماعت ادا فرماتے اکثر اوقات نماز عشاء کے بعد حضرت شیخ علی صاحب کو لے کر صحرا میں چلے جاتے اور ساری رات وہیں گذار دیتے طلوع آفتاب سے قبل اپنے بستر پر تشریف لیجاتے

لطائف قادری میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ کا یہ معمول تھا اگر آپ جس گاڑی میں سوار ہوں اسکو حیوان کسی چارپایہ کو جو گاڑی کھینچ رہی ہو ضرب لگاتا تو فوراً اس ضرب کی علامت اس ضارب کی پیٹ پر نمایاں ہو جاتی اور وہ منفعل ہو جاتا۔ اسی طرح آپ کے تن مبارک پر بھی اسکا اثر ہوتا اس وقت سید الابدال لاابالی فرماتے کہ اب تمہیں حیوان کو مارنے کی حقیقت معلوم ہوئی اگر چاہتے ہو تو پھر مارو اور اس سے بڑھ کر مضرت دیکھو۔

کتاب مذکور میں یہ بھی مرقوم ہے کہ شاہ اسد اللہ صاحب جو شاہ چند حسینی کی اولاد سے تھے اور اسرار چشتیہ کے نور باطنی سے مستفیض ہو چکے تھے فرماتے تھے کہ ایک رات میرے ایک مرید صادق

العقیدت کے میرے لئے پھولوں کا ہار نذر کیا فقیر نے چاہا کہ میں اسے جناب عالی لاابالی کی نذر کروں میں روضہ مبارکہ میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ روضہ کا دروازہ مقفل ہے میں مجاور درگاہ کے گھر گیا معلوم ہوا کہ وہ کسی کی شادی میں گیا ہوا ہے اور دروازہ شریف کی کلید مبارک بھی اس کے پاس ہے لاچار میں نے چاہا کہ وہ پھول دروازہ مبارکہ کے قفل ہی کو چڑھا دوں میرا ارادہ ابھی رو بحقیقت نہ ہوا تھا کہ میرے دل میں خیال گذرا کہ آپ ولی کامل ہیں اگر میری نذر درجہ قبولیت رکھتی ہے تو قفل خود بخود کھل جائیگا یہ سوچ کر جیسے ہی میں نے قفل کو پکڑا ہلایا قفل کھل گیا لیکن میرے دل میں ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ میں پسینہ میں غرق ہوگیا لرزاں و ترساں میں نے نیاز بجا لائی لیکن اس کے بعد سے کبھی میں نے پاس ادب سے گنبد شریف کے اندر داخل ہونے کی جراءت نہ کی اور روضہ مبارکہ کے باہر ہی سے حضرت کی روح پر فتوح پہ نیاز و فاتحہ بجالانے لگا۔

صاحب لطائف قادری یہ بھی بسند صحیح نقل فرماتے ہیں کہ مسکین شاہ صاحب جو قادری المشرب اور مجذوب کامل تھے، مذہب ملامتیہ کے حامل تھے اور ہمیشہ کلمات شطحیات ان کی زبان سے جاری رہتے۔ وہ صاحب خوارق عادات تھے اور اکثر اصحاب دولت ان کے معتقد تھے کہتے ہیں کہ ان کا معمول تھا کہ جب ان پہ غلبۂ جذب ہوتا وہ بزرگان سلف کی درگاہوں پر جاتے اور ایسے ایسے حرکات کر گذرتے کہ جنکا تحریر کرنا مناسب نہیں اگرچہ کہ کہا گیا ہے کہ طریق العشق کلھا ادبٌ لیکن شاہ صاحب موصوف کبھی گستاخانہ طور پہ حضرت سید الابدال لاابالی کی درگاہ میں نہ آئے۔ اگر اگر اتفاقاً درگاہ شریف سے گذرتے تو دروازۂ دوم تک آتے جو دروازہ اول کے صحن کے سامنے واقع ہے اور وہیں سے لوٹ جاتے اور کہتے ہیں کہ اس مقام کے صاحب ولایت حضرت سید الابدال ہیں۔ ان کی شمشیر ولایت برہنہ ہے جس سے ڈرنا چاہیئے۔ میاں جی یہ وہ جگہ ہے جہاں آنکھ اور کان کٹ جائیں گے یہ کہہ کر روضہ مبارکہ سے جلد سے جلد لوٹ جاتے۔

صاحب مذکور یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ آپ کے زمانۂ آخر میں ایک درویش تھے جنکا نام معصوم شاہ تھا مسکین شاہ مجذوب سالک تھے اور یہ سالک مجذوب تھے ایک روز ان دونوں مجاذیب کی ملاقات ہوئی مسکین شاہ نے کہا میں اندرون شہر رہوں گا اور تم بیرون شہر رہو گے معصوم شاہ نے فرمایا کہ مسکین تمہارے لئے شہر کے اندر جگہ نہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے اپنی قبر کے لئے ایک جگہ یہاں کے صاحب ولایت جناب شاہ عبداللطیف لاابالی کی اجازت سے حاصل کر لی ہے

اب شہر میں جگہ نہیں اسلئے تمہارے لئے بیرون حصار رہنے کا حکم ہے راوی کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔ کہ حضرت معصوم شاہ اندرون بلدہ قمر نگر استراحت فرما ہیں اور حضرت مسکین شاہ صاحب بیرون حصار مدفون ہیں مولف عاصی جو آستانہ جناب عالی سید الابدال لاابالی کا ایک ادنیٰ خادم ہے عرض پرداز ہے کہ ایک روز اس غلام حلقہ بگوش ازلی نے جو ایک مدت مدید سے زیارت آستانہ مبارکہ کا آرزومند تھا خواب میں دیکھا کہ یہ بندہ درگاہ لاابالی بجہت زیارت روضہ مبارکہ شہر کرنول شریف حاضر ہوا ہے اور روضہ مبارکہ کے صحن میں کھڑا ہے۔ اکثر مشائخین عظام بھی جنکو حضرت لاابالی کی غلامی کا شرف حاصل ہے ایستادہ ہیں اور مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ یہ جناب لاابالی کے روضہ مبارکہ کا صحن ہے فقیر ان سے عرض کر رہا ہے کہ روضہ مقدسہ کہاں ہے ان لوگوں نے اشارہ سے مجھے بتایا کہ آپ کے سامنے جو عمارت ہے یہی روضہ منورہ ہے اور اسی میں حضرت لاابالی کی مرقد واقع ہے۔ میں نے ان سے پھر عرض کیا کہ میرے دل میں زیارت روضہ مقدسہ کی تمنا ہے۔ مقصود تحریر یہ ہے کہ فقیر اور اسکے ساتھ دوسرے مشائخین نے حضرت سید الابدال کے مرقد کے طواف کا ارادہ کیا اور آگے بڑھے ابھی چند قدم بھی نہ بڑھے تھے کہ ہم ایک حجرہ کے دروازہ پر پہونچے جو اونچائی پر واقع تھا اور اسکو چند سیڑھیاں بھی تھیں۔ تمام بزرگان حاضرین نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اندر جانے کی اجازت دی جب میں روضہ مبارکہ میں داخل ہوا تو یہ سب کے سب میرے پیچھے روضہ میں داخل ہوگئے اس بندۂ حسن لطیف نے بے تامل حضرت عالی لاابالی کے قبر شریف کے پائیں سر نیاز خم کر دیا بعد ازاں دیکھا کہ حضرت کی قبر شریف کے بائیں جانب ایک مٹی کے پیالہ میں تازہ صندل بھرا ہوا ہے اور اس کی خوشبو سے روضہ مہک رہا ہے ان سب بزرگوں نے دست بستہ کھڑے ہوکر مجھ سے کہا کہ آپ صندل مالی کی ابتدا کریں فقیر نے ان بزرگوں کی بات مان لی اور چند بار بالین قبر شریف پر اپنے ہاتھ سے صندل نذر کیا میرے بعد ان تمام بزرگوں نے بھی صندل چڑھایا پھر یہ بندۂ درگاہ آپ کے مزار کے پائیں جو مٹی کی بنی ہوئی تھی سرنگوں ہوگیا اور عین اسی حالت خواب سے بیدار ہوگیا جب نیند سے جاگا تو اس بیت کو اپنے حسب حال پایا ؎

مژدہ ام بر مژدۂ از جوشش حلاوت چسپید   لبکہ دیدیم بخواب آں لب شیریں لقب

جب اس فقیر کے پیر دستگیر نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی تو اسکے چوتھے روز میں نے پھر یہی خواب دیکھا اور اسکے بارہ سال کے بعد اس خواب کی تعبیر نظر آئی کہ حضرت پیر و مرشد اور تمام اجداد عالیہ کی خدمت صندل مالی اس بندۂ جناب لاابالی کو نصیب ہوئی۔ الحمد للہ علی نعمائہ ؎

آنانکہ چشم خویش بصد حیلہ واکنند ٭ سگِ را ولی کنند و مگس را ہما کنند

یہ بھی منقول ہے کہ سلاطین سابقین کے زمانہ میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے سات بزرگ دکن کی طرف تشریف لائے سلاطین ماضیہ نے ان مشائخین قادریہ کے انساب کی بہت تحقیق کی اور بغداد کے اہل ثقہ سے وہاں کے سجادہ کی مہر کے ساتھ جو اسوقت مسند سجادگی پر متمکن تھے سند اثبات حاصل کی ان سات بزرگوں میں سے ایک حضرت لاابالی تھے ۔ چنانچہ تا وقت تحریر سند مذکور حضرت کے چوتھے صاحبزادے کی اولاد کے پاس محفوظ ہے ۔ ہر چند فقیر نے اس کی نقل لینی چاہی اور حضرت کی اولاد نے وعدہ بھی کیا لیکن آج تک سند مذکور مجھے نہ ملی انشاء اللہ تعالےٰ جلد مل جائے گی ۔ دراصل حضرت کے چوتھے صاحبزادے کی اولاد امجاد کو اس سند کے حاملین ہونے پر فخر ہے اور اسی وجہ سے وہ سند کسی کو نہیں دیتے ۔ حالانکہ یہ عاصی بھی حضرت کے فرزند سیوم کی اولاد سے ہے ۔ سبعہ قادریہ کی تفصیل مناسب مقام پر نقل کی جائے گی ایک روایت کے بموجب یہ بزرگ سات نہیں بلکہ گیارہ تھے واللہ اعلم ورسولہ

لطائف قادری میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت عالی لاابالی کے پانچ صاحبزادے تھے آپ نے ان پانچوں صاحبزادوں میں اپنی نعمتیں تقسیم فرمائیں چنانچہ صاحبزادے کلاں حضرت سید شاہ عبداللہ صاحب کو اپنا تاج سر شاہی مرحمت فرمایا دوسرے صاحبزادے حضرت سید شاہ موسیٰ قادری کلاں کو شجرہ انساب عنایت کیا اور ایک روایت کے بموجب کشتی خاص عطا فرمائی ۔ حضرت سید شاہ محی الدین ثانی کو جو آپ کے تیسرے صاحبزادے تھے اپنا جبہ خاص عنایت کیا حضرت سید شاہ طاہر ثانی کو جو آپ کے چوتھے صاحبزادے تھے اجازت علم و دعوت عطا فرمائی اور جزدان خاص اور اوراد مخصوصہ بھی عنایت کئے اور پانچویں صاحبزادے حضرت سید شاہ عیسیٰ صاحب کو اپنے دست مبارک کی شمشیر عطا فرمائی ۔ ان تبرکات کی تفصیل آگے آئے گی ۔ شیخ علی صاحب کو جو آپ کے مرید باکمال تھے اپنا خرقہ و خلافت عطا فرمایا جو آپ کو اپنے جد عموی السید احمد الحموی سے ملا تھا ۔ چنانچہ آج تک بھی آپ کے خاندان میں وہی خرقہ خلافت جاری ہے ۔ آپکے چاروں صاحبزادوں نے حضرت شیخ علی صاحب سے خرقۂ خلافت طلب فرمایا اس کی تفصیل آپکے صاحبزادوں کے احوال میں آگے منقول ہوگی ۔ الغرض آپ کے کمالات اور خوارق عادات ' ظہور جلال وجمال اور کمال تشریح حد تحریر سے باہر ہے اور ان کی تفصیل اس مختصر رسالہ میں ناممکن ہے ۔ حضرت لاابالی

کی وفات بتاریخ ۷ر ذی الحجہ ۱۰۴۷ھ واقع ہوئی اور ایک روایت کے بموجب ۱۰۵۹ھ آپ کا سنِ وفات ہے۔ چنانچہ ایک مورخ کہتے ہیں ؎

خرد گفت تاریخ آں دستگیر ÷ بہ پنج آہ "وھو اللطیف المنیر"

آپکی مزار مقدس شہر قمر نگر عرف کرنول میں زیارت گاہ خاص و عام ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نورِ کونینؒ قبلہ دارینؒ مشہور زمانہ سید میراں سید حسین الحموی

صاحب لطائف قادری رقمطراز ہیں کہ حضرت سید میراں حسینی بھی سلسلہ قادریہ میں سے ایک بزرگ تھے آپ کا لقب شاہ ابدال تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے۔

سید میراں حسینی بن سید مسعود بن سید جلال الدین بن سید اعلیٰ بن سید عبداللہ بن سید مرشد بن سید قاسم بن سید حسین ثانی بن سید موسیٰ بن سید محمد بن سید حسین بن سید احمد بن سید عماد الدین ابی صالح نصر بن قطب الافاق سید تاج الدین عبدالرزاق بن سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ۔

صاحب انوار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ آپ قطب وقت تھے ایک دفعہ ایام شباب میں آپ اپنے بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ اپنے گھر میں واقع ایک درخت کے پاس گئے اور ایک پتھر درخت پر پھینکا اتفاق سے آپ کی ایک بہن جو اس درخت کے نیچے کھڑی ہوئی تھیں اس پتھر کی زد میں آگئیں اور ان کے زوایک ذات شہید ہو گئے حضرت شاہ ابدال اسی وقت اپنے گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور دکن کی جانب روانہ ہوئے آپ سلطان محمد قلی کے عہد سلطنت میں حیدر آباد تشریف لائے۔ اور قلعہ گولکنڈہ کے قریب ایک مسجد میں قیام کیا تقریباً سو فقراء آپ کے ہمراہ تھے۔ تین روز تک ان فقراء کو کھانے کے لئے کچھ میسر نہ آیا اور مضطرب الحال ہو گئے چوتھے روز استقلال خاں لئے سلطان محمد قلی قطب شاہ کے حکم سے کسی کی ضیافت کے لئے پچاس خوان روانہ کئے خوان لیجانے والے بھی اسی طرف سے گذرے جہاں فقراء مقیم تھے۔ فقراء شدت گرسنگی سے بے تاب تھے۔ حضرت

شاہ ابدال نے ان کی اس حالت سے واقف ہو کر حکم دیا کہ وہ تمام خوان لائے جائیں۔ جب وہ خوان آپ کے سامنے پیش کیے گئے تو آپ نے ان میں کا کھانا تمام فقراء میں تقسیم کر دیا اور خوان اسی طرح باندھ کر ان لوگوں کو واپس کر دیا جب یہ لوگ استقلال خاں کے پاس گئے اور اس سے عرض حال کیا لیکن جب استقلال خاں کے سامنے خوان کھولے گئے تو ان میں انواع واقسام کے کھانے موجود تھے۔ استقلال خاں نے جب آپ کا یہ تصرف دیکھا تو اسی وقت آپکی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو صاحب تصرف و خوارق عادت پا کر اسی روز سے آپ کا معتقد ہو گیا۔

آپکی حیدرآباد میں سکونت کا باعث بھی یہی ہوا۔ آپ نے خاں مذکور کے اعتقاد اور خلوص کی بناء پر کچھ عرصہ تک ملکاپور میں بھی سکونت اختیار فرمائی جو حیدرآباد کے مضافات سے ہے اور قلعہ کے متصل واقع ہے آپ کی ذات بابرکت سے ایک عالم نے فیض ہدایت اور عرفان حاصل کیا

صاحب لطائف قادری تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ ابدال سید میراں حسین قادری اور سید الابدال شاہ عبداللطیف لاابالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما حسن اتفاق سے ایک ساتھ ملک دکن میں وارد ہوئے اور قلعہ گولکنڈہ کے عقب میں واقع ہے مسجد میں ساتھ ہی قیام کیا۔ چند دن وہاں دونوں ساتھ رہے اور بعد ازاں حضرت لاابالی قمرنگر عرف کرنول روانہ ہوئے جبکہ حضرت سید میراں حسین حیدرآباد ہی میں مقیم رہے جب دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہونے لگے تو حضرت سید شاہ محی الدین ثانی شاہ عبداللطیف لاابالی کی نسبت حضرت سید عبدالقادر بن سید میراں حسین الحموی کی صاحبزادی سے قرار پائی اس کی تفصیل برمحل تحریر کی جائے گی۔

الغرض حضرت میراں حسین کے کرامات اور خوارق عادات بے شمار ہیں اور حد تحریر سے باہر ہیں اس کی مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں۔ آپ کے پانچ صاحبزادے تھے سید عبدالقادر، سید عبدالوہاب سید سعدالدین، سید محمد اور سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

آپ کی وفات بتاریخ ۱۳ رجمادی الاولیٰ ۱۰۴۹ھ واقع ہوئی اور آپکی قبر انور بیرون حیدرآباد قلعہ گولکنڈہ سے متصل تنگہ حوض میں زیارت گاہ خلائق ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قطب دوائر، کنز ذخائر، مقتدائے وقت سیدنا سید عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت میراں حسین بغدادی کے بڑے صاحبزادے اور جانشین تھے آپ کا لقب بڑے حضرت صاحب مکاپوری تھا۔ آپ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد ۳۹ سال تک مسند خلافت پر متمکن ہوکر رشد و ہدایت کا کام سرانجام دیتے رہے اور ایک عالم کو اپنے فیض تلقین سے فیضیاب کیا آپ سے کئی تصرفات باہرہ ظہور پذیر ہوئے اور آج بھی آپ کے آستانہ پر فیض سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ چنانچہ حضرت سید رمز الٰہی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جبکہ میں صحرا میں تھا حضرت سید عبدالقادر بن میراں سید حسین الحموی کے روضہ مقدسہ کے طواف کی غرض سے بعد اعتقاد گیا جب وہاں پہونچا تو بے اختیار یہ بیت میرے زبان پہ آگئی کہ ؎

ما کہ کردیم دلا طواف مزار عاشق ؎ سجدہ چند نمودیم بکار عاشق

القصہ میں جب گنبد شریف کے اندر داخل ہوا تو یہ شعر موزوں پایا کہ ؎

در کفن با تو ہم آغوش شدم ؎ در پیر دوشش تو ہم دوش ما شدم

میرے محبوب عبدالقادر خواب شیریں میں محو خواب تھے میں نے ان کو بیدار کرنا چاہا لیکن وہ بیدار نہ ہوئے میں نے ان کے والد حضرت شاہ ابدال حموی کو جو آپ کے پیر طریقت بھی تھے کہا کہ حضرت آپ کو بیدار فرمائیں۔ حضرت مذکور نے میری خواطر دو مرتبہ فرمایا کہ بابا حضرت صاحب اٹھو کہ یہ تمہاری ملاقات کے لئے آئے ہیں اس کے باوجود آپ بیدار نہ ہوئے بالآخر اس گستاخ نے آپکے پائے مبارک کو پکڑ کر بیدار کیا آپ ازراہ بندہ نوازی بیدار ہوگئے اور بعد ازاں مجھ سے ملاقات مشتاقانہ فرمائی۔ اگرچہ کہ میں نے تمام بزرگوں سے اس طرح فیض حاصل کیا تھا لیکن مجھے میرے محبوب سید عبدالقادر سے جس قسم کا فیض حاصل ہوا وہ ان تمام فیوض سے زیادہ تر تھا۔ مولف عاصی عرض کرتا ہے کہ حضرت رمز الٰہی کو حضرت سید عبدالقادر کی خدمت میں کمال رسوخ حاصل تھا۔ آپ کے کمالات اور خوارق عادات بیرون حد تحریر ہیں آپ کے کمال کا کہ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ بعد رحلت بھی

ایسی قدرت کاملہ کے حامل ہیں۔ آپ کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام سید محی الدین احمد تھا اور تین صاحبزادیاں تھیں جن کے نام بی بی صاحبہ، حمیدہ صاحبہ اور شریفہ صاحبہ تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم آپ کی وفات ۱۳ رجمادی الاول ۱۰۸۷ھ کو واقع ہوئی آپ کی قبر شریف آپ کے پدر بزرگوار کے روضہ شریفہ میں ایک علٰحدہ گنبد میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قدوۃ الواصلین صمد زبدۃ العارفین احد افضل العرفا سیدنا شاہ سید رفیع الدین احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا لقب شریف غریب نواز ہے اور آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے:۔

سید شاہ رفیع الدین احمد بن سید مجد الدین احمد بن سید محمد احمد بن ابو القاسم سلیم اللہ بن سید حسین ابو الفتح بن سید احمد الجیلی المغربی بن سید سیف الدین حسن بن سید محمد موسیٰ بن سید علی ابو العزت بن رجہ سعید محمد بن ابی محمد حسن بن ابو محمد احمد بن عماد الدین ابی صالح نصر بن سیدنا قطب الافاق تاج الدین عبد الرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

صاحب لطائف قادریہ مذکور فرماتے ہیں کہ آپ بھی مشائخین سبعہ قادریہ سے تھے آپ حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے پہلے شخص تھے جو حیدرآباد تشریف لائے اس حکایت کے راوی بسند صحیح نقل فرماتے ہیں کہ جب آپ خیر البلاد بغداد سے حیدرآباد میں رونق افروز ہوئے تو قلعہ گولکنڈہ سے متصل ایک پرانی مسجد میں نزول اجلال ہوئے۔ آپکی اہلیہ شریفہ آپ کے صاحبزادے سید عبد الرزاق ثانی اور ساٹھ درویش خدمت گذار آپ کے ہمراہ رکاب تھے اس وقت آپ کے عمر بارہ سال تھی جب آپ کی حیدرآباد میں تشریف آوری کی خبر مشہور ہوئی اور اس کی اطلاع سلطان کو پہونچی تو سلطان نے اپنے وزیر اسد خاں کو آپ کی بزرگی کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے آپکے پاس بھیجا۔ خان مذکور کو حضرت پیران پیر سے اعتقاد تمام تھا جب اسے معلوم ہوا کہ آپ حضرت غوث پاک کی اولاد سے ہیں تو آپ کے شرف قدم بوسی سے مشرف ہو کر بہت خوش ہوا آپکی زیارت

کے بعد اس کو خیال گذرا کہ اگر حضرت صاحب کشف باطن ہیں تو مجھے کچھ تبرک عنایت فرمائیں گے۔ آپ نے فی الفور اپنے مصلے کے نیچے ہاتھ ڈالکر ایک بڑا مصری کا ٹکڑا نکالا اور اس کو مرحمت فرمادیا۔ وہ وزیر سلطان کے پاس پہونچا اور حقیقت حال بیان کی اور آپ کے تصرفات اور کمال بزرگی کا بھی تذکرہ کیا بادشاہ نے اس مصری میں سے کچھ تھوڑی خود کھائی اور تھوڑی محل میں بھیجی۔ جب اسکو معلوم ہوا کہ آپ کا تعلق سلسلہ قادریہ سے ہے تو چونکہ وہ مذہب شیعہ امامیہ کا پیرو تھا آپ سے ملاقات کرنے پر توجہ نہ کی لیکن جب آپ کے کمالات تصرفات اور خوارق عادات اسے معلوم ہوئے تو وہ آپ سے ملنے کے لئے نکلا تھا اور راہ میں بادشاہ نے اسد خاں سے کہا کہ اگر حضرت صاحب حال ہیں تو میری لڑکی شفایاب ہوجائیگی۔ یہ ان کے کمال کی دلیل ہوگی تم میری جانب سے حضرت سے عرض کرنا کہتے ہیں کہ بادشاہ کی لڑکی نابینا لولی اور لنگڑی تھی جب بادشاہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ حالت استغراق میں تھے جب اس حالت سے مراجعت فرمائی آپ کے خدام نے عرض کیا کہ بادشاہ حاضر ہوا ہے سلطان نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا آپ اسی مسجد کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے سلطان بھی زمین پر بیٹھ گیا۔ بعد ازاں اسد خاں عرض پرداز ہوا کہ حضرت ظل اللہ کی بیٹی لنگڑی لولی اور نابینا ہے آپ توجہ فرمائیں تاکہ حق تعالیٰ اسکو بینا اور تندرست کرے۔ حضرت غریب نواز نے اسکی یہ التجا قبول فرمائی آپ نے اپنی صراحی منگوائی اور اس میں سے کچھ پانی سلطان کو عنایت کیا۔ سلطان نے جب وہ پانی اپنے دولت سرا کو بھیجا کر اس لڑکی کو پلایا تو وہ تندرست ہوگئی یہ دیکھ کر بادشاہ کو آپ سے دلی اعتقاد پیدا ہوگیا اس نے اپنی لڑکی حضرت کی نذر کی آپ نے فرمایا کہ یہ میری لڑکی ہے انشاء اللہ تعالیٰ عبد الرزاق کے عقد و نکاح میں آئے گی۔ پھر سلطان نے عرض کیا حضرت قلعہ میں یا شہر میں سکونت اختیار فرمائیں آپ نے فرمایا کہ نہیں میں یہیں سکونت پذیر رہنا چاہتا ہوں بادشاہ نے کہا کہ اگر آپ حکم فرمائیں تو یہیں ایک مکان تعمیر ہو جائے گا آپ نے فرمایا کہ اسکی ضرورت نہیں میرے لئے یہ ٹیکڑی کافی ہے اسکے بعد آپ اٹھے اور اس ٹیکڑی پہ چلے گئے جہاں آپ کی مزار مبارک واقع ہے بھی آپ کے ہمراہ رکاب تھا جب ٹیکڑی کا پر پہونچے تو سلطان کو یہ خیال گذرا اگر اس وقت کھانے کے لئے عنایت فرمائیں تو یہ عین تصرف ہوگا فوراً آنحضرت نے ایک درویش سے [illegible] لاؤ۔ درویش نے عرض کیا کہ آج تیسرا فاقہ ہے کچھ موجود نہیں ہے لیکن

ایک درویش نے تھوڑی سی کھچڑی پکائی ہے آپ نے فرمایا وہی لے آؤ۔ کھچڑی کا دیگچہ آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اسے سلطان کے آگے رکھدیا اور فرمایا کہ ہمارے پاس دوسرا برتن نہیں ہے تم جو کھانا چاہو اور جتنا کھانا چاہو اس میں سے کھالو۔ جب سلطان نے دیگچہ میں ہاتھ ڈالا تو اس کے دل میں جس چیز کے کھانے کی خواہش پیدا ہوتی اسے وہی چیز دیگچہ سے مل جاتی۔ سلطان اور اسکے ساتھی سب سیر شکم ہو گئے اس روز سے سلطان کی عقیدت اور بڑھ گئی ۔

کتاب مذکور میں یہ بھی مرقوم ہے کہ ایک روز سلطان ملک نے آپ کو اپنے محل میں دعوت دی۔ اکثر بزرگان وقت بھی موجود تھے کھانا کھانے کے بعد آنحضرت سے سوال کیا کہ میں سنتا ہوں کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ معاویہ کو خلیفہ لکھتے ہیں اس کے کیا معنی ہیں حضرت غریب نواز نے فرمایا کہ اگر میں اسکا جواب دوں تو تم کو یقین نہ آئیگا۔ اسلئے میں تمہیں اسکی دلیل پیش کرتا ہوں جب سلطان آپ کے قریب آیا تو آپ نے اپنا دست مبارک اسکی دونوں آنکھوں پر رکھدیا۔ معاً سلطان نے خود کو حضرت غوث الثقلین کی مجلس میں حاضر پایا اس نے حضور رضی اللہ عنہ سے بالمشافہ وہ سوال دہرایا آنحضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے شخص حق سبحانہ تعالیٰ نے تمام نعمت باطنی خمسہ آل عبا کو عنایت فرمائیں اور نعمت دنیا اسکے طالب کے حوالہ کردی معاویہ کی خلافت سے مراد ان کی امارت تھی۔ سلطان نے جب یہ دلیل دیکھی تو اس کے دل میں جو خطرہ تھا وہ دور ہو گیا اور وہ حضرت غریب نواز کی ولایت کا مقر ہو گیا۔

کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ ایک روز سید محمد بغدادی جو حضرت غریب نواز کے خالہ زاد بھائی تھے آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے اس وقت درویشوں نے آکر حضرت سے اپنی بھوک مٹانے کے لئے التماس کیا آپ کی زبان مبارک سے نکلا تم فاقہ کیوں کر رہے ہو اس ٹیکری پر جتنے سنگریزے ہیں سب نقرئی ہیں انہیں اپنے صرفہ میں لاؤ اسی وقت آپ کی برکت ارشاد سے تمام سیاہ سنگریزے چاندی کے ہو گئے درویشوں نے اپنی اپنی حاجت کے مطابق چاندی لے لی یہ دیکھ کر آپ کے خالہ زاد بھائی نے آپ سے کہا کہ اے سید بزرگوار آپ کو ہر چیز پر قدرت حاصل ہے یہ تو ایک معمولی سی بات تھی جو آپ سے اس وقت ظہور پذیر ہوئی لیکن آپ کے خدام آپ کی اسطرح کی کرامتوں سے مجروح ہو جائیں گے۔ اپنے جد شریف کی شریعت کا پاس و لحاظ ان سب خوارق سے افضل تر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کب کہا یہ سارے سنگریزے گاز ہیں۔ فارسی میں [illegible] سنگ سفید کو کہتے ہیں جو مصری کی طرح ہوتا ہے الغرض جب حضرت نے لفظ گاز ادا کیا تو ساری چاندی سنگ سفید ہو گئی چنانچہ آج بھی ٹیکری پر

پر سنگ سفید ملتے ہیں۔ جو کوئی آپ کے روضہ کی زیارت کو ٹیکری پر جاتا ہے اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کتنے سنگ سفید موجود ہیں۔

لطائف قادری میں یہ بھی مسطور ہے کہ ایک روز آپ کو اثنائے راہ میں ایک کافر کا جنازہ ملا جسکے پیچھے پیچھے مرنے والے کی عورت اپنے مذہب کی رسم کے مطابق ستی ہونے کے لئے جا رہی تھی جب اس عورت کی نظر آپ پر پڑی تو بے اختیار اس نے آداب بجا لائے آپ نے اس کے لئے دعائے خیر فرمائی اور فرمایا کہ تمہارا اور تمہارے شوہر کا ساتھ اور زیادہ ہو اس نے کہا کہ میرا شوہر تو مر چکا ہے اور میں بھی اسکی چتا میں جلنے کے لئے جا رہی ہوں، اب ایام موافقت و موانست کا کیا سوال ہے حضرت غریب نواز کو یہ سن کر اس پر رحم آگیا اور آپ نے اس کے شوہر کے جنازہ کو طلب کیا اور آپ کے ہاتھ میں جو لکڑی تھی اس جنازہ پر ماری اور باآواز بلند فرمایا کہ قادر علی الاطلاق کے حکم سے اٹھ جا۔ کہتے ہیں کہ اسی وقت مردہ زندہ ہوگیا اور اپنی عورت سے بہت شدت سے پیش آیا اور کہنے لگا کہ تم لوگوں کے درمیان کیوں آئیں۔ عورت نے کہا تجھے اس بزرگ نے زندہ کیا ہے ورنہ اب تک تم جل چکے ہوتے پس وہ شخص آپ کے قدم مبارک پر گر پڑا اور قدم بوسی کی اور دونوں زن و شوہر نے آپ کی ولایت کا اقرار کیا کلمہ شہادت پڑھا اور آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوگئے آپ کے کشف و کرامات اتنے زیادہ ہیں کہ حیطہ تحریر میں نہیں آسکتے۔ آپ کی وفات بتاریخ ۷ رشعبان سنہ ۱۰۱۹ھ واقع ہوئی آپ کی مزار مبارک موضع شیخ پیٹھ میں ایک ٹیکری پر واقع ہے جو حیدر آباد کے مضافات سے اور قلعہ گولکنڈہ کے متصل ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قطب الاطلاق، قبلہ آفاق، پیر زماں، عارف ربانی شاہ عبد الرزاق ثانی

آپ حضرت شاہ رفیع الدین احمدؒ کے فرزند ارجمند اور جانشین تھے کسب کمال اور حصول علم ظاہری و باطنی اپنے پدر بزرگوار سے فرمایا اور صاحب ارشاد ہوگئے۔

چنانچہ راوی کہتے ہیں کہ جب آپ اپنے والد شریف کے ہمراہ بغداد سے تشریف لائے تو اس وقت آپکی عمر

بارہ سال تھی جس روز حضرت شاہ رفیع الدین ٹیکری پر رونق افروز ہوئے تو اسی روز اپنے صاحبزادے سید عبدالرزاق کو مجاہدہ اور ریاضت کے لئے رخصت کر دیا جب حضرت عبدالرزاق نے اپنے والد سے اس مخصوص مجاہدہ کی اجازت پائی تو آپ نے موضع پرلہ گوڑہ کے ایک پہاڑ پر گئے اور ایک غار میں بارہ سال تک خلوت گذیں رہے۔ حضرت غریب نواز نے صاحبزادے کو رخصت فرمانے کے بعد ایک صندل کے درخت پر ٹیکہ لگا کر جو اسی ٹیکری پر واقع تھا بارہ سال تک چلہ کشی رہے جب حضرت بدر آفاق عبدالرزاق نے بارہ سال کی ریاضت تمام کی تو چلہ گاہ سے برآمد ہوئے تو حضرت رفیع الدین احمد بھی اسی روز سے اپنی چلہ گاہ سے جہاں آپ یادِ الٰہی میں مستغرق تھے اٹھے راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت سید عبدالرزاق چلہ گاہ سے باہر نکلے تو ایک جوگی کو دیکھا جو آپ کے وہاں آنے کے وقت اپنی ریاضت میں مشغول تھا اور اس بارہ سال کے عرصہ میں بغیر استاد کے علم کیمیا اور آسمان اول کی سیر کر چکا تھا جب اسے استدراج تمام حاصل ہو گیا تو وہ کسی صاحب کمال بزرگ کی تلاش میں نکلا اور اسے اپنے کشف سے معلوم ہوا کہ ایک بزرگ صاحب حال اس نواح میں سکونت پذیر ہیں چنانچہ وہ حضرت سید عبدالرزاق سے ملاقات کے لئے روانہ ہوا۔ جب حضرت کی نظر مبارک اس جوگی پر پڑی تو آپ کے بارہ سالہ جلال کی تاب نہ لا سکا اور بے ہوش ہو گیا۔ کچھ دیر بعد آپ نے دم کیا ہوا پانی اس کے منہ پر مارا جس سے اسے افاقہ ہوا۔ جب ہوش میں آیا تو آپ پر اپنے کمالات کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اے فلاں اہل قدر کے نزدیک تمہارے دونوں کمالات ہیچ ہیں اگر ایک مردِ خدا تھوک بھی دے تو وہ چاندی میں متبدل ہو سکتا ہے۔ اور آسمانِ اول کی سیر تو سالک مبتدی کو بھی میسر ہو جاتی ہے اس جوگی نے کہا کہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے تیار ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ میری حالت بھی اپنی حالت کی مانند کر دیں آپ نے قبول فرما لیا اور اسے غسل طریقت دیا اور پھر اس نے کلمہ طیبہ کا اقرار کر لیا۔

کہتے ہیں کہ ریاضات شاقہ اور تصفیہ طریق کے باعث اس کا دل مثل آئینہ صاف و صیقل ہو گیا تھا لیکن ایک سیاہ نقطہ اس کے دل پر رہ گیا تھا جو کلمہ طیبہ کے اقرار اور آپ کے توبہ فرمانے کے فوراً بعد دور ہو گیا اور وہ واصلین حق سے ہو گیا۔ القصہ حضرت اسے ہمراہ لے کر اپنے پدر بزرگوار سے ملاقات کرنے کے ارادے سے نکلے اسی وقت حضرت غریب نواز اس صندل کے درخت کے نیچے سے اٹھ کر اپنی اہلیہ مبارکہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ تمہارا لڑکا اہل حق سے ہو کر واپس آ رہا ہے کچھ پکاؤ

تاکہ ہم مل کر کھا سکیں۔ ماں صاحبہ نے عرض کیا کہ آج فاقہ ہے اور گھر میں کچھ موجود نہیں ہے جو پکایا جائے آپ نے فرمایا کہ ٹیکری کے نیچے ایک نہر بہہ رہا ہے اس میں چاول اور مٹھائی وغیرہ ہے جا کے لے آؤ۔ لوگوں نے عرض کیا یا غریب نواز وہاں تو ریت ہی ریت ہے غلہ نہیں اور وہاں سفید پانی ہے اور آپ اسے مٹھائی فرما رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم کو کیا کرنا ہے اسی میں سے کچھ لے آؤ۔ جب لایا گیا تو آپ نے ریت کی طرف نظر کی اور اس میں سے سیاہ ریت الگ کی اور فرمایا کہ یہ جو سیاہ ریت ہے وہ ریت ہے اور جو سفید ہے اسکی ہیئت چاول کی طرح ہے اور پانی کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ دودھ ہے یہ لو اور جلد کھیر پکاؤ۔ اس کے بعد آپ اپنے صاحبزادے کے استقبال کے لئے باہر نکلے۔ خدائے قادر حقیقی کی قدرت سے وہ سفید ریت چاول ہو گئی اور وہ پانی دودھ میں تبدیل ہو گیا اور ماں صاحبہ اسکو پکانے میں مشغول ہو گئیں۔ حضرت سید عبدالرزاق نے اپنے نور باطن سے معلوم کر لیا کہ آپ کے والد بزرگوار آپ کے استقبال کے لیے تشریف لا رہے ہیں اور آپ ہوا کے دوش پر اڑ کر طرفۃ العین میں اپنے پدر بزرگوار کے پاس حاضر ہو گئے اور شرف قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ حضرت شاہ رفیع الدین نے اپنے صاحبزادے کا ہاتھ پکڑے ہوئے اپنی اہلیہ کے پاس لے گئے اور فرمایا کہ تم کو اپنے لڑکے کی جدائی کا غم تھا۔ دیکھو اب تمہارا لڑکا عارف کامل اور واصل حق ہو چکا ہے۔ ماں صاحبہ نے فرمایا کہ بے انتہا گریہ و زاری سے میری آنکھوں سے بصارت جاتی رہی میں کیا دیکھ سکتی ہوں سید عبدالرزاق کو حضرت سید رفیع الدین نے حکم دیا کہ آپ اپنی والدہ کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک رکھیں حضرت سید عبدالرزاق ثانی نے حسب الحکم اپنی والدہ ماجدہ کی آنکھوں پر اپنا ہاتھ رکھا اسی وقت ماں صاحبہ کی بصارت واپس آگئی اور وہ اپنے صاحبزادے کے دیدار سے مسرور ہو گئیں۔

بعد ازاں حضرت غریب نواز نے اپنے صاحبزادے سید عبدالرزاق سے فرمایا کہ اب آپ بغداد جائیے اور اپنی چچیری بہن کو اپنے حبالہ عقد میں لے آئیے۔ سید عبدالرزاق اپنے پدر بزرگوار کے حکم کے بموجب بغداد روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہونچے تو اپنی چچیری بہن سے عقد نکاح فرمایا اور پھر دکن لوٹ گئے اور اپنے والد ماجد کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ بعد ازاں حضرت غریب نواز نے بادشاہ مذکور کی صاحبزادی کے عقد میں دی اور فرمایا کہ اب آپ وہاں جا کر سکونت اختیار کر لیں جہاں سے واصل حق ہو کر لوٹے ہیں۔ والد ماجد کے ارشاد کے مطابق آپ نے پرلہ گوڑہ میں اقامت اختیار کر لی حضرت سید عبدالرزاق کو سلطان ملک قطب شاہ کی لڑکی سے کوئی اولاد نہ ہوئی آپ کو جو بھی اولاد ہوئی وہ تمام کی تمام آپ کے

پھپھیری بہن کے بطن سے ہوئی جو آپ کے حبالۂ عقد میں آئی تھیں۔ آپ کے ایک صاحب کمال صاحبزادے تھے جن کا نام سید عبدالرزاق ثانی عرف شاہ عبدالحلیم قادری تھا۔ سید عبدالرزاق ثانی کی وفات ۱۵ر شوال المکرم سنہ ۱۱۶۱ھ کو واقع ہوئی اور آپ موضع برلہ گوڑہ میں مدفون ہوئے جو حیدرآباد سے نو کوس کے فاصلہ پر مشرق کی جانب واقع ہے۔ یہ بھی عجیب جائے پر صفا ہے کہ آدھی رات کے بعد وہاں کوئی نہیں رہ سکتا اس وقت اکثر وہاں شیر کا گذر ہوتا ہے وہاں کے ہندوؤں کو بھی جناب سید عبدالرزاق قادری سے کمال اعتقاد ہے وہ لوگ روز آنہ آپ کے روضہ شریف میں حاضر ہوتے ہیں اور نیازمندی بجالاکر مغرب کے بعد روضہ کی حد سے باہر ہو کر جابجا متفرق ہو جاتے ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف ربانی، عاشق حقانی، قبلۂ خاصاں قطب زماں سید شاہ جمال البحر معشوق سبحانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کے والد کا اسم گرامی سید شاہ حسن عبدالقادر ثانی تھا اور آپ کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے۔

سید شاہ جمال البحر معشوق ربانی بن سید شاہ حسن عبدالقادر ثانی بن سید احمد بن سید یوسف بن سید یوسف محمد بن سید حیدر جلال الدین بن سید شہاب الدین شاہ محمد ضیا احمد بن سید عماد الدین صالح نصر بن سیدنا سید تاج الدین عبدالرزاق بن غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ۔

حضرت معشوق ربانی بزرگان سلسلہ قادریہ سے تھے آپ کا لقب معشوق ربانی ثانی تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت معشوق ثانی بارہ سال کی عمر میں اپنی والدہ ماجدہ کی اجازت سے بغداد سے نکلے اور عازم سفر ہوئے اس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت سید حسن عبدالقادر ثانی کو اپنے احوال و کمال کا اخفا منظور تھا جب آپ کے کسی صاحبزادے سے خوارق عادات ظاہر ہوتے تو آپ اپنے اس صاحبزادے کی جانب دیکھ کر فرماتے کہ بابا آرام کرو اور فی الفور انکی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی آپ کے اکثر صاحبزادے اسی وجہ سے اس عالم فنا سے کوچ کر گئے۔ جب حضرت معشوق ربانی ثانی متولد ہوئے اور بارہ سال کی عمر ہوتے تک بھی آپ سے کوئی خرق عادت ظاہر نہ ہوئی تو آپ کو آپکے والد نے

بیعت اور خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اتفاقاً ایک روز معشوق ربانی اپنے والد کے دروازۂ دولت سراپہ پاؤں پہ پاؤں رکھے تشریف فرما تھے وہاں پہ چند بڑی بطخیں بھی موجود تھیں بطخوں کا معمول ہوتا ہے کہ وہ بچوں کو دیکھ کر گردن لمبی کر کے انہیں مارنے کے لئے بڑھتی ہیں چنانچہ اسی طرح ایک بطخ آپ پہ حملہ آور ہوئی۔ حضرت معشوق ربانی نے اپنے پائے مبارک سے ارشاد فرمایا ابھی وہ بطخ آپ کے پاس بھی نہ آئی تھی کہ بال و پر مارنے لگی اور مر گئی اس اثناء میں آپ کے خدام میں سے ایک عورت نے جو اس در دولت سرا پہ آنے کا ارادہ رکھتی تھی یہ سارا ماجرا دیکھ لیا اور نہایت تعجب کے ساتھ آپ کی والدہ ماجدہ سے کہہ سنایا۔ بی صاحبہ نے اس عورت کو اس واقعہ کے اظہار سے منع فرمایا ان کو خدشہ تھا کہ کہیں ان کے شوہر اس واقعہ کی بابت کچھ سن لیں انہوں نے اسمیں مصلحت پائی کہ اس واقعہ کی تشہیر سے قبل ہی صاحبزادے کو والد بزرگوار سے اجازت دلا کر کہیں روانہ کر دیں چنانچہ حضرت سید حسن عبدالقادر سے اجازت لے کر آپ کو حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ کر دیا حضرت معشوق ربانی اپنے چند خدام کے ساتھ پہلے مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور مراسم حج ادا کئے اور بعد ازاں مدینہ منورہ میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور وہیں سے معشوق ربانی ثانی کے خطاب سے مستطاب سے سربلند ہو کر مراجعت فرمائی۔ اس کے بعد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے بموجب دکن کا سفر کیا اور ورنگل تشریف لیگئے جس وقت آپ ورنگل کے نواح میں پہونچے تو کئی فقراء آپ کے ہمراہ رکاب تھے۔

چنانچہ اس حکایت کے راوی فرماتے ہیں کہ ستر یا اسی ہاتھیوں پہ ان فقراء کا لبادہ لاد کر لیجایا گیا تھا حاصل تحریر یہ کہ جب حضرت معشوق ربانی ثانی سوموآرم پہونچے جو ورنگل کے دیہات سے ہے تو وہاں ایک خوبصورت پہاڑ دیکھا۔ حضرت معشوق ربانی اس پہاڑ پہ گئے اور رو بہ قبلہ ہو کر ایک پاؤں پہ کھڑے ہو کر مشاہدۂ انوار شہود ذات میں مشغول ہو گئے آپ پہ اتنا استغراق غالب ہوا کہ بارہ سال تک اسی طرح کھڑے رہے اور حرکت تک نہ فرمائی جب بارہ سال تمام ہوئے تو پہاڑ سے نیچے اترے اور موضع عرس جو ورنگل سے متصل واقع ہے تشریف لے گئے جہاں آج آپکی مزار مبارک واقع ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ جب آپ نے موضع عرس جانے کا قصد فرمایا اور بھونن کوٹ پہونچے جو قلعہ ورنگل سے دو یا تین کوس پہ واقع ہے تو اپنے نعلین اتار دئے اور آہستہ آہستہ چلنے لگے کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ اسکی وجہ دریافت کرے۔ لیکن حضرت شاہ کمال بانور نے جو آپکے قریب تر

تھے اور آپ کے خلیفہ خاص بھی تھے۔ آپ سے اسکی وجہ پوچھی حضرت معشوق ربانی نے فرمایا باباکمال میرے قریب آؤ میں تمہیں اسکی وجہ دکھلادوں گا جب وہ آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان کا سر اپنی بغل میں دبالیا اور فرمایا دیکھو۔ حضرت شاہ کمال بانور فرماتے تھے کہ حضرت معشوق ثانی کی توجہ کے باعث میں نے اپنی چشم ظاہر سے دیکھا کہ سلطان محمد تغلق کے وقت کے اولیاء اور شہداء کی ارواح جو بڑے بڑے مرتبوں کے حامل تھے اور اس جنگ میں شہید ہوئے تھے جس میں سلطان محمد تغلق نے اولیاء اللہ کی استعانت سے راجہ پرتاب پر فتح پائی تھی قلعہ ورنگل کے اطراف و اکناف میں استراحت پذیر ہیں اور کہیں بھی پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں ہے حضرت باباکمال بانور سے اس مشاہدہ کے بعد حضرت معشوق ربانی نے فرمایا کہ بابا یہی وجہ ہے کہ میں ان مردانِ خدا کے فرطِ ادب سے یہاں پر برہنہ پا چلتا ہوں جو یہاں آسودہ ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت معشوق ربانی موضع عرسما کے قریب پہنچے تو وہاں بھی ایک پہاڑ نظر آیا آپ اس پہاڑ پر چڑھ گئے اور دیگر بارہ سال تک اس کوہ پر معتکف اور چلہ کش رہے چنانچہ آپ کے اس کوہ پر تشریف فرما ہوئے اور وہاں ایک دیو کے مارنے کا واقعہ پیش آیا۔

صاحب انوار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ سید شاہ جلال البحر معشوق ربانی ثانی سلاطین قطب شاہی کے عہد میں بغداد سے دکن تشریف لائے اور موضع ہنمکنڈہ میں اقامت فرمائی جو حیدر آباد کے مضافات سے ایک دیہات ہے وہاں ایک سخت صاحب استدراج کافر تھا جس نے ایک کوہ پر اپنی عبادت گاہ بنائی تھی اور بت پرستی کرتا تھا اس سے اکثر خوارق باطلہ بھی ظہور پذیر ہوتے تھے۔ حضرت معشوق ثانی بھی اسی کوہ پر مشغول بحق ہو گئے جب اس کافر کو اسکی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے جادو سے حضرت کے مقابل کھڑا ہونا چاہا اور اسی جادو کے زور سے اس پہاڑ کا ایک بڑا پتھر آپ پر پھینکا حضرت معشوق ثانی نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور اپنی چھوٹی انگلی سے پھیر دیا اور ایک بڑے مقابلہ کے بعد اس کافر کو داخل جہنم کر دیا۔ یہ قصہ معروف تر ہے طول کلام کے اندیشہ سے یہاں اختصار سے کام لیا گیا۔

راوی کہتے ہیں کہ جب معشوق ثانی نے اپنا چلہ پورا کیا تو اس پہاڑ سے اترے اور دیہات مذکور میں تشریف لے گئے اس دیہات میں حضرت قاضی ضیاء الدین سنامی کی گنبد واقع ہے جو سلطان محمد تغلق کے وقت میں یہاں آکر شہید ہو گئے تھے۔ موضع عرس جس کا نام پہلے قاضی پیٹ تھا آپ ہی کے نام سے موسوم

لیکن اب اس دیہات میں جلوس اور اعراس کی کثرت کی وجہ سے اس موضع کا نام عرس ہو گیا ہے

الغرض حضرت معشوق ثانی حضرت قاضی صاحب مذکور کی گنبد میں تشریف لے گئے اور فاتحہ کے بعد وہاں اقامت کے لئے درخواست فرمائی ۔ ایک مقام پر یہ بھی ہے کہ حضرت قاضی صاحب مذکور کی روح سے آپ کو جواب ملا کہ آفتاب کے سامنے چراغ کا پرتو نہیں ہوتا ۔ اب جبکہ آپ کی ذات سراپا آفتاب اس موضع میں طلوع ہوئی ہے تو پھر میرے چراغ کی روشنی کی کیا وقعت باقی رہے گی ۔ آپ نے فرمایا کہ قاضی صاحب تامل نہ فرمائیے میری اولاد آپ کی فاتحہ وغیرہ کے مراسم انجام دے گی ۔ اس وقت قاضی صاحب کی روح سے جواب ملا کہ یہ مقام تمہارا ہے مبارک ہو اور آپ واپس ہو گئے ۔

الغرض حضرت معشوق ثانی نے قاضی صاحب سے اجازت حاصل کرنے کے بعد چند قدم آگے بڑھے اور اپنے دست مبارک کا نیزہ وہاں زمین میں نصب فرمایا اور ارشاد کیا کہ یہیں میری مرقد ہوگی ۔
اسکے بعد آپ نے ایک گھر میں سکونت اختیار فرمائی حضرت سے بے شمار خرق عادات اور کشف کرامات عالم وجود میں آئیں جنکی تفصیل حد تحریر سے باہر ہے ۔

راوی کہتے ہیں کہ ایک روز اسی نواح کا راجہ آپ سے ملاقات کی غرض سے نکلا اور بیش قیمت گھوڑا نذر کے طور پر لیکر آپ کی خدمت میں پہونچا فقراء نے عرض کیا کہ آپ کو خرچ کی بہت تکلیف ہے اور آج تمام فقرا بھوکے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو گھوڑا موجود ہے وہ اس کو کاٹ کر کھا سکتے ہیں ۔ فقراء نے آپ کے حکم کے بموجب اس گھوڑے کو ذبح کیا اور کھا لیا کہتے ہیں کہ یہ خبر راجہ مذکور کو پہونچی تو وہ بہت ناراض ہوا اور حضرت معشوق ثانی کے پاس کہلا بھیجا کہ میرا گھوڑا مجھے واپس دیدو حضرت نے فرمایا کہ تم نے وہ گھوڑا بطور نذر مجھے پیش کیا اور میں نے اسے قبول کر لیا اب جبکہ وہ گھوڑا میری ملک ہو چکا تھا مجھے یہ حق تھا کہ میں اس کو اپنی حسب مرضی استعمال کروں تم کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے راجہ نے کہا کہ میں کچھ نہیں جانتا مجھے میرا گھوڑا واپس چاہیئے ہر چند آپ نے عذر و حیلہ سے کام لیا لیکن کچھ سود مند نہ ہوا ۔ بالآخر آپ کے جمال مبارک پر جلال طاری ہو گیا اور آپ نے فرمایا کہ اس گھوڑے کی ہڈیاں جمع کر کے لاؤ جب ہڈیاں حاضر کی گئیں تو آپ نے ان پر نظر ڈالی اور فرمایا قم باذن اللہ اسی وقت گھوڑا زندہ ہو گیا حضرت معشوق ثانی نے فرمایا کہ اس گھوڑے کو راجہ کے پاس پہونچا دو جب راجہ مسطور نے آپ کی یہ کرامت دیکھی تو بہت شرمندہ ہوا اور آپ کے قدموں پر گر پڑا اور اپنی تقصیر کی معافی طلب کی ۔ عفو تقصیر کے بعد اس نے اپنے اس گناہ کے بدلے میں ایک تالاب

نانگا سمندر جو موضع عرس میں واقع ہے فقراء کے نذر کیا یہی تالاب پہلے ملکیت تھی جو فقراء خانقاہ کی نذر کی گئی ۔ راوی کہتے ہیں کہ جب چلیپائی مذکورین پایۂ تکمیل کو پہونچے تو اس کے بعد حضرت معشوق ثانی خانہ داری کی جانب توجہ فرمائی اور دو عقد کئے ان زوجین الشریفین سے دو فرزند اور ایک دختر عرصۂ وجود پر آئے کشف خوارق کے باعث آپ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی بچپن ہی میں آپ کے حکم سے رحلت کر گئے اس کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت معشوق ثانی خانقاہ میں تشریف فرما تھے اور آپ کے بڑے صاحبزادے آپ کے روبرو بیٹھے ہوئے تھے اتفاق سے ایک پرندہ جو ہوا میں اڑ رہا تھا بیٹ کر دی جو آپ کے صاحبزادہ کے لباس پر گری ۔ صاحبزادے نے اس پرندہ کو دیکھا ان کا دیکھنا تھا کہ وہ پرندہ جل کر زمین پر گر پڑا جب حضرت معشوق ثانی نے اپنے صاحبزادے کی یہ کرامت دیکھی تو فرمایا کہ فقیر کو اپنے حال کی تشہیر نہ کرنی چاہیئے ابھی تمہارا وقت نہیں پہونچا کہ تم اپنے حال کا اظہار کرو اسلئے بہتر ہے کہ تم دنیا سے پردہ کر لو اور آرام کرو فی الفور صاحبزادے کی روح ان کے جسد مبارک سے پرواز کر گئی رحمۃ اللہ علیہ ۔

راوی مذکور یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک اور آپ کے دوسرے صاحبزادے اپنے گھر کی دیوار پر سوار تھے اور آپ نے حسب عادت اطفال دیوار سے کہا کہ "چل میرے گھوڑے" کہتے ہیں کہ فوراً دیوار حرکت میں آگئی اور چلنے لگی جب اسکی اطلاع حضرت معشوق ثانی کو ہوئی تو آپ کے صاحبزادے کی یہ حرکت ناگوار گذری آپ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ وہ آرام کریں چنانچہ اسی وقت دوسرے صاحبزادے کی روح بھی انکے جسد عنصری سے پرواز کر گئی رحمۃ اللہ علیہ ۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کی صاحبزادی ایک دفعہ اپنے شانوں پر زلفیں بکھرائی بیٹھی ہوئی تھیں کہ زلف کے ہر ہر بال سے چیل سیدھے ہو کے پھیل کرنے لگے جس سے حالت غضب عیاں تھی آپ نے فرمایا کہ تمہیں بھی اس جہاں سے رخصت ہو جانا چاہیئے چنانچہ صاحبزادی کا انتقال ہو گیا رحمۃ اللہ علیہا ان تینوں کے مزارات حضرت معشوق ربانی کی گنبد کے بائیں میں واقع ہے ۔

راوی کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت معشوق ثانی کے ایک اور صاحبزادے پیدا ہوئے جنکا نام سید شاہ معین الدین حسن تھا یہی صاحبزادے اپنے پدر بزرگوار کے سجادہ ہوئے ان کے احوال آگے تحریر کئے جائیں گے ۔ الغرض حضرت معشوق ربانی ثانی کے کمالات کا کوئی حد نہیں آپکی رحلت سنہ ۹۹۹ھ میں اور ایک روایت کے بموجب سنہ ۱۰۰۰ھ میں بتاریخ ۲۲ رجب المرجب واقع ہوئی ۔

آپ کا مرقد مبارک موضع عرس میں زیارت گاہ خلائق ہے جو ورنگل کے نواح میں واقع ہے۔
مولف عاصی بسند صحیح عرض کرتا ہے کہ حضرت شاہ ابدال الحموی اور حضرت معشوق ربانی ثانی ایک دوسرے کے ہم عصر تھے اور ان میں خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ رحمتہ اللہ تعالے علیہ۔

ذکر شریف

کاشف رموز یقین، ہادی وقت سید شاہ معین الدین رحمتہ اللہ تعالی علیہ

آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ پہلے سید شاہ اولیاء سلطان الفقراء قادری اور دوسرے عبدالنبی صاحب ان دونوں کے احوال آگے نقل کئے جائیں گے آپ نے اپنے والد بزرگوار سے بیعت و خلافت حاصل فرمائی تھی اور والد ماجد کی وفات کے بعد حضرت معشوق ثانی کی وفات کے بعد انکے جانشین ہوئے اور سجادہ ولایت پر جلوہ افروز ہو کر ایک عالم کی ہدایت کا کام سرانجام دیا آپ صاحب خوارق عالی تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ کی وفات کے بعد اکثر اوقات آپ کے بعض ہمعصر علماء نے آپ کی قبر شریف سے قرآن پڑھنے کی آواز سنی تھی اور خادمین درگاہ نے بارہا دیکھا کہ دوپہر کے وقت آپ اپنی گنبد شریف سے برآمد ہو کر درگاہ کی مسجد میں جاتے ہیں اور نماز کی ادائی کے بعد گنبد میں واپس ہو جاتے ہیں آپکی وفات بتاریخ یکم محرم الحرام واقع ہوئی سن وفات معلوم نہ ہو سکا۔ اپنے پدر بزرگوار کی گنبد سے کچھ قدم کے فاصلہ پر جانب شرق ایک علیحدہ گنبد میں مدفون ہوئے رحمتہ اللہ تعالی علیہ۔

ذکر شریف

عارف ربانی کاشف رموزات نہانی قدوۂ عاشقان زبدہ دودمان سید شاہ عبدالنبی قادری رحمتہ اللہ تعالی علیہ

آپ حضرت سید شاہ معین الدین قادری کے چھوٹے صاحبزادے تھے جنکا ذکر اس سے پیشتر منقول ہو چکا ہے

حضرت سید شاہ عبد النبی صاحب نہایت طاہر و متقی تھے آپ نے اپنے والد بزرگوار سے بیعت فرمائی تھی اور ایک عالم کو فیض ہدایت سے سرفراز فرمایا آپ نماز خمسہ مسجد میں باجماعت ادا فرماتے تھے آپ کی وفات بتاریخ ۶ رمضان المبارک واقع ہوئی اور آپ اپنے والد ماجد کے پائیں گنبد میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کے ایک صاحبزادے تھے جنکا نام حضرت شاہ حسین الدین ثانی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ ان کو آپ ہی سے بیعت و خلافت تھی ان کے بھی ایک صاحبزادے تھے جن کا نام مبارک عارف باللہ حضرت سید شاہ ید اللہ قادری تھا حضرت عارف باللہ ولی مادر زاد تھے اکثر ان سے خوارق عادات ظہور پذیر ہوتے تھے چنانچہ حضرت سید شاہ ید اللہ کی زوجہ مبارکہ روایت کرتی ہیں کہ ایک روز حضرت حسب معمول اپنے حجرہ میں عبادت میں مصروف تھے کمرہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا ناگاہ میں نے دیکھا کہ آپ کے بستر پر ایک شیر بیٹھا ہوا ہے میں بہت ڈر گئی خوف کے باعث رونے اور شور کرنے لگی اور سارے اپنے پرائے کو جمع کرالیا حضرت نے جب یہ شور سنا تو اپنے کمرے سے باہر آئے اور لوگوں سے کہا کہ کیا ہنگامہ برپا کر رکھا ہے میں اپنے بستر پر محو خواب تھا شاید تم لوگوں کو ایسا نظر آیا ہوگا۔

الغرض حضرت شاہ ید اللہ کو اپنے والد سے خلافت حاصل تھی ان کی مزار شہر حیدرآباد میں منڈوہ حفیلی سے متصل اور کھڑکی رنگ علی شاہ سے ملحق واقع ہے حضرت مذکور کے بھی ایک فرزند ارجمند تھے جنکا نام سید شاہ عبد النبی ثانی قادری تھا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کو کچھ عرصہ کے لئے آپ کے پدر بزرگوار کے روضہ میں رکھا گیا اور بعد ازاں آپ کی نعش مبارک کو موضع عرس منتقل کر دیا گیا اور وہاں سجادہ قادر شاہ صاحب سے متصل خانقاہ میں دفن کر دیا گیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

انہی ایام میں آپ کے والد ماجد کے روضہ میں ایک خادم جاروب کشی کے لئے مقرر تھا۔ اس کا معمول تھا کہ روزانہ دن میں قبور پر غلاف چڑھاتا اور سونے سے قبل سارے مزارات سے غلاف نکال لیتا اور اپنی حفاظت میں رکھ لیتا اتفاقاً وہ ایک روز حسب دستور رات میں غلاف لانے کے لئے بستر سے اٹھا جب وہ کویٹ کے درخت کے نیچے پہونچا تو دیکھا کہ حضرت سید شاہ ید اللہ قادری نور اللہ مرقدہ کی تربت انور سے نور جھلک رہا ہے روضہ مبارکہ کے در و دیوار روشنی میں نہلائے ہوئے ہیں ایک سبز پوش بزرگ ہاتھ میں عصا لئے تجلی میں بجوش و خروش آفتاب روشن کی طرح جلوہ فرما ہوتے اور مغرب کی جانب حضرت سید شاہ علی حسینی رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد پر فاتحہ پڑھی جنکا ذکر آگے تفصیل سے رقم کیا جائیگا۔

اور پھر مشرق کی جانب فرزند ارجمند خورشید معانی سید شاہ عبد النبی ثانی قادری کی مزار پر انوار پر فاتحہ گذرانی اور پھر تربت انور میں غائب ہو گئے۔

گشتۂ معشوق ہر دم خوشتر است
مرگ عاشق را حیات دیگر است

عاشق ذات خدا سید یداللہ قادری ٭ اولیا الاولیا سید یداللہ قادری
ہر کہ بر بالیں مرقد پا زدہ خواند درود ٭ میدہد آنرا جزا سید یداللہ قادری
از مزارش ایں تصرف ہست جاری تاہنوز ٭ میشود رونق فزا سید یداللہ قادری
طوتیای چشم سازند عارف اہل شنید ٭ خاک درگاہ ترا سید یداللہ قادری
عالم علوی و سفلی بہر مقصود امید ٭ بہ مزارات جبہ سا سید یداللہ قادری
نور چشم غوث الاعظم سید عالی نسب ٭ جان محبوب خدا سید یداللہ قادری
کاشف سِر الٰہی معدن جود و سخا ٭ حامی حال ولا سید یداللہ قادری

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

عارف حق رس، شیخ مقدس، محدث وقت میراں سید محمد مدرس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب تجلیات رحمانی فرماتے ہیں کہ عارف باللہ شاہ صبغۃ اللہ نے اپنے وصال سے قبل اپنے خلیفہ شیخ عظیم الملکی کو وصیت فرمائی تھی کہ میرے انتقال کے دن میرا بھتیجا پیدا ہوگا اور وہ بچہ او میری زیارت سکے لئے آئے گا یہ خرقہ، کلاہ، اجازت نامہ اور دیگر نعمتیں ان تک پہونچا دینا کہ وہ میرا جانشین اور سجادہ ہوگا اور اس سے کئی لوگ فیضیاب اور بہرہ مند ہونگے اور مرتبہ ولایت پہ فائز ہونگے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اسی درویش کا سلسلہ جاری رکھے اس کے زمانہ میں اسکا کوئی ہمسر نہ ہوگا۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خلیفہ مذکور شیخ عبد العظیم نے اسی باعث اپنا حجرہ لب دریا تعمیر کیا اور شاہ صبغۃ اللہ کے

اس برادرزادہ کی راہ دیکھنے لگے جب حضرت شاہ محمد مدرس جوان ہوئے تو آپ کا ولولۂ عشق روز افزوں ہوا اور آپ حج کی غرض سے نکلے جب بیت اللہ کے قریب پہونچے تو شیخ عظیم الدین مکی نے آگے بڑھ کر حضرت شاہ صبغۃ اللہ کی وصیت کی تکمیل کی اور خرقہ خلافت وغیرہ شاہ موصوف کے سپرد کر دئے

راوی کہتے ہیں کہ حضرت سید میراں محمد مدرس ابتدائً سید عبدالقادر الحموی سے بیعت و خلافت قادریہ حاصل فرمائی تھی۔ آپ دو سال کے تھے کہ ایک روز دایہ آپ کو ساتھ لئے بازار میں کھڑی تھی اتفاق سے سید عبدالقادر الحموی کا ادھر گذر ہوا جب اس دو سال کے بچہ کو دیکھا تو حضرت اس کے پاس آئے اور کہا کہ میں اس بچہ کو مرید کرتا ہوں اور طریقہ قادریہ کی نعمتیں عطا کرتا ہوں یہ میرا بچہ ہے بعد ازاں آپ کو اپنی پالکی میں بٹھا کر گھر لے گئے اور آپ کو کھجور مصری وغیرہ عنایت کر کے رخصت فرمایا۔ جب آپ کی دایہ آپ کو گھر لے گئی تو آپ کے والد حضرت عبدالرحمن چشتی نے اپنے صاحبزادے کو دیکھ کر فرمایا کہ بابا سید محمد تم خاندان قادریہ عالیہ کی نعمت حاصل کر کے آئے ہو پس اسی روز سے آپ کو قادری کہا جانے لگا۔ حالانکہ آپ کے والد بزرگوار چشتی تھے۔

صاحب رسالہ مکاشفہ تحریر کرتے ہیں کہ سید محمد مدرس عارف کامل، عالم وقت، ولی مادرزاد اور جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔

تجلیات میں یہ بھی مسطور ہے کہ جب حضرت نے پہلی مرتبہ حج بیت اللہ کا قصد فرمایا تو آپ سرائے بگونہ میں اترے آپ کے ساتھ اہل و عیال مریدین اور طالبین کی ایک کثیر تعداد تھی آپ کا ارادہ تھا کہ ان سب کو چھوڑ کر راہ حق میں اکیلے منازل طے کریں جب صبح ہوئی تو آپ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد جانے کا ارادہ فرمایا ہی تھا کہ دایہ نے آپ کے فرزند کو جنکی عمر ڈھائی سال تھی تماشہ بتانے کی غرض سے چھت پہ لائی اتفاق سے بچہ اس کی گود سے گر پڑا اور اس کا دماغ ناک سے بہنے لگا ابھی بچہ میں تھوڑی جان باقی تھی حضرت نے یہ واقعہ دیکھنے کے باوجود اپنے ارادہ میں تبدیلی نہ لائی اور سوار ہو گئے اس بچہ کی ماں نے روتے روتے آپ سے عرض کیا کہ بچہ کی نماز جنازہ دفن کے بعد آپ کا سوار ہونا مناسب ہوگا ابھی بچہ میں تھوڑی جان باقی ہے اسلئے آپ ٹھیر جائیں۔ حضرت نے جواب دیا کہ اگر میرا بچہ زین العابدین فوت ہو جائے تو یہاں بہت سارے مسلمان موجود ہیں جو نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین کر دینگے۔ میں نے راہ خدا میں قدم رکھا ہے لہذا مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں اتنا کہنے کے بعد سب کو الوداع کہہ کر سوار ہو گئے۔ چند منازل طے کرنے کے بعد حضرت شاہ عبدالعظیم نے شاہ صبغۃ اللہ کی وصیت بجالائی بعد ازاں سید موصوف مکہ معظمہ زاد اللہ شرفاً و

تعظیماً گئے اور حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی زیارت سے فارغ ہونے کے بعد اپنے وطن مراجعت فرمائی جب اپنے وطن مالوف پہونچے تو خلائق کی ایک کثیر تعداد کو علوم ظاہری و باطنی سے سرفراز فرمایا اور تقریباً سو اصحاب کو خلافت عطا فرمائی دس سال سے زیادہ عرصہ تک اپنے وطن میں رہے اور پھر مکہ معظمہ کا قصد فرمایا۔ پہلی مرتبہ جاتے وقت جو صاحبزادے چھت سے گر پڑے تھے انکو اپنے ساتھ لے لیا اور اپنے دوسرے صاحبزادے سید عبدالرحمن کو سید محمد کے خطاب سے سرفراز فرما کر اپنا سجادہ نشین اور جانشین مقرر فرمایا اور مریدین کی رشد و ہدایت کی اجازت بھی عطا فرمائی اور تمام مریدین سے کہا کہ ان کو عین میری طرح سمجھنا اس کے بعد منزل ابراہیم پور سے سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب آپ دوسری بار مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو چند روز کے بعد وہاں سے مدینہ منورہ گئے جب روضہ انور میں پہونچے تو آپ پنجوقتہ نماز وہیں ادا فرمانے لگے آپ کی نماز وہاں نماز جنازہ کیطرح ہوتی تھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ اپنی نماز جنازہ خود پڑھا کرتے تھے چند روز کے بعد آپ اس عالم فانی سے دار البقا کی جانب رحلت کر گئے۔ مریدوں نے ارادہ کیا کہ آپ کو حضرت شاہ صبغۃ اللہ کی مزار کے نزدیک دفن کریں جو حضرت سیدنا ابراہیم کی مزار سے متصل واقع ہے جب اس ارادہ سے حضرت شاہ صبغۃ اللہ کی قبر کے قریب پہونچے تو وہاں جگہ نہ پائی لاچار دوسرے مقام پر دفن کرنا چاہا ناگاہ ایک بزرگ کی تشریف آوری ہوئی اور انہوں نے فرمایا کہ ان کو کہاں دفن کر رہے ہو جواب دیا کہ ہم چاہتے تھے کہ آپکو حضرت شاہ صبغۃ اللہ کی مزار کے قریب دفن کریں لیکن وہاں قبر کے لئے جگہ نہیں ہے اب ہم چاہتے ہیں کہ کسی اور مقام پہ دفن کریں اس بزرگ نے کہا اگر مجھے تجہیز و تکفین کے مراسم میں شرکت کی اجازت اور دو زر سرخ دو تو میں تمہیں شاہ صبغۃ اللہ کی قبر کے نزدیک ایک قبر کی جگہ بتا دوں گا۔ خادموں نے قبول کیا چنانچہ اس بزرگ نے ایک جگہ بتلائی اور تجہیز و تکفین میں شریک رہے بعد ازاں ان کو حسب شرط دو زر سرخ دینے کے لئے بہت تلاش کیا گیا لیکن وہ نہ ملے جب شریف مدینہ اور ساکنین مدینہ سے اس بزرگ کا حلیہ بتا کر ان کے متعلق دریافت کیا گیا تو جواب ملا کہ کبھی سرزمین مدینہ پہ اس حلیہ کے کسی بزرگ کو نہ دیکھا گیا ہو سکتا ہے کہ وہ کسی قافلہ کے ہمراہ آئے ہوں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ کون تھے۔

راوی کہتے ہیں کہ سید محمد مدرس کا دستور ہے کہ آپ خانقاہ میں تفسیر و حدیث کا درس دیا کرتے تھے اکثر اوقات دیکھا گیا کہ حجاب دیوار آپ کی ذات بابرکات کے حائل نہ تھی بارہا آپ قلعہ کے بند دروازوں سے باہر نکل آتے اور اسی طرح دروازے بند ہونے کے باوجود اندر چلے جاتے۔

الغرض آپ کے کمالات اور خوارق عادات کی کوئی حد نہ تھی۔ آپ کے تین صاحبزادے تھے جنکے نام سید زین الدین، عبدالرحمن اور شاہ محمد کریم تھے انشاء اللہ تعالیٰ ان کے احوال آگے منقول ہونگے صاحب مخازن الاعراس رقمطراز ہیں کہ آپ کی وفات شب دوشنبہ بتاریخ ۲۴ر شوال المکرم ۱۰۸۰ھ مدینہ منورہ میں واقع ہوئی آپ کی مزار مبارک بقیع مدینہ میں شاہ صبغۃ اللہ اور حضرت سیدنا ابراہیم کی قبور سے متصل واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قدوہ ارباب جلیل، زبدہ اصحاب خلیل، قبلہ وقت حضرت شاہ اسمٰعیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے:۔ سید شاہ اسمٰعیل بن سید حسن بن سید سلیمان بن سید ابراہیم بن سید احمد جلبی المغربی بن موسیٰ بن سید علی بن محمد بن حسن بن حسن الدین بن محمد احمد ضو بن سید ابی نصر محی الدین بن سیدنا عماد الدین صالح نصر بن قطب الافاق سید تاج الدین عبدالرزاق بن حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہم۔

راوی کہتے ہیں کہ آپ خیر البلاد بغداد سے محمود بادشاہ کے عہد سلطنت میں دار الظفر بیجاپور میں موضع نیلور تشریف لائے اور سکونت اختیار فرمائی جو گلبرگہ سے متصل واقع ہے آپ نے اپنے ہمراہ رکاب فقراء کو حکم دیا کہ یہاں کے بادشاہ کو یہاں سے نکال باہر کرو چنانچہ حسب الحکم تمام درویشوں نے عمل کیا اور حاکم وقت کی مجال نہ ہوئی کہ سرتابی کر سکے وہ فرار ہو کر شہر بیجاپور چلا گیا حضرت نے اپنے لئے ایک حجرہ اور فقراء کے لئے ایک خانقاہ تعمیر کی۔ کہتے ہیں کہ آپ کے حجرہ مبارکہ کے دروازہ پر پردہ رہا کرتا تھا آپ اندر داخل ہوتے وقت اس پر نظر مبارک فرماتے اور وہ خود بخود اٹھ جاتا آپ حجرہ میں داخل ہو جاتے اور پھر پردہ پر نظر ڈالتے جسکے ساتھ ہی پردہ پھر گر جاتا۔ آپ زبدۂ انام تھے اگر کوئی نذر لاتا تو حکم تھا کہ حجرہ کے سامنے رکھدی جائے اسی طرح اگر کوئی شخص آپ کی بیعت اور غلامی کی غرض سے حاضر ہوتا تو آپ پردہ کے اندر ہی سے فرماتے کہ حضرت محبوب نے تجھے قبول کر لیا۔ یہی آپ کا بیعت دینے کا طریقہ تھا۔ دوسرے

شیخوں کی طرح دست بیعت نہیں دیتے تھے اور جب کبھی حجرہ سے باہر تشریف لاتے تو تمام نذریں سارے حاضرین میں تقسیم کر دیتے اور فرماتے کہ محبوب کی نذر قبول کی گئی ۔ اور جس کسی کو کچھ کہنا ہوتا تو وہ حجرہ کے باہر ہی سے عرض پرداز ہوتا ۔

الغرض حاکم مذکور نیلور سے نکالے جانے پر سلطان محمودؒ کے پاس فریاد لے گیا اور حقیقت حال بیان کی بادشاہ متحیر و متعجب ہو گیا اور اعیان دولت سے مشاورت کی تمام اعیان نے عرض کیا کہ وہ بزرگ یقیناً صاحب کمال ہیں جنہوں نے اپنے فقراء سے کہہ کر حاکم کو بھگانے پر مجبور کر دیا ہم پر لازم ہے کہ اس موضع کی سند حضرت کے نام سے تیار کر کے آپ کی خدمت میں روانہ کر دیں ۔ بادشاہ نے بھی فرطِ اعتقاد سے منظور کر لیا اور ایک قاصد کے ذریعہ سند نیلور آپ کی خدمت میں بھیجی ۔

خادموں نے بھی اس سند کو دوسری نذروں کے ساتھ حجرہ کے سامنے رکھ دیا جب آپ حسب معمول حجرہ سے برآمد ہوئے اور نذروں کو ملاحظہ کیا تو فرمایا کہ یہ کیا کاغذ ہے فقراء نے سند کی تفصیل بیان کی حضرت نے یہ سنکر فرمایا قاصد کو باہر کر دو اور ایک گدھے کو لا کر سند مذکور اس کی دم سے باندھ کر قاصد کے پیچھے بھگا دو ۔ خادمین نے ایسا ہی کیا قاصد نے باہر نکالے جانے کے بعد گدھے کی دم سے وہ سند کھول لی اور بادشاہ کی خدمت میں لیجا کر جو کچھ گذرا تھا بعینہ بیان کر دیا ۔ بادشاہ یہ سنکر متعجب ہو گیا اور کہا کہ انشاء اللہ میں وہاں جاؤں گا تو آپ سے ضرور ملاقات کروں گا ۔

راوی کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد بادشاہ نے قدم بوسی کا ارادہ کیا اور اپنی جگہ امیر الملک عبد الرزاق کو بارہ ہزار سوار کی جمعیت کے ساتھ شہر میں چھوڑ کر حضرت کے پاس روانہ ہوا ۔ جب وہاں پہونچا تو حضرت حجرہ کے اندر تھے اور حجرہ کے دروازہ پر پردہ پڑا ہوا تھا بادشاہ مذکور نے نخوت بادشاہی سے پیش قدمی کی اور حجرہ میں داخل ہو کر آپ سے مصافحہ کرنا چاہا حضرت نے اپنا ہاتھ آستین میں کر لیا اور مصافحہ کیا مصافحہ کرنے کے ساتھ ہی بادشاہ کو ایسا محسوس ہوا کہ اس کے دونوں ہاتھ جسم سے جدا ہو گئے ہیں اور اس کا بدن آگ کی حدت سے جلنے لگا ۔ وہ حالت اضطراب میں حجرہ سے باہر نکل گیا اور آہ و فغاں کرتے کرتے جاں بلب ہو گیا ۔ وزیر جو بادشاہ کے ہمراہ تھا اس واقعہ سے متحیر ہو گیا ۔ اس نے حضرت کے خدام سے دریافت کیا کہ کیا تدبیر کرنی چاہیئے سب لوگوں نے کہا کہ حضرت کے ایک صاحبزادے چھت پر سکونت پذیر ہیں ان کے توسط سے بادشاہ کی تقصیر درگذر ہو سکتی ہے چنانچہ وزیر مذکور حضرت کے صاحبزادے شاہ اسلام الدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری صورت حال بیان کی حضرت شاہ اسلام الدین

نے کہا کہ بادشاہ کمال بے ادبی سے پیش آیا تھا تم اپنے بادشاہ کو حاضر کرو میں کوشش کروں گا کہ اس کا قصور معاف ہو جائے۔ چنانچہ جب بادشاہ کو حاضر کیا گیا تو حضرت شاہ اسمٰعیل نے اپنے صاحبزادے کی استدعا پر اس کے قصور سے درگذر کیا اور اپنا لعاب دہن اسکو لگایا جس سے بادشاہ تندرست ہو گیا بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ اے بادشاہ فقراء سے ہمیشہ باادب رہنا بادشاہ نے موضع کی سند قبول فرمانے کی گذارش کی جس پر آپ نے فرمایا تمہاری سلطنت ہماری عطا کردہ ہے ہم چاہیں تو تجھے عطا کریں اور چاہیں تو تیری جگہ کسی دوسرے کا انتخاب کرلیں اس قریہ کا کیا بیان ہے بادشاہ خاموش اور شرمندہ ہو گیا۔ جب یہ واقعہ بیجاپور میں امیر الملک عبدالرزاق مسطور کو معلوم ہوا تو اس نے بھی قدم بوسی کا ارادہ کیا اور اپنی عرض حضرت کی خدمت اقدس میں روانہ کی حضرت نے فرمایا کہ عبدالرزاق سے کہو کہ وہ چند روز توقف کرے اور پھر یہاں کا ارادہ کرے جب عبدالرزاق کو ایسا معلوم ہوا تو اس نے آپ کی بغیر اجازت ارادہ کرنے کو بے ادبی تصور کیا اسی اثناء میں عبدالرزاق نے سنا حضرت بغداد شریف جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اس نے پھر اپنا ارادہ آپ کی خدمت میں کہلا بھیجا۔ آپ نے فرمایا کہ عبدالرزاق سے کہو کہ اورنگ آباد میں شاہ احمد گجراتی بزرگ زمانہ ہیں وہ ان سے مستفیض ہو عبدالرزاق نے آپ کے حکم کے بموجب حضرت شاہ احمد کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے کہا کہ اے عبدالرزاق تمہارا حصہ شاہ اسمٰعیل قادری کے پاس ہے تم وہیں جاؤ۔ عبدالرزاق نے شاہ احمد گجراتی کے ارشاد پر پھر ایک عرضی حضرت شاہ اسمٰعیل کی خدمت میں بھیجی۔

اس عرضی میں لکھا کہ "غلام غلامی کا ارادہ رکھتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب حضرت کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔ راوی کہتے ہیں کہ جس روز اس نے قاصد کو پیام دے کر روانہ کیا اسی رات خواب میں دیکھا کہ حضرت مراتب طریقت کی تلقین فرما رہے ہیں۔ ہر کارہ کے وہاں پہونچنے پر حضرت نے جواب دیا کہ ہم نے عبدالرزاق کی تلقین کر دی ہے لیکن ظاہر میں ادائی رسم ضروری ہے اس سے کہو کہ میں بغداد شریف جانے کا ارادہ نہیں رکھتا کیونکہ حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز اور حضرت شیخ علاء الدین انصاری جو میرے یہاں سکونت کے باعث ہیں اور میں ان دو بزرگوں کی خاطر نیلور میں سکونت پذیر رہنے کا ارادہ کر چکا ہوں۔ جب عبدالرزاق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت عطا فرمائی اس کے بعد عبدالرزاق نے ترک دنیا کے لئے عرض کیا جس پر آپ نے فرمایا کہ اس وقت مناسب نہیں اپنی والدہ کی وفات کے بعد ترک دنیا کرنا۔ پھر عرض کیا گیا کہ اگر میں اپنی والدہ سے قبل وفات کر جاؤں تو میں ترک دنیا کی اس نعمت سے محروم رہ جاؤں گا آپ نے فرمایا کہ خاطر جمع رہو تمہاری والدہ تم سے قبل انتقال کر جائیں گی۔

القصہ شاہ عبدالرزاق مذکور نے اپنی والدہ کی حین حیات تک بقید حیات رہے اور والدہ کی وفات کے بعد ترک دنیا کر لی شاہ عبدالرزاق مذکور کے باقی حالات آگے نقل کئے جائیں گے۔

راوی کہتے ہیں کہ شاہ اسمٰعیل قادری نے اپنی گنبد شریف اپنی نگرانی میں تعمیر کروائی تھی۔ مزدور سارا دن کام کیا کرتے اور شام کے وقت حضرت اپنے بستر کے نیچے سے کچھ نقدی نکالتے اور اپنے دست مبارک سے کسی کو کم اور کسی کو زیادہ مزدوری عطا فرماتے اور اگر تکرار کرتا کہ میں نے زیادہ مزدوری کی ہے اور آپ مجھے ایک روپیہ دے رہے ہیں تو دوسرے مزدور سے فرماتے کہ اے فلاں تم اپنے پانچ روپیہ اس مزدور کو دیدو اور اس سے ایک روپیہ لے لو جب وہ دو مزدور اپنے اپنے روپیہ تبدیل کر لیتے تو پھر ان کے ہاتھ میں اتنا ہی روپیہ رہ جاتا جتنا پہلے تھا یعنی پہلے والے مزدور کے ہاتھ میں ایک روپیہ اور دوسرے مزدور کے ہاتھ میں پانچ روپیہ رہ جاتے۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص سارا دن کام کرتا لیکن مزدوری لینے کے وقت غائب ہو جاتا ایک روز لوگوں کے عرض کرنے پر آپ نے فرمایا اسکو میرے سامنے پیش کرو۔ جب حاضر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے فلاں تم مزدوری کیوں نہیں لیتے اس نے کہا کہ میں اپنے کام کی مزدوری میں آخرت چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کہ میں تجھکو اپنے مقبولان بارگاہ سے کرتا ہوں۔

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے کنواں کھودنے کا حکم دیا جب کھدائی کی گئی تو اس میں ایک بڑے پتھر کی سل نکل آئی جو باوجود کوشش کرنے کے باہر نکالی نہ جا سکی چنانچہ حضرت کی خدمت میں عرض کیا گیا حضرت نے اپنے دست مبارک سے اس پتھر پر عصا مارا اور کنواں میٹھے پانی سے لبریز ہو گیا۔ الغرض آپ کے کمالات بیحد ہیں آپ کا سن وفات نظر سے نہیں گذرا آپ کی مزار پرگنہ تیلور میں زیارت گاہ خاص و عام ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

سید حسینی، واقف علم لدنی، قبلہ وقت شاہ حمزہ حسینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی کی اولاد امجاد سے تھے اور آپ کا سلسلہ ارادت چند واسطوں سے

حضرت مخدوم المشائخ میر سید محمد حسینی گیسو دراز تک پہونچتا ہے۔

صاحب اخبار الاخیار فرماتے ہیں کہ آپ صاحب عظمت برکت نعمت وکرامت بزرگ تھے۔ ابتداء حال میں ایک بادشاہ کی خدمت میں رہے اسی اثناء میں آپ پر جاذبہ الٰہی طاری ہوا اور آپ خواجہ بزرگ کی زیارت کے لئے اجمیر گئے وہاں شیخ احمد مجرد سے ہم صحبت رہے اور پھر اپنے وطن واپس ہوتے اور دھرسو کھ میں جو نارنول سے تین کروہ کے فاصلہ پر ایک قصبہ ہے سکونت اختیار کی آپ کی دھرسو میں اقامت کے دوران آپ نے وہاں بعض سادات کی اولاد کو جو زمرہ اشراف سے خارج ہو چکے تھے تعلیم وتربیت کے علاوہ فارسی اور عربی پر بھی ماہر فرما دیا آپ پر فتوحات غیبی کثرت سے مفتوح ہوتے تھے لیکن آپ کو اس سے کچھ دلچسپی نہ تھی آپ نے ساری فتوحات کا مصرف معین کر دیا تھا۔ اور آپ کچھ بچا کر نہ رکھتے تھے آپ نے اپنی ازواج اور اولاد کا بھی حصہ مقرر فرما دیا تھا اور ان کو بھی اس معینہ حصہ سے اضافہ نہ دیتے تھے آپ کے کلمات عالیہ بہت ہیں چنانچہ فرماتے ہیں :۔

" دنیا آگ کی مانند ہے یہی کافی ہے کہ اس سے کچھ پکا کر کھا لیا جائے یا سردی کے وقت اس کی تپش سے گرمی حاصل کی جائے اگر اس کی تپش حد سے زیادہ ہو جائے تو انسان کو جلا دیتی ہے۔

ان کے مریدین کے منجملہ ایک مرید کا کہنا ہے کہ ایک دفعہ شیخ نے مجھے ریگستان کی جانب روانہ کیا میں بیابان میں پہونچا ہی تھا کہ مجھکو پیاس کا غلبہ ہوا اس وادی میں پانی کا ملنا محال تھا میرے دل میں خیال گذرا کہ سبحان اللہ مشائخین متقدمین جب اپنے مریدوں کو کہیں بھیجتے تو ان کو وہاں کسی جگہ پر آب شیریں ملجاتا تھا اور یہاں میری یہ حالت ہے کہ میں اس بیابان میں تشنگی سے ہلاک ہو رہا ہوں ناگاہ میں نے دور ایک چرواہے کو دیکھا جو بکریاں چرا رہا تھا اس کے بغل میں مشک تھی میں اسکے قریب گیا اور کہا کہ مجھے تھوڑا سا پانی دو میں شدت تشنگی سے جاں بلب ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ یہاں پانی کہاں ہے اس مشک میں تو دودھ ہے اگر پینا چاہتے ہو تو پی لو میں نے تھوڑا سا دودھ پی لیا ایک لمحہ کے بعد پھر مجھ پر تشنگی کا غلبہ ہوا ناگاہ میں نے دیکھا کہ ریت کے تودوں کے درمیان ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا ذخیرہ موجود ہے چنانچہ میں اس آب شیریں سے شکم سیر ہو گیا۔

الغرض آپ کے کمالات حد تحریر سے باہر ہیں۔ صاحب لطائف قادری تحریر فرماتے ہیں کہ جب سید الابدال لاابالی حماہ شریفہ سے قمر نگر کرنول تشریف لائے اور وہاں سکونت اختیار فرمائی تو کم وبیش چالیس سال کے بعد دو عقد نکاح فرمائے چنانچہ اس کا تفصیلی ذکر اوپر گذر چکا ہے آپ کی ان دو مخدرات عالیہ

میں سے ایک حضرت شاہ حمزہ حسینی کی صاحبزادی تھیں جن کے بطن مطہرہ سے حضرت شاہ عبداللہ قادری اور حضرت شاہ علیی صاحب عالم وجود میں تشریف لائے حضرت حمزہ حسینی مذکور کی وفات بتاریخ ۲۵ ربیع الثانی ۹۵۷ھ کو واقع ہوئی آپ مغرب کی نماز میں تھے کہ تیسری رکعت میں آپ نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کردی آپ کا مرقد دھرسو قریب نارنول واقع ہے

صاحب رسالہ مکاشفہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت جناب عالی لاابالی کے خسر محترم حضرت شاہ حمزہ حسینی تھے نہ کہ وہ شاہ حمزہ جو بیجاپور میں مدفون ہیں اور جن کا سلسلہ حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی تک پہونچتا ہے حضرت شاہ حمزہ مذکور حضرت شاہ حمزہ حسینی سے متقدم تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قطب زمن، بدر عدن، قبلہ وقت میراں شاہ ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا سلسلہ نسب حسب ذیل ہے:۔ حضرت شاہ ابوالحسن بن میراں شاہ بدرالدین بن حبیب اللہ بن عبدالقادر یوسف بن شمس بہاء الدین عارف بن سید یونس بان بن عبدالرحمٰن بن حاجی الحرمین سید یوسف بن سید حسین بن سید محمد صو بن سید محی الدین نصر ابن سید عماد الدین ابی صالح نصر بن قطب الآفاق تاج الدین عبدالرزاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

صاحب رسالہ مکاشفہ فرماتے ہیں کہ حضرت سید عبدالقادر یوسف بغداد سے دکن تشریف لائے اور یہیں سکونت پذیر ہوگئے۔ حضرت یوسف بھی سلسلہ قادریہ سے تھے حضرت میراں شاہ ابوالحسن جو حضرت یوسف مذکور کے پوتے ہیں سلطان ابراہیم عادل شاہ کے زمانہ میں شہر بیجاپور تشریف لائے اس زمانہ میں وہاں اچھے پال جوگی نامی ایک اشد کافر تھا اور سلطان مذکور کو اس جوگی سے بہت محبت و عقیدت تھی روزانہ وہ اس جوگی کے پاس جایا کرتا تھا جب آپ بیجاپور میں وارد ہوئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ آپ کے اس شہر میں ہوتے ہوئے یہ اچھا نہیں لگتا کہ ایک بادشاہ اسلام کی جوگی کے پاس آمد و رفت رہے آپ نے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ وہ اس جوگی سے دور ہو جائے اور اس فقیر کی خدمت میں آجائے لوگوں نے کہا کہ بیشک ہم یہی چاہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ کلالوں کی دیوار پر سے ایک ٹھیکری لے آؤ جب ٹھیکری حاضر کی گئی تو آپ نے اپنے دست مبارک سے اس پر ایک نقش لکھا اور اپنے ایک خادم کو دے کر فرمایا کہ جب بادشاہ جوگی کے پاس جانے لگے تو تم راستہ میں یہ نقش اس کو دکھلاؤ خادم نے ایسا ہی کیا۔ کہتے ہیں کہ معاً سلطان کا دل اس جوگی سے برگشتہ ہو گیا اور اس نے سواری پلٹائی اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ خادم مذکور نے یہ خوشخبری حضرت کو سنائی اس اثناء میں سلطان وہاں پہونچ گیا۔ آپ کے دیدار سے مشرف ہونے کے بعد اس نے ایام گزشتہ پر شرمندگی کا اظہار کیا اور توبہ و استغفار کی۔ جب جوگی نے دیکھا کہ سلطان جس کا روز آنہ کا معمول تھا کہ اس کی خدمت میں آئے۔ تین روز سے غیر حاضر ہے تو سلطان کا حال دریافت کرنے کے لئے دربار شاہی کی جانب چل پڑا۔ سلطان کو خبر ہوئی کہ جوگی آیا ہے تو بادشاہ نے کہا کہ اس کو اندر نہ آنے دیا جائے۔ جوگی نے عرض کیا کہ میں بادشاہ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں چنانچہ اجازت ملنے پر وہ سلطان کے پاس گیا اس جوگی کو معلوم ہو چکا تھا کہ سلطان فلاں بزرگ کی وجہ سے روگرداں ہو گیا ہے چنانچہ اس نے کہا کہ اس شہر میں بے شمار جادوگر ہیں ہو سکتا ہے کہ کسی نے آپ پر سحر کر دیا ہو۔ سلطان نے کہا کہ اے ملعون ایسا نہ کہہ کیونکہ حضرت اپنے وقت کے ولی اللہ ہیں جوگی نے کہا اگر ایسا ہے تو میرے ساتھ چلو ہم دونوں اس بزرگ کے پاس چلیں گے ان کا امتحان یہ ہو گا کہ اگر وہ ولی خدا ہیں تو اثناء راہ میں بارش ہو گی جسکا ایک قطرہ دودھ کا ہو گا اور ایک قطرہ خالص پانی کا ہو اور جب ہم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوں تو آپ کے سامنے مٹی کے پیالوں میں دودھ بھرا ہوا رہے اگر یہ خرق عادت نظر آئے تو یقین ہو جائیگا کہ آپ ولی اللہ برحق ہیں سلطان نے کہا یہ حضرت کے لئے ایک ادنیٰ کرامت ہو گی۔

الغرض سلطان اور جوگی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اثناء راہ میں جوگی کے حسب خواہش بارش ہوئی جب حضرت کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ آپ کے سامنے دودھ سے بھرے پیالے رکھے ہوئے ہیں پس وہ جوگی حضرت کا معتقد ہو گیا اور حضرت کے قدموں پہ گر پڑا سلطان کو بھی اس کرامت کے دیکھنے سے اعتقاد کلی پیدا ہوا اور یہی حضرت کی بیجاپور میں سکونت کا باعث ہوا۔

صاحب مذکور یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز سلطان مذکور کی لڑکی فوت ہو گئی اس لڑکی سے سلطان کو بہت محبت تھی چنانچہ سلطان نے کارہائے سلطنت کو فراموش کر کے اس لڑکی کی قبر کے پاس بیٹھ گیا جب ارکان دولت نے دیکھا کہ امور سلطنت تباہ ہو رہے ہیں تو اتفاق رائے سے تمام

ارکان دولت نے حضرت سے استغاثہ کیا کہ اس کا کچھ حل تلاش کریں جب انہوں نے عجز و انکساری کی حد کر دی تو حضرت موصوف نے ان کی التماس قبول فرمائی اور سلطان کے پاس تشریف لے جا کر نظر جلال سے اس لڑکی کی قبر کو دیکھا اور اپنے دست مبارک کے عصا سے اس قبر پہ ضرب لگائی اس ضرب سے قبر میں شگاف پیدا ہو گیا اور اس سے آگ کے شعلے نکلنے لگے حضرت نے سلطان سے بحالت غیظ فرمایا کہ باہر سے جتنی آرائش ہے اندر اتنی ہی آتش بھری ہوئی ہے۔ اے نادان تو قبر کے پاس آرائش کرنا چاہتا ہے اور اس آتش کو دفع کرنے کی کوئی تدبیر نہیں کرتا۔ تیرا یہاں بیٹھنا رہنا کچھ فائدہ مند نہیں اپنی لڑکی کی مغفرت کی فکر کر۔ سلطان متنبہ ہو گیا اور اپنی لڑکی کی قبر سے اٹھ کر حضرت کے ارشاد کے بموجب اس کی مغفرت کا سامان کرنے لگا چنانچہ اس نے بہت صدقات دئے اور اس کی لوح مزار اور گنبد پہ آیات مغفرت کندہ کروا دئے۔

الغرض آپ کے مناقب اور کرامات کی کوئی حد نہ تھی صاحب رسالہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ عبداللہ صاحب فرزند اکبر جناب عالی لاابالی نے حضرت شاہ ابوالحسن قادری کی صاحبزادی سے عقد مناکحت کیا تھا اور آپ نے اپنے خسر محترم سے خرقہ تبرک بھی حاصل فرمایا تھا حضرت شاہ ابوالحسن مذکور کا مدفن شہر بیجاپور میں واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف اسرار خفی کاشف انوار جلی قطب ولایت حضرت حسین شاہ ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا لقب نصیر الدین نام ابو عبداللہ الحسین اور عرف حسین شاہ ولی تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے:۔ حضرت حسین شاہ ولی بن شاہ صفی اللہ بن شاہ اسداللہ بن عسکر اللہ بن شاہ صفی کلاں بن سید محمد اکبر بن حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

صاحب انوار الاخیا فرماتے ہیں کہ آپ کو سلسلہ امدادیہ میں ارادت و خلافت حاصل تھی آپ صاحب خوارق عادات تھے اوائل حال میں سلطان ابراہیم قطب شاہ کی خدمت میں دس ہزار سواروں کیساتھ رہے

سلطان مذکور کی رحلت کے بعد آپ سلطان عبداللہ قطب شاہ کی خدمت میں بحیثیت عسکری حاضر رہے لیکن سلطان عبداللہ مذکور آپ کے احوال سے واقف نہ تھا اور آپ کو ہیچ جانتا تھا۔ ایک روز بادشاہ سواری کر رہا تھا اور آپ اسکے ہمراہ رکاب تھے۔ اتفاقاً سلطان عبداللہ کے لباس پر ایک چیل نے اڑتے اڑتے بیٹ کر دی حضرت نے اس چیل پر نظر جلال فرمائی اور اسی وقت جلکر زمین پر گر پڑی اسی وقت سے بادشاہ مذکور کو آپ سے اعتقاد پیدا ہوا۔

صاحب انوار الاخیار یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ سلطان ابراہیم قطب شاہ نے اپنی لڑکی آپ کے حبالہ عقد میں دی تھی اس لڑکی کے بطن سے ایک صاحبزادے تولد ہوئے جنکا نام امام الملک تھا امام الملک مذکور امور امارت میں منہمک تھے اسی لئے حضرت حسین شاہ ولی نے اپنا خرقہ خلافت سید علی کو عنایت فرمایا جو آپ کے مرید و خلیفہ تھے۔

صاحب محبوب القلوب تحریر کرتے ہیں کہ آپ پر جذبہ طاری رہتا تھا اور آپ سلطان عبداللہ قطب شاہ والی حیدر آباد کے ہمراہ رہے آپ صاحب خوارق و کرامات بھی تھے۔ آپ کی وفات ۴ ار جمادی الثانی کو واقع ہوئی سن وفات نظر سے نہیں گذرا لیکن سلطان عبداللہ کی وفات ۱۰۸۳ھ میں واقع ہوئی۔ صاحب مخازن اعراس یعنی حضرت حسین شاہ ولی نے بادشاہ مذکور کی سن وفات ۱۰۴۰ھ لکھا ہے۔ حضرت حسین شاہ ولی کی قبر پر انوار قلعہ گولکنڈہ کے پیچھے گنبد محل سے متصل واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

قدوۂ دیں، زبدہ ارباب یقیں، ولی ازلی سید شاہ زین الدین شبلی

آپ حضرت ابوبکر عبداللہ شبلی کی اولاد سے تھے جو اپنے والد حضرت شاہ رفیع الدین شبلی کے مرید و خلیفہ تھے اور شاہ رفیع الدین مذکور اپنے والد حضرت شاہ صدر الدین شبلی کے اور وہ حضرت قطب الآفاق حضرت سید تاج الدین عبدالرزاق بن حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مرید و خلیفہ تھے یہ چار بھائی تھے جو خیر البلاد بغداد سے تشریف لائے اور ایک پہاڑ پر جو حیدر آباد کے قریب ہے

سکونت پذیر ہو گئے تھے ایک عرصہ دراز تک اس پہاڑ پر عزلت نشین رہے ۔

مؤلف عاصی عرض پرداز ہے کہ آپ صاحب جلال اور مظہر باکمال تھے چنانچہ حضرت رمز الٰہی فرماتے ہیں کہ ایک روز میں عالم وحشت میں بہونچا حسن اتفاق سے میرا گذر حضرت شاہ زین الدین شبلی کی درگاہ سے ہوا میں آپ کی مزار کا طواف کرنے لگا کیا دیکھتا ہوں کہ آپ مرقد سے برآمد ہو کر میری پشت پر سوار ہو گئے آپ کے دونوں ہاتھوں میں برہنہ تلواریں تھیں جنکو آپ گھما رہے تھے آپ کا رخ شہر حیدرآباد کی جانب تھا اور سارا شہر نظر آرہا تھا ۔

الغرض آپ کے کمالات کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ باوجود قدرت کاملہ کے حامل ہونے کے کوہ مذکور پر اس طرح قیام پذیر رہے کہ کوئی آپ کو نہ جانتا تھا اور آپ کی قوت ولایت کا یہ حال ہے کہ تا حال آپ کی شمشیر بے نیام ہے ۔

صاحب معدن الجواہر تحریر کرتے ہیں کہ آپ کے ایک صاحبزادے تھے جنکا نام شاہ مصطفےٰ شبلی تھا جن سے حضرت شاہ بدرالدین بن شاہ محمد ملتانی بدری کی صاحبزادی منسوب تھیں حضرت شاہ زین الدین کی وفات بتاریخ ۳ ؍ صفر المظفر سنہ ۱۰۵۰ھ واقع ہوئی اور آپ کوہ مسطور پہ مدفون ہوئے ۔ جو کوہ شاہ شبلی سے موسوم ہے ۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ۔

ذکر شریف

بدر آفاق، مہر اشراق، قطب وقت حضرت سید اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے ۔ چنانچہ آپ کا سلسلہ نسب اسطرح مروی ہے سید اسحاق بن سید ابو الفتح بن سید محمد بن سید یحییٰ بن سید شہاب الدین احمد بن سید شرف الدین قاسم بن سید نور الدین بن سید علاء الدین بن سید شمس الدین محمد بن سید سیف الدین بن سید ظہیر الدین ابو مسعود احمد بن سید شمس الدین محمد بن سیدنا عماد الدین ابی صالح نصر الخ ۔

آپ نے بارہ سال کی عمر میں اپنے پدر بزرگوار سے نعمت قادریہ حاصل فرمائی اور غلبۂ عشق الٰہی

برناله میں سکونت اختیار کی اور اس طرح مراقب ہوئے کہ پچاس سال کی عمر تک ایک ہی لنگوٹ میں رہے بعد ازاں دوبارہ بغداد شریف تشریف لے گئے اور متاہل ہو گئے چند دن وہاں رہنے کے بعد پھر بغداد سے نکلے اور دکن تشریف لائے اور موضع گگن پور چو قمر نگر عرف کرنول سے مشہور ہے راجہ گوپال کے عہد سلطنت میں مقیم ہو گئے۔ ملک عبدالوہاب آپ کے معتقدین سے تھا اور اسی کی وجہ سے آپ نے کرنول کی سکونت اختیار فرمائی تھی آپ کا روضہ پرنور آج بھی کرنول میں دریا ہندری کے کنارے زیارت گاہ خلائق ہے آپ کی وفات بتاریخ غرہ رمضان المبارک سنہ ۹۱۱ھ واقع ہوئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قطب علی الاطلاق، فرد آفاق حضرت میراں جی شمس العشاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ قوم سادات سے تھے اور آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت سید مظلوم رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے۔

صاحب رسالہ مکاشفہ رقمطراز ہیں کہ جب آپ پر طلب حق کا جذبہ طاری ہوا تو آپ نے تمام متعلقین سے ترک تعلق فرما کر حرم شریف کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ منورہ میں حاضر ہوئے چند روز وہاں معتکف رہے۔ ایک دفعہ شیخ الحرم نے خواب میں آنحضرت علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ میراں جی کو سلاح خانہ سے ایک علم دیدو۔ اور اسی روز میراں جی نے بھی مراقبۂ صادقہ میں مشاہدہ فرمایا کہ حضور نبی کریم فرماتے ہیں کہ اے میرے فرزند شیخ الحرم سے علم لو اور دکن کی جانب چلے جاؤ کہ تمہاری نعمت وہیں مقسوم ہے جس مقام پر علم نصب ہو جائے اور بہاری لو آنے لگے تو سمجھ جانا کہ یہی مقام تمہارا جائے مدفن ہے پس حضرت میراں جی نے علی الصبح شیخ الحرم سے ملاقات کی اور علم مذکور حاصل فرمایا اور دکن کی جانب روانہ ہوئے۔ صاحب انوار الاخیار تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ میراں جی شمس العشاق مدینہ منورہ سے دکن تشریف لائے

اور حضرت شاہ جمال مغرب سے بیعت وخلافت حاصل کی جو ایک واسطہ سے حضرت میر سید محمد حسینی گیسو دراز کے خلیفہ کامل تھے آپ کی۔ ریاضت ومجاہدات میں بے نظیر تھے آپ پر جذب کا غلبہ رہتا تھا کبھی کبھی آپ حالت سلوک میں بھی رہتے تھے۔

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک روز آپ سلوک میں تھے ایک طالب علم آپ سے ملاقات کی غرض سے دور دراز مسافت طے کر کے حاضر ہوا اور آپ سے بہت ساری گفتگو کے بعد دریافت کیا کہ اللہ کہاں ہے آپ نے فرمایا کہ تمہارے روبرو بیٹھا ہوا سوال وجواب میں مصروف ہے۔ پھر تم اللہ کو ڈھونڈ رہے ہو میرے سامنے سے اٹھ جاؤ اس طرح کی چند سخت باتیں کیں۔ طالب علم کشیدہ خاطر ہو کر اٹھ گیا جب حضرت میراں جی کے صاحبزادے شاہ برہان الدین جانم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اس طالب علم کو طلب کیا اور اس کی بیحد تعظیم وتکریم کی اور اسے اپنے گھر مہمان رکھا بعد ازاں انہوں نے اس طالب علم کی فہمائش کے لئے معرفت الٰہی کی تلقین کی جس سے تمام مراتب اس طالب علم کے سمجھ میں آگئے اور وہ عالم ربانی ہو گیا اسکے بعد حضرت شاہ برہان الدین نے اس سے پوچھا کہ حضرت والد بزرگوار نے تم سے جو کچھ کہا تھا وہ سچ تھا یا جھوٹ۔ طالب علم مذکور نے آداب طریقت بجالا کر حضرت میراں جی کے صدق کلام کا اعتراف کیا۔

الغرض جب حضرت شمس العشاق شہر بیجاپور تشریف لائے تو اس مقام پر جہاں آج آپ کی مزار واقع ہے اس علم کو نصب کیا اور آپ کو وہاں بوئے رسالت آنے لگی جسکی وجہ سے آپ نے وہاں قیام فرمایا آپ کی رحلت بتاریخ ۵ شوال المکرم واقع ہوئی سن وفات نظر سے نہیں گذرا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شیخ المصاحب واسع المواہب شیخنا حضرت شیخ علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت سید الابدال لاابالی کے خلیفہ کامل تھے۔ حضرت سید الابدال کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے سے قبل آپ کئی اہل اللہ سے مل چکے تھے آپ عاشق کامل اور طالب صادق تھے

جب حضرت لاابالی بلدۂ کرنول میں رونق افروز ہوئے تو آپ کے معارف سے ہر شخص بقدر حوصلہ فیضیاب ہوا۔ شیخ علی صاحب بھی جو تشنۂ دیدارِ حق تھے جناب عالی لاابالی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ آپ کی ذات ایک بحرِ مواج ہے تو آپ کی سلکِ ارادت میں منسلک ہو گئے۔ حضرت لاابالی نے بھی آپ کو طالبِ صادق پاکر آپ کی ایسی تعلیم و تربیت فرمائی کہ عرصۂ قلیل میں آپ اپنے معاصرین پہ فائق ہو گئے بعد ازاں حضرت سید الابدال لاابالی نے آپ کو خرقۂ خلافت اور طریقہ قادریہ کی تمام نعمتیں عطا فرمائیں اور اجازتِ مطلقہ سے سرفراز کیا۔

صاحب لطائف قادری رقمطراز ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ علی صاحب جناب عالی لاابالی کی وفات کے بعد آپ کی مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور اکثر شیوخ زمانہ آپ کی ہدایت سے مرتبہ کمال کو پہونچ گئے تا حال آپ کا درِ دولت منبع فیض ہے اور آئندہ بھی رہے گا حاصل کلام یہ کہ حضرت شیخ علی صاحب سترہ سال تک جناب عالی لاابالی کی خدمت میں ریاضات اور مجاہدات شاقہ میں مصروف رہکر فرد وقت ہو گئے آپ کی پاس شریعت کا یہ عالم تھا کہ سنت غیر موکدہ جیسے مستحبات نماز عصر کی پہلی چار رکعت سنت بھی آپ سے فوت نہ ہوتیں اور حالت استغراق کا بھی یہ عالم تھا کہ آپ غلبہ حال میں خود اپنی ہستی کو فراموش کر دیتے۔

وہ یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ اکثر اوقات جناب لاابالی آپ کو اپنے ہمراہ لیکر صحرا کی جانب نکل جاتے ساری رات وہیں بسر کرتے اور علی الصبح گھر لوٹتے حضرت لاابالی نے اپنا مقام سکونت جو آج کل ویلینر کے نام سے مشہور ہے آپ کو مرحمت فرما دیا تھا۔ حضرت شیخ علی فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ سترہ سال حضرت کی خدمت میں نہ گذارتا تو مسلمان کہلانے کا مستحق نہ ہوتا جو کچھ میں نے پایا ہے وہ حضرت ہی کی توجہ کے رہین منت ہے ورنہ میں کہاں اور میرا مجاہدہ کہاں۔

صاحب لطائف قادری یہ بھی لکھتے ہیں کہ سند صحیحہ سے منقول ہے کہ نصف ماہ رمضان کو جناب عالی لاابالی نے اپنے ایک خادم کو شیرنی لانے کے لئے کرنول روانہ کیا کہتے ہیں کہ خادم مذکور قمر نگر عرف کرنول میں جو وہاں سے تین کوس کے فاصلہ پر تھا پہونچ کر حالت صوم کی تکان سے سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ افطار کا وقت قریب ہے پریشان ہو کر حضرت شیخ علی کی خدمت میں پہونچا اور کہا کہ حضرت لاابالی نے افطار کے لئے میرے ذریعہ شیرنی منگوائی تھی لیکن مجھ سے یہ قصور ہوا کہ میں سو گیا اور اب افطار کے وقت تک شیرنی لے کر حضرت کی خدمت میں پہونچنا دشوار ہے لیکن آپ توجہ فرمائیں تو یہ کام پورا ہو سکتا ہے

حضرت شیخ علی کو اس کی الحاح وزاری پر رحم آگیا اور آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تم افطار کے وقت تک شیرینی لے کر پہونچ جاؤ گے اس کا ہاتھ پکڑ کر دریائے ہینڈری کے کنارے لے گئے اور اپنا ہاتھ اس کی آنکھوں پر رکھ کر کچھ دیر بعد کھولنے کے لئے فرمایا۔ جب خادم نے آنکھیں کھولیں تو خود کو حضرت لاابالی کے آستانہ پر پایا اس نے فرحاں وشاداں وہ شیرینی جناب عالی لاابالی کی خدمت میں پیش کی ۔ حضرت لاابالی نے شیرینی کے خوان کو دیکھ کر بحالت جلال فرمایا کہ اے فلاں یہ شیرینی کام کی نہیں کیونکہ اس سے کرامت کی بو آرہی ہے تم سے کچھ گلہ نہیں۔ لیکن شیخ علی لوہار خانہ میں سوئیوں کا بیوپار کر رہا ہے خیر کوئی مضائقہ نہیں آپ نے یہ چند کلمات ایسے عتاب سے فرمائے کہ آپ کے دونوں رخسار سرخ ہو گئے اور آپ خلاف دستور افطار کرنے سے قبل محل میں تشریف لے گئے حاضرین یہ حال دیکھ کر حیران ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ فی الحال شیخ علی کی حالت سلب ہو گئی اور آپ کو اپنے شیخ کے عتاب کا پتہ چل گیا آپ افتاں وخیزاں تین کوس کا فاصلہ پاپیادہ طے کر کے حضرت عالی لاابالی کے در دولت پر سپہر شب کو پہونچے اور رات کا باقی حصہ آہ وزاری میں لرزاں وترساں کھڑے ہو کر گذار دیا جب صبح ہوئی تو خادموں سے بصد انکسار کہنے لگے کہ دوستو میری سفارش کرو کہ میں نے یہ گستاخی اپنی خود نمائی کے لئے نہیں کی ہے اگرچہ سراسر قصور میرا ہے لیکن اس کی وجہ یہ تھی کہ خادم نے مجھ سے کہا کہ حضرت عالی لاابالی نے شیرینی افطار کے لئے طلب فرمائی ہے اور اس کا وقت پر پہونچنا دشوار تھا۔ اسی بناء پر مجھے یہ اقدام کرنا پڑا۔ خادموں نے آپ کی اس الحاح وزاری پر رحم کر کے حضرت لاابالی کی خدمت میں عذر تقصیر کا معروضہ کیا لیکن یہ سودمند نہ ہوا اور ان کی سفارش کارگر نہ ہوئی۔ آخر الامر حضرت لاابالی کی زوجہ محترمہ کی سفارش پر حضرت شیخ علی کی خطا معاف ہوئی۔ حضرت لاابالی نے فرمایا کہ میں نے شیخ علی کو جو کچھ سکھایا ہے خدا کے لئے سکھایا ہے اور جو کچھ انہیں عطا کیا ہے اس کے طلب حق کے معاوضہ میں عطا کیا ہے میں نے یہ اسلئے نہیں دیا کہ وہ اپنی کرامت کا اظہار کریں اور اپنی ولایت کی آزمائش کریں دوسری بار اگر ایسی حرکت سرزد ہوئی تو اس سے زیادہ مستوجب عتاب ہونگے۔

کہتے ہیں کہ اسی وقت مسلوبہ ولایت شیخ علی صاحب کو واپس مل گئی الحمد للہ علی نعمائه۔ الحق یرجع الی مکانه۔

مختصر یہ کہ حضرت شیخ علی صاحب جناب عالی لاابالی کے بعد بارہ سال تک مسند ارشاد پر جلوہ آرا رہے

اور حضرت عالی لاابالی نے بارہ اعراس مبارکہ میں صندل مالی کی رسم خود انجام دی بعد ازاں اس رسم کی ذمہ داری حضرت شاہ عبداللہ صاحب کے تفویض کی اور دارالبقا کی جانب رحلت فرمائی

حضرت شیخ علی صاحب کے کمالات اور خوارق عادات اس قدر ہیں کہ قید تحریر میں نہیں آسکتے حضرت شاہ عبداللہ قبلہ اور حضرت شاہ محی الدین ثانی جو حضرت عالی لاابالی کے صاحبزادے تھے اپنے پدر بزرگوار کے حکم کے بموجب آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ حضرت شیخ کی وفات بتاریخ ۲ ربیع الاول سنہ ۱۰۸۰ھ واقع ہوئی۔ حضرت کی مزار مبارک قمر نگر عرف کرنول میں واقع ہے آپ کے ایک صاحب ارشاد صاحبزادے تھے جنکا نام شیخ فرید تھا اور جو مقام تجرید و تفرید پر فائز تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

* * *

مشکوٰۃ بست و نہم

ذکر شریف

قدوۃ المحققین حقانی، زبدۃ الموحدین ربانی، کاشف راز نہانی، واقف رموز عرفانی، افضل المجردین اکمل المفردین، مقبول سبحانی، سیدنا شاہ محی الدین ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب لطائف قادریہ رقمطراز ہیں کہ آپ کا لقب پیر شاہ صاحب مشہور آفاق ہے اور آپ محی الدین ثانی سے بھی مشہور ہیں آپ حضرت سید الابدال کے پانچ صاحبزادوں کے منجملہ محبوب ترین تیسرے صاحبزادے تھے آپ ولی مادرزاد اور صاحب خوارق تھے۔

چنانچہ کہا جاتا ہے کہ حضرت محی الدین ثانی کی عمر شریف سات سال کی تھی جبکہ آپ کے پدر بزرگوار کا مکان زیر تعمیر تھا جب شہتیر نصب کئے جانے لگے تو ایک شہتیر طول میں نصف گز کم پڑی دوسری شہتیر خریدنے کا ارادہ ہوا اسی اثناء میں آپ مکتب سے اپنے مکان کو واپس ہو رہے تھے اتفاق سے آپ کا گذر اسی مقام سے ہوا جہاں وہ شہتیر پڑی ہوئی تھی آپ نے دریافت کیا کہ اسکو کیوں نصب نہیں کیا گیا لوگوں نے اس کی وجہ لمبائی میں کمی بیان کی۔ حضرت محی الدین ثانی نے اس شہتیر کا ایک سرا پکڑ کر اپنی جانب کھینچا کہتے ہیں کہ اسی وقت اس کی لمبائی نصف گز بڑھ گئی حاضرین نے اس واقعہ سے متحیر ہو کر جناب عالی سے صورتحال بیان کی۔ حضرت لاابالی نے اپنے فرزند ارجمند سے فرمایا کہ بابا غلام محی الدین تم اس کم سنی میں خرق عادت کا اظہار کر رہے ہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم قمر نگر میں میرے نزدیک نہ رہو گے اور تم کو میرے پاس چھوڑا نہ جائیگا آخر ایسے ہی ہوا کہ آپ نے اپنے پدر بزرگوار کی رحلت کے بعد نقل مقام کر کے حیدرآباد میں سکونت اختیار فرمائی۔

صاحب لطائف قادریہ یہ بھی نقل کرتے ہیں حضرت محی الدین ثانی نے ایک مختصر عرصہ میں تکمیل علوم فرمائی اور اپنے معاصرین پر فائق ہوگئے بعد ازاں اپنے پدر بزرگوار سے علوم باطنی حاصل کر کے آپکے سلسلہ ارادت میں منسلک ہوگئے اپنے والد کی وفات کے بعد آپ نے حضرت شیخ علی صاحب جو آپ کے والد ماجد حضرت لاابالی کے جلیل القدر خلیفہ تھے خرقہ خلافت اور اجازت سلسلہ حاصل فرمائی اس کی تفصیل آگے نقل کیجائے گی۔

صاحب لطائف یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت محی الدین ثانی متولد ہوئے تو جناب عالی لاابالی نے اپنے فرزند کو آغوش میں لے کر بعد تکبیر و اقامت فرمایا کہ محی الدین چالیس سال کی عمر میں مرتبہ قطبیت پر فائز ہوگا اس کے بعد آپ نے اپنے صاحبزادے کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنی زوجہ محترمہ کے حوالے کر دیا۔

رسالہ لطائف الطیف میں بسند صحیحہ سے منقول ہے کہ جناب محی الدین ثانی ابتداء شعور ہی سے کسب علوم ظاہری و باطنی، اشتغال اشغال باطنی، ریاضات شاقہ اور مجاہدات کی جانب راغب تھے۔ آپ اکثر مغلوب الحال رہتے اور کبھی کبھی افاقہ بھی ہو جاتا۔ آپ کے عالم استغراق کا یہ حال تھا کہ ایک ایک ہفتہ ایک ہی نشست میں گذار دیتے اور آپ کو عالم فساد سے کچھ آگاہی نہ ہوتی جب عالم ناسوت کی جانب رجوع ہوتے تو تھوڑی دیر تک اس عالم میں رہنے کے بعد پھر سے مستغرق ہو جاتے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ایک روز حضرت محی الدین ثانی حقہ نوش فرما رہے تھے کہ آپ پر عالم استغراق طاری ہو گیا آپ اسی عالم محویت میں تھے کہ حقہ کی آگ آپکے دست مبارک پر گری اور ہاتھ کو جلاتے ہوئے ہڈی تک پہونچ گئی لیکن آپ کی محویت میں کچھ فرق نہ آیا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب جلد کے جلنے کی بو اطراف و اکناف میں پھیل گئی۔ ایک درویش نے جسکو آپ نے خرقہ عنایت فرمایا تھا لیکن کسی لقب سے ملقب نہ کیا تھا آپ کے جسم مبارک کو بے تابانہ ہلانا شروع کیا اور کہا کہ اے شاہ بیدار ہو جائیے کہ آپ کا دست مبارک جل رہا ہے حضرت محی الدین ثانی نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ تم عجیب حیوان ہو اس درویش نے سوچا کہ حضرت نے مجھ کو خرقہ مرحمت فرمانے کے بعد کسی نام سے مخاطب نہ کیا تھا آج آپ نے مجھے حیوان کہا چنانچہ اس نے اپنا لقب حیوان شاہ اختیار کیا سبحان اللہ کیا اعلیٰ مقام استغراق ہے کہ حقیقت حال کے غلبہ کے باعث مجازی کی جانب توجہ تک نہ ہوئی والحمدللہ آپ کی کیا والا منزلت ہے کہ آتش عشق میں

چلنے کے بعد دوسری آگ بے اثر ہو کر رہ گئی تھی ۔

مثنوی شریف

کاملان کز سر تحقیق آگہ اند   بیخود و حیراں مست و والہ اند
نے چنیں حیراں کہ پشتش سوئے اوست   بل چنیں حیراں کہ رو در روئے دوست
آں یکے را روئے او شد سوئے دوست   ویں یکے را روئے او خود روئے دوست
بہر آنست ایں ریاضت ویں جفا   تا بر آرد کوزہ از نقرۂ خفا

حاصل بیان یہ کہ استیلاء حال اور فنا احدیت کا آپ پر اس قدر غلبہ تھا کہ اولاد، اہل خانہ اور قرابت قریبہ کی شناخت بھی باقی نہ رہی تھی کافی دیر تک ان کی گفتگو سننے کے بعد آپ انکو پہچان پاتے حضرت حاجی لاابالی کی دار فانی سے دار البقا کو رحلت کے بعد آپ کے خلف اکبر شاہ عبداللہ صاحب قبلہ نے اپنے والد بزرگوار کے حسب الحکم فاتحہ سیوم کے روز حضرت شیخ علی صاحب سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور اپنے پدر بزرگوار کے جانشین ہوئے اس کی تفصیل حضرت شاہ عبداللہ صاحب کے حالات میں منقول کی ۔ حضرت شاہ محی الدین ثانی نے اگرچہ نعمت باطنی اپنے پدر بزرگوار سے حاصل کی تھی لیکن سند طریقت کے مطابق جو صوفیاء کا طریقہ ہے حضرت سید الابدال کے چہلم کے روز حضرت شیخنا شیخ علی صاحب سے ذز خلافت زیب تن کیا اور آداب مشیخت بجا لائے ۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت شیخ علی صاحب نے بھی آداب صاحبزادگی ملحوظ رکھتے ہوئے عرض ا کہ یہ بوڑھا آپ کے پدر بزرگوار کا خادم ہے بشرط اجابت ایک معروضہ کرنا چاہتا ہے ۔ حضرت محی الدین ثانی نے فرمایا کہ فقیر نے آپ کے ہاتھ سے خرقہ خلافت پہنا ہے آپ جو کچھ ارشاد فرمائیں گے میں بسر و چشم اسکی تعمیل کروں گا ۔ حضرت شیخ علی صاحب نے فرمایا کہ جو کچھ خدمت میرے ذمہ تھی میں نے بجا لائی اور یہی حضرت سید الابدال لاابالی کا مقصود تھا ۔ اب میری یہ استدعا ہے کہ آپ حضرت کے صاحبزادے ہیں اسلئے اپنے شجرہ اجدادیہ میں اس غلام دیرینہ کا نام تحریر نہ فرمائیں ۔ حضرت محی الدین ثانی نے مطابق الامر فوق الادب حضرت شیخ سے فرمایا کہ یا شیخنا سمعنا و اطعنا

مولف عاصی ؒ پرداز ہے کہ اسی وجہ سے آپ کی اولاد امجاد کی سند بیعت و خلافت میں

حضرت شیخنا شیخ علی صاحب کا اسم گرامی تحریر نہیں کیا جاتا اگرچہ کہ آپ کا نام ورد زبان رہتا ہے
یہ بھی بسند صحیح مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ علی صاحب اپنے مرشد حضرت سید الابدال
لاابالی کی خدمت میں حاضر تھے کہ اس اثناء میں حضرت شاہ محی الدین ثانی بھی تشریف لائے۔ حضرت
سید الابدال نے اپنے اس فرزند ارجمند اور حضرت شیخ علی کو دیر تک دیکھتے رہے اور جو لباس آپکے
زیب تن تھا اتار کر حضرت شاہ محی الدین ثانی کو عطا کیا کہتے ہیں کہ وہ ملبوس شریف ایک کفنی
تھی جو آپ پہنے ہوئے تھے ۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ بھی ایک وجہ تھی جس کے باعث حضرت شیخ علی
نے حضرت شاہ ثانی محی الدین ثانی قدسنا اللہ تعالیٰ سرہ الگرامی سے اپنے شجرہ میں حضرت
شیخ علی کا نام تحریر نہ فرمانے کی استدعا کی تھی ۔

حاصل کلام و خلاصہ تحریر یہ کہ حضرت شاہ محی الدین ثانی اجازت مطلقہ کے حصول اور اپنے
پدر بزرگوار کی وفات کے بعد شہر حیدرآباد تشریف لائے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ آپ کچھ عرصہ
تک شہر کے نواح میں سکونت پذیر رہے بعد ازاں بالہام الٰہی چند فقراء اور خدام کے ساتھ
آپ پرانے پل کے دروازہ سے شہر میں داخل ہوئے اور ایک اور ایک قدیم مسجد میں سکونت
اختیار کی ہر چند کہ حاضرین نے عرض کیا کہ یہاں ایک آسیب خبیث ہے جسکی وجہ سے یہاں کوئی
نہیں رہ سکتا بلکہ لوگ اس راستہ سے رات کا کچھ حصہ گذرنے کے بعد آمد و رفت بھی بند کر دیتے
ہیں چہ جائیکہ یہاں قیام کیا جائے ۔ اور بعضوں نے عرض کیا کہ جب رات ہوتی ہے تو صاحب گنبد
جسکا نام ملک عنبر تھا اور جو خبیث ہوگیا ہے اس راہ گذر سے چلنے والوں کو ہلاک کر دیتا ہے
اور اکثر لوگوں کو پکڑ کر مسجد کے کنویں میں ڈال دیتا ہے ۔ چنانچہ یہ کنواں ڈھانچوں سے بھرا پڑا
ہے ۔ یہ بھی کہا گیا کہ آدھی رات کے بعد وہ اپنی قبر سے نکلتا ہے اس کا قد دو تاڑ کے درختوں
کی بلندی کے مساوی ہوتا ہے وہ اپنی دونوں پنڈلیوں کو پھیلا کر راستہ پر کھڑا ہو جاتا ہے اور
اسکے دونوں خصیے زمین پر لٹکتے رہتے ہیں اور اسکی قبر سے روز آنہ توبہ اور آہ و زاری اس
سنائی دیتی ہے جسکے سننے سے تمام لوگوں کی روح فرسا ہو جاتی ہے یہ سن کر حضرت شاہ محی الد
ثانی نے ارشاد فرمایا کہ جس جگہ بلا ہو وہی فقراء کی اقامتگاہ ہے آپ فصیل میں داخل ہونے کے
بعد اس گنبد میں تشریف اور رات اور ایک دن وہاں قیام کیا ۔

راوی کا بیان ہے کہ اس وقت سے آج تک اس کی قبر سے گریہ و زاری اور توبہ کی آواز

سنائی نہ دی اور نہ کسی نے اسکو دیکھا اس کے بعد آپ چند روز اس قدیم مسجد میں معتکف رہے اور اسی سجدے کے قریب حضرت مدفون ہوئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت کے روضہ کی تعمیر کا حال متعاقب تفصیل کے ساتھ مذکور ہوگا۔

صاحب لطائف یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت شاہ محی الدین ثانی حیدرآباد وارد ہوئے تو آپ کے حالات اور خوارق عادات سے واقف ہو کر کئی لوگ بعد ارادت آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے لیکن حضرت نے بہت کم لوگوں کو دست بیعت سے سرفراز کیا۔ الغرض شہر میں آپ کی آمد کی شہرت ہوگئی اسوقت قدوہ مشائخ بلدہ شاہ ابدال سید میراں حسینی الحموی تھے اور ایک روایت کے بموجب آپ کے صاحبزادے حضرت سید عبد القادر قادری تھے۔

واضح باد کہ حضرت شاہ محی الدین ثانی نے ان دونوں بزرگوں سے ملاقات فرمائی۔ حضرت سید عبد القادر بن سید میراں حسین الحموی قدس اللہ تعالیٰ سرہما آپ کی تشریف آوری کو مغتنم جان کر اپنی صاحبزادی بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کو آپ سے منسوب کیا بظاہر یہ نسبت شریفہ آپ کی یہاں مستقل سکونت کا باعث ہوئی آپ کی اولاد امجاد بھی تا حال یہاں سکونت پذیر ہے اور آپ کی خانقاہ آج بھی بارونق ہے زاد اللہ تعالیٰ شرفًا اولادہ۔

وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب حضرت سید محی الدین ثانی متاہل ہوئے تو آپ نے (۲۴) سال تک خسر محترم کے مکان میں قیام کیا ان دونوں حضرات کے درمیان ایسی صحبت محرمانہ رہتی تھی جس کے بیان سے زبان قاصر اور قلم عاجز ہے۔ حضرت کی زوجہ محترمہ بانو صاحبہ کے بطن سے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں متولد ہوئیں جب آپ کی عمر (۵۰) سال کی ہوئی تو آپ نے ترک و تجرید کی زندگی اختیار کی۔ تینتالیس سال آپ شہر کے اطراف و اکناف میں صحرا، وادی اور پہاڑوں کے دروں میں عبادت الٰہی میں بکمال ذوق و شوق مشغول رہے آپ کئی مہینوں تک لوگوں کی نظروں سے ایسے غائب ہو جاتے کہ کسی کو آپ کا پتہ معلوم نہ ہوتا آپ کبھی کبھار اپنے خسر محترم سے ملاقات کے لئے ملکاپور تشریف لے جاتے جب آپ کے خسر محترم سید عبد القادر قادری ملکاپوری کی نظر آپ پہ پڑتی تو وہ تعظیمًا کھڑے ہو جاتے ایک روز حضرت سید محی الدین احمد نے جو حضرت سید عبد القادر ملکاپوری کے صاحبزادے اور شاہ محی الدین ثانی کے برادر نسبتی تھے اپنے پدر بزرگوار سے پوچھا کہ محی الدین ثانی آپ کے لئے ہماری طرح یعنی اولاد کی مانند ہیں آپ انکی اس قدر تعظیم کیوں فرماتے ہیں۔

قطب الدوائر سیدنا سید عبدالقادر قادری عرف بڑے حضرت ملکاپوری نے فرمایا کہ یا غلام محی الدین فقیر ان کے لئے از خود کھڑا نہیں ہوتا بلکہ جب میں انہیں دیکھتا ہوں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی مجھ کو میرے شانے پکڑ کر کھڑا کر دیتا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت بڑے حضرت ملکاپوری حضرت شاہ محی الدین ثانی سے ہمکلام ہوتے تو آپ سے لفظاً شاہ سے مخاطب ہوتے اور حضرت محی الدین ثانی حضرت ملکاپوری سے اس انداز سے ہمکلام ہوتے جس طرح بیٹا اپنے باپ سے ہوتا ہے الغرض یہ دونوں بزرگ ولی برحق تھے۔ اور ایک دوسرے کی قدر و منزلت سے واقف تھے۔ بمصداق ولی را ولی می شناسد۔ ایک روز ایک کیمیاگر حضرت محی الدین ثانی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے فن و دستکاری کا بمبالغہ تمام اظہار کیا حضرت نے اس کا کچھ جواب نہ دیا جب اس نے حضرت کی استغنا اور بے پروائی کا مشاہدہ کیا تو کہنے لگا کہ میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں وہ مبنی بر صداقت ہے اور میں اسے کر کے بھی دکھا سکتا ہوں اگر آپ ارشاد فرمائیں تو کچھ عملاً کر دکھاؤں گا آپ نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔

راوی کا کہنا ہے کہ اس شخص نے وہیں سے ایک پتہ لے کر اسے تانبے پر رگڑا اور آگ میں ڈالدیا تھوڑی ہی دیر میں وہ تانبہ خاکستر ہو گیا جس سے اس نے چاندی اور سونا تیار کیا اور کہا کہ اگر حضرت کو منظور ہو تو یہ حضرت کی نذر ہے۔ شاہ محی الدین ثانی نے سکوت اختیار کیا کیمیاگر نے یہ خیال کیا کہ آپ کا اس جانب میلان خاطر ہے اس نے عرض کیا کہ یہ اس درخت کی خاصیت ہے اور استاد نے اس درخت کا نام جز اعظم بتایا۔ اس پر بھی آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ کیمیاگر حضرت کا حال دیکھ کر نادم ہو گیا پیچ و تاب کھانے لگا۔ حضرت نے اسکے اس خطرہ پر آگاہ ہو کر فرمایا کہ اے فلاں کیا تم جانتے ہو کہ اس مکان کے پیچھے ایک پتھر ہے اس نے عرض کیا کہ ہاں میں جانتا ہوں اسکے بعد حضرت رفع حاجت کے لئے اٹھے اور اس پتھر پر پیشاب کیا پیشاب کا اس پتھر پر پڑنا تھا کہ وہ پتھر زرِ خالص ہو گیا۔

آپ نے اس کیمیاگر کو طلب فرمایا اور کہا کہ خدا نے مجھے اتنی قدرت دی ہے لیکن یہ میرے کام کی نہیں میرا کام دوسرا ہے اور وہی کام میں کیا کرتا ہوں اس کیمیاگر نے یہ حال دیکھ کر عیان حق کی قدرت کاملہ کا اعتراف کیا اور اپنی خفیفی سے توبہ و استغفار کر کے اس شعر کے مطابق ہو گیا ؎

خاک زر کردن ہنرِ اہل ہمت کار نیست
ہر کہ زر را خاک سازد کیمیاگر میشود

یہ بھی سند صحیح سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت محی الدین ثانی قلعہ کے عقب میں واقع ایک مسجد میں اپنے بستر پر مستغرق تھے کہ ملک سندھ کا ایک درویش سیاح وہاں وارد ہوا اور اس نے بھی اس مسجد میں حضرت کے بستر کے قریب اپنا بستر دراز کیا ایک رات اور ایک دن گذر جانے کے باوجود حضرت اسی طرح اپنے بستر پر مستغرق رہے جس طرح کے پہلے تھے آپ نے اپنی نشست سے حرکت تک نہ فرمائی۔ درویش مذکور اپنے بستر سے اٹھا اور حضرت سے مخاطب ہو کر کہا میرے بستر میں دو اشرفی تھے جو گم ہو گئے ہیں رات میں میرے نزدیک آپ کے سوائے کوئی نہ تھا۔ خیریت اسی میں ہے کہ وہ اشرفیاں مجھے آپ واپس کر دیں ورنہ میں سختی سے پیش آؤں گا۔ آپ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اس نے سخت و سست گفتاری سے کام لینا شروع کیا اس پر بھی حضرت خاموش اور مستغرق رہے بالآخر اس درویش سیاح نے فساد پر کمر بستہ ہو کر آپ کے دونوں دست مبارک باندھ کر کھینچنے لگا

راوی کا بیان ہے کہ حضرت محی الدین ثانی اس کے کھینچنے پر بستر سے اٹھے اور اس کے پیچھے چلنے لگے الغرض لپکا لپکی اس مسجد سے چلتے چلتے جب قریب شہر پہونچے تو اتفاق سے حضرت کے صاحبزادے حضرت سید عبدالحی الدین اور حضرت شاہ عبداللطیف ثانی ایک جماعت کثیر کے ساتھ وہاں آئے۔

یہ حضرات شہر میں ایک دعوت سے واپس ہو رہے تھے اثناء راہ میں انہوں نے دور سے دیکھا کہ حضرت والد ماجد حالت مذکور میں تشریف لا رہے ہیں پہلے تو ان دونوں نے تفکر اور تامل سے کام لیا لیکن جب حضرت قریب پہونچے تو حضرت عبدالحی الدین نے حضرت شاہ عبداللطیف سے کہا کہ یہ جائے تامل نہیں یقیناً یہ حضرت والد ماجد ہی ہیں۔ الغرض یہ دونوں حضرات فوراً گھوڑوں سے اترے اور حضرت کے قریب جا کر اس درویش سے حضرت کے ہاتھ باندھنے کی وجہ دریافت کی اس درویش نے کہا کہ رات ہم دونوں یک جگہ استراحت پذیر تھے میرے پاس دو اشرفی تھے جو گم ہو گئے ہیں میرے قریب اور کوئی نہ تھا اسلئے میرا خیال ہے اشرفی حضرت نے ہی لئے ہیں حضرتین مذکورین نے اپنے پاس کیسہ طلائی اسلحہ اور چاندی تھی اس درویش کو دیدی اور کہا کہ حضرت کے دست مبارک کو کھولدیا جائے کیونکہ حضرت ان غلاموں کے والد بزرگوار ہیں۔ درویش نے اسلحہ اور چاندی لینے کے بعد حضرت کے دست مبارک کھولدیا اس کے بعد دونوں صاحبزادے اپنے والد ماجد کے قدموں پر گر گئے اور بوسہ دیا۔ اس وقت حضرت محی الدین ثانی عالم استغراق اور محویت سے لوٹے اور آنکھیں کھول کر دریافت کیا کہ تم کون ہو دونوں صاحبزادوں نے عرض کیا کہ ہم حضرت کے غلام ہیں

جب صاحبزادوں کی آواز سنی تو فرمایا کہ بابا عبدالمحی الدین اور بابا غلام لطیف تم نے اس درویش کے ارادہ کی تکمیل کیوں نہ ہونے دی میرا دل اسکی ان حرکات سے خوش ہو رہا تھا وہ جو کچھ کر رہا تھا اس میں میری رضا پوشیدہ تھی کیونکہ اسکے اس فعل سے آتش عشق اور تیز ہو گئی تھی۔ اور اسکے قدم بقدم کھینچنے پر عالم ذوق بڑھتا جا رہا تھا۔ اور حلاوت پر حلاوت حاصل ہو رہی تھی دونوں صاحبزادے دست بستہ اور خاموش ہو گئے۔ درویش مسطور بھی وہاں موجود تھا۔ جب اس نے حضرت کی گفتگو سنی تو اس میں ضبط کی طاقت باقی نہ رہی اور وہ بے تابانہ اپنا سر حضرت کے قدموں پر رکھدیا اور عرض کیا کہ میں نے اپنے وطن میں سنا تھا کہ حیدرآباد میں ایک بزرگ ہیں جو بے نفس ہیں اور جنکے مجاہدہ کی کوئی حد نہیں میں نے آپ کے دست مبارک آپ کے امتحان کی غرض سے باندھے تھے واللہ قسم باللہ کہ آپ کی فروتنی اور نفس کشی کی حد نہیں میں نے جو کچھ سنا تھا آپ کو اس سے کہیں زیادہ بہتر پایا مصداق ؎

نفس بد را در بدن کشتن نہ کارے ہر کسے است
پارہ کردن مار در گہوارہ کار حیدر است

راوی کا بیان ہے کہ اسی دن سے اس درویش سیاح نے حضرت کی خدمت اختیار کر لی بقیہ عمر حضرت کی صحبت میں بسر کر دی حضرت کے فیوضات باطنی سے سرفراز ہوا اور جب اسکا انتقال ہوا تو وہ حضرت کے روضہ اقدس میں مدفون ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ

راوی مذکور یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک روز ایک شخص جسکا نام میراں صاحب تھا اور جس کا تعلق اہل دعوت سے تھا حضرت کی ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا یہ شخص علم تکسیر کا ماہر اور جفار وقت تھا۔ اسلئے خارجاً مسموع ہوا تھا کہ حضرت شاہ محی الدین ثانی علم جفر اور تکسیر استعداد کاملہ کے حامل ہیں اسلئے آپ کا امتحان لینا چاہا اثنائے گفتگو میں اس نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ علم جفر جانتے ہیں اور اس میں کامل اور اکمل ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنی شاگردی میں قبول فرمائیں۔ حضرت محی الدین ثانی روشن ضمیر تھے فرمایا کہ مجھے اس علم کو حاصل کر کے ایک عرصہ گذر چکا ہے اور اب میرے ذہن میں اس تعلق سے کچھ باقی نہیں۔ میراں صاحب جفار نے خیال کیا کہ حضرت مجھ سے خفا ہیں انہوں نے عرض کیا کہ اگر آپ چاہیں تو مجھ سے کچھ دریافت کر سکتے ہیں۔ حضرت گرامی شاہ محی الدین ثانی نے فرمایا کہ فقیر کیلئے لازم ہے کہ اپنی بقیہ عمر خدا کی راہ میں صرف کر دے اور غیر خدا سے کوئی تعلق نہ رکھے جفار مذکور پیچ و تاب

کھانے لگا اور اسی حالت میں اٹھ کر اپنے گھر لوٹ گیا گھر پہونچ کر اس نے علم جفر کے زور پر حضرت کے مقابلہ کے لئے ایک آتشیں اژدھا آدھی رات کے بعد حضرت کے پاس روانہ کیا اتفاقاً اس وقت حضرت ضرورت سے فارغ ہو کر ڈھیلوں سے طہارت لینے میں مصروف تھے کہ وہ آتشیں سانپ حضرت کے پاس آیا حضرت کو پتہ چل گیا کہ یہ اسی شخص کا بھیجا ہوا ہے اگرچہ کہ بظاہر علم دعوت کے لئے طہارت شرط ہے لیکن آپ نے اسکا خیال کئے بغیر اپنی قوت ولایت سے بغیر کچھ پڑھے یا کہے کے اسکو واپسی کا دست مبارک سے اشارہ کر دیا۔ سانپ پلٹ گیا اور جتنی سرعت سے آیا تھا اتنی ہی تیزی سے واپس لوٹ گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ اژدھا اس عامل جفار کے پاس پہونچا جفار مذکور اپنے حجرہ میں مشغول بدعوت تھا اژدھا کمرہ میں گھس پڑا اور اسکے تمام اعضاء و اندام کو خشخاب کے طور پر چیر کر واپس لوٹ گیا جب صبح ہوئی تو حسب معمول اس جفار کے شاگرد حجرہ کے باہر اس کا انتظار کرنے لگے اور اسکو آواز دی جب کوئی جواب نہ ملا تو مجبوراً دروازہ توڑا گیا اور لوگوں نے دیکھا کہ حجرہ کے اندر اس عامل کے ہڈیوں کا ڈھانچہ پڑا ہوا ہے شاگردوں نے اسکے استخوان کو ایک مقام پر مدفون کر دیا۔ جب اس واقعہ کی خبر حضرت شاہ محی الدین ثانی کو ہوئی تو آپ نے ہندی میں اس شعر کا مفہوم ادا کیا ؎

تاب کارے چوں نداری لاف کارے ہم مزن
ہمت آہویہ نداری نعرۂ شیراں مزن

پھر آپ نے فرمایا کہ دیکھ لیا کہ اس منہ سے میرے مقابلہ کو نکلا تھا اللھم اغفرہ وارحمہ

راوی مذکور یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک روز آپکے حلقہ بگوش خدام کے منجملہ ایک خدام آپ کو اپنے گھر دعوت دی حضرت شاہ محی الدین ثانی انکی استدعا پر ان کے ہاں تشریف لے گئے آپ ایک گھوڑے کے بچہ پر سوار ہو کر مراقب ہو گئے جس کی وجہ سے ایک طرف کار کاب حضرت شاہ عبداللطیف اور دوسری طرف کار کاب حضرت شاہ درویش محی الدین قادری (جو آپکے نبیرہ تھے) پکڑے ہوئے تھے کہ مبادا کہیں آپ گھوڑے سے نیچے تشریف نہ لے آئیں۔ حضرت محی الدین ثانی گھوڑے پر اسطرح مراقب تھے کہ آپ کا سر مبارک گھوڑے کی گردن تک جھک گیا تھا جب آپ کی سواری شریف دروازہ پل سے شہر کے اندر داخل ہوئی تو ایک مقام پر شاہ علی عباس جو مجذوب سالک تھے بلباس عریانی بیٹھے ہوئے تھے حضرت پیر شاہ محی الدین کو دیکھتے ہی انہوں نے ستر شرعی کر لیا۔ یعنی انہوں نے

کسی سے چادر لے کر تہہ بند باندھ لی اور کہا کہ آدمی آرہا ہے اسلئے سترپوشی ضروری ہے پھر انہوں نے ایک انبہ فروش کی دوکان سے چند آم لئے اور چند قدم حضرت کی سواری مبارک کے ساتھ ساتھ چلنے کے بعد جب دیکھا کہ حضرت کو مراقبہ سے افاقہ نہیں ہوتا تو حضرت درویش محی الدین قادری کو دیکھ کر کہا کہ حضرت عالم اعلیٰ کی سیر میں مشغول ہیں جب اس عالم سفلی کی جانب متوجہ ہوں تو یہ دانے میری جانب سے نذر کر دینا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت شاہ محی الدین ثانی اپنے خادم کے گھر پہنچے تو عالم استغراق سے افاقہ ہوا حضرت شاہ درویش محی الدین قادری نے وہ آم اپنے دادا کے سامنے پیش کئے اور صورت حال بیان کی حضرت نے ان میں سے ایک عام لے کر سونگھا اور فرمایا کہ شاہ علی عباس مجذوب خوب ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ ان دونوں حضرات میں یہی ایک ملاقات ہوئی۔ حضرت شاہ علی عباس حضرت محی الدین ثانی نے زمانہ آخر کے معاصرین سے تھے اور اس واقعہ کے کچھ دن بعد ہی حضرت شاہ محی الدین ثانی نے عالم بقا کی سمت رحلت فرمائی۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت محی الدین ثانی کے اواخر ایام میں جاں سپار خاں کا فرزند رستم دل خاں سلطان ابوالحسن کے عہد سلطنت میں ناظم بلدہ حیدر آباد تھا۔ وہ فقراء سے اعتقاد رکھتا تھا۔ اکثر حضرت کی خدمت میں بھی حاضر ہوا کرتا تھا سلطان مذکور بھی آنحضرت کا معتقد تھا اور اسکو آپ سے ملاقات کا اشتیاق تھا۔ لیکن حضرت نے سلطان سے ملاقات سے گریز کیا۔ سلطان بارہا حضرت کے جائے قیام کے متعلق معلومات فراہم کر کے خود بھی شکار کے حیلہ سے وہاں پہونچ جاتا لیکن حضرت وہاں سے اٹھ کر دوسرے مقام پر تشریف لیجاتے اور اس سے ملاقی نہ ہوتے۔ ایک مدت تک ایسا ہی ہوتا رہا اور سلطان کا اشتیاق پورا نہ ہوا جب ناظم بلدہ شرف ملاقات حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوتا تو آپ اس سے ملاقات فرماتے اور اگر کبھی آپ اس کے آنے سے قبل استراحت فرما ہوتے تو خدمت گذار ناظم مذکور سے کہدیتے کہ شاہ صاحب آرام فرما رہے ہیں یہ سن کر ناظم واپس ہوجاتا۔ جب اس سے ملاقات فرماتے تو بجز ضروری کلام کے اور کچھ بات نہ فرماتے الغرض ایک روز خان موصوف حسب معمول حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس سے ملاقات فرمائی اور درویشوں نے کہا

کہ ناظم بلدہ بجہت ملاقات آیا ہے۔ درویش کا تحفہ برگ سبز ہوتے ہیں اسلئے کچھ برگ سپاری خرید کرلے آؤ تاکہ ہم اسے دے سکیں۔ آپ نے اس روز خلاف عادت اس سے کلام بسیط فرمایا ناظم مذکور نے کھڑے ہو کر دست بستہ عرض کیا کہ غلام کی ایک عرضی ہے آپ نے فرمایا کہو۔ اس نے فرمایا کہ حضرت روشن ضمیر ہیں اظہار مطلب کی احتیاج نہیں آپ نے فرمایا کہ اے فلاں اگر طلب دنیا اس سے زیادہ چاہتے ہو جیسے اب حال ہو تو جو کچھ تمہاری قسمت میں ہے کسی کی استعانت کے بغیر تم تک پہونچ جائے گا اور اگر قسمت میں جو کچھ لکھا ہے اس سے بھی زیادہ چاہتے ہو تو وہ بھی کسی مدد یا کوشش کے بغیر تم کو مل جائے گا اس سلسلہ میں فقراء سے رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ناظم نے عرض کیا کہ میری عرض کچھ اور ہے آپ نے فرمایا کہ اگر ایمان کی درستی اور طلب عقبیٰ رکھتے ہو تو اوامر الٰہی، اعمال حسنہ عدل اور انصاف پر عمل کرو کہ یہ رؤساء کے لئے لازم اور واجب ہیں اور خلق خداوندی کی حق تلفی نہ کرو کیونکہ اسی میں ایمان کی سلامتی پوشیدہ ہے خدائے تعالیٰ نیکوں کے عمل کو ضائع نہیں فرماتا اس سلسلہ میں بھی فقراء سے رجوع کرنے کی ضرورت نہیں۔ ناظم مذکور نے پھر عرض کیا کہ میرے دل میں کچھ اور ہی بات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر طلب خداوندی رکھتے ہو تو میں جو کچھ کہوں اس پر عمل کرو یعنی جس شان و شوکت اور ثروت کے ساتھ یہاں آئے ہو اسی طرح گھر واپس جاؤ اور سواری کی ہاتھی کے بجائے ایک گدھے کو طلب کرو اور اپنے چہرہ کو آدھا سیاہ اور آدھا سفید کرو اور پھر اس گدھے کی پیٹھ پر گدھے کے منہ کی جانب اپنی پشت پر بیٹھ جاؤ اور جلوہ کے بجائے گلی کوچہ کے بچوں کو اپنے ساتھ لو اور اپنی رسوائی کو عام کرو تاکہ تم فقر تک رسائی حاصل کرسکو اگر پھر بھی تمہارا مطلب و مقصود پورا نہ ہو تو اس فقیر کو فقیر نہ کہنا۔

راوی کہتے ہیں کہ ناظم نے جو تھی قسمت ازلی تھا عرض کیا کہ اس کے علاوہ اور کچھ ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا بار دگر فقراء سے ملاقات نہ کرنا۔ اس نے پھر کہا کہ اور کچھ ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا اسی وقت چلے جاؤ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ ناظم مذکور اپنے گھر لوٹ گیا کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ سلطان محی الدین ابوالمظفر عالمگیر ہند سے ملک دکن آیا اور ابوالحسن کی تسخیر کے بعد سلطنت حیدرآباد اعظم شاہ کے نام مقرر کردی۔ کچھ عرصہ بعد عالمگیر فوت ہوا تو بہادر شاہ ہندوستان سے دکن آیا اور اعظم شاہ سے جنگ کی اور مفتوح ہوا اور اعظم شاہ قتل ہو گیا۔ اعظم شاہ اور کام بخش کے زمانہ سلطنت میں بھی رستم دل خاں مذکور ناظم بلدہ حیدرآباد رہا اور کام بخش اور اعظم شاہ سے

قرب تمام رکھتا تھا۔ اعظم شاہ کے انتقال کے بعد کام بخش نے بہادر شاہ سے عرض کیا کہ رستم دل خاں نے شہزادہ اعظم کو اغوا کر لیا تھا اور جو کچھ کیا خاں مذکور نے ہی کیا تھا۔ بہادر شاہ نے اسکی سرکشی سے واقف ہونے کے بعد قہر سے حکم دیا کہ اس کو ہاتھی کے پاؤں سے باندھ کر کھینچوا دیا جائے یعنی جو کچھ راہ حق کے سوائے حضرت محی الدین ثانی کی زبان سے نکلا تھا ظہور پذیر ہوا۔ اور دنیائے دوں کی خاطر رسوائی خلق ہوئی۔ یعنی ہاتھی کے پاؤں سے باندھ کر اسکو شہر حیدر آباد کے کوچہ و بازار میں پھرایا گیا اور اس کی خاک خلق کے پاؤں تلے روندی گئی۔ اس شعر کا مضمون اسکے حسب حال ہے کہ ؎

تہی بختانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

راوی مذکور یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ ایک روز ایک سپاہی حاضر خدمت ہوا جو مفلس اور گردش زمانہ سے پریشان تھا۔ حالت تباہ کی یہ کیفیت تھی کہ اس نے جو قرغول پہن رکھا تھا اس کی روئی قرغول کے ابرے کے سوراخوں سے نمایاں تھی اس نے آپ سے التجا کی کہ آپ شرزہ خاں کے نام ایک سفارشی مکتوب تحریر فرمائیں جو آپ کا معتقد اور سلطان عبداللہ کا وزیر تھا۔ حضرت اس وقت مسرور تھے اور آپ نے از روئے غربا پروری ارشاد فرمایا کہ دوات، کاغذ کا ٹکڑا، روشنائی اور نیم کی ایک شاخ لائی جائے۔ لکھتے ہیں کہ حضرت کی یہ عادت مستمرہ تھی کہ آپ قلم کا استعمال نہ فرماتے جب کبھی کچھ ضبط تحریر میں لانا ہوتا تو نیم کی شاخ سے قلم کا کام لیتے۔ الغرض اس سپاہی نے فوراً وہ چیزیں حاضر کیں جنکی آپ نے فرمائش کی تھی۔ حضرت نے اسکی سفارش کے طور پر چند فقرہ تحریر فرمائے جو حسب ذیل ہیں:۔

رقعہ شریف

بحق آں بے ہمتا کہ یکتا قبا دارد بالاکش لا در لا والاحیراں را اگر توانی مدد نما کہ تو آنی کہ توانی زیادہ اللہ بس باقی ہوس والسلام و الدعا۔

ایک بزرگ نے اس صریح عبارت سے اپنے حسب فہم چند نکات بیان کئے ہیں جن سے دقائق واضح ہوتے ہیں فافہم واعرف۔

یعنی "یکتا آں بے ہمتا" سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات ہے کہ وحدہٗ لاشریک لہٗ اور قل ہو اللہ احد الخ اس کی صفات ذاتی ہیں اور بے ہمتا وہ ہوتا ہے جسکا مثل نہیں ہوتا جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ لا مثل لہ ولا ضد لہ ولا ند لہ "کہ یکتا قبا دارد" میں یکتا سے مراد تعین اول ہے جسکو برزخ کبریٰ، برزخ اولیٰ، برزخ البرزخ، حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم حد فاصل اور برزخ جامع بھی کہتے ہیں۔ یہ مرتبۂ اجمال ہے۔ قبا سے صفات کی جانب اشارہ ہے۔ یہاں قبا کی تخصیص اس مرتبہ کے لئے ہے کہ جس میں ذات لاتعین اختیار کرتی ہے۔ یعنی خود کو خود از خود اور برائے خود منجلاّ فرماتی ہے اور صورت تعین اول پیدا ہو جاتی ہے۔ جو علم نور وجود اور شہود کی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

آں بادشاہ اعظم دربستہ بود محکم ؛ پوشیدہ دلق آدم ناگاہ بہ در آمد

ایک عارف اس شعر کی شرح یوں فرماتے ہیں ؎

آں بادشاہِ اعظم یعنی کہ حق تعالیٰ ؛ دربستہ بود محکم یعنی کہ بود پنہاں
پوشیدہ دلق آدم یعنی صفات و اسماء ؛ ناگاہ بہ در آمد یعنی کہ گشت انساں

وکنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف سے اسی جانب اشارہ ہے۔ "بالا کش لا" میں لا سے مرتبہ لاتعین مراد ہے۔ یعنی تعین اول جس سے یکتا مراد ہے کے اوپر مرتبہ لاتعین ہے جسکو بحث البحث اور وراء الوراء کہتے ہیں۔

اور الا سے مراد تعین ثانی ہے یعنی خود ذات تعین اول سے تنزل فرما کر تعین ثانی میں منتقل ہو جاتی ہے جسکو برزخ صغریٰ، حقیقت آدم، اعیانِ ثابتہ اور عالم جبروت بھی کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ تفصیل ہے کیونکہ اسمائے صفات الوہی، ربوبی اور امکانی میں اس مرتبہ میں باہم دیگر فرق و امتیاز پیدا ہوتا ہے جس کو مرتبہ تفصیل بعد اجمال کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک بزرگ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود رندِ سبوکش
خود بہ سر بازار خریدار برآمد بشکست و رواں شد

اس سے تنزلات مراتب وجود کی جانب اشارہ ہے مثلاً مرتبہ احدیت سیاہیٔ محض کی طرح ہے جب یہ سیاہی حرکت کرتی ہے تو نقطہ کی صورت پیدا ہوتی ہے جو مرتبہ وحدت ہے اور جب نقطہ سے حرکت پذیر ہوتی ہے تو ایک صریح اور بسیط خط کی صورت اختیار کر جاتی ہے

یہ مرتبہ واحدیت ہے۔ فی الحقیقت یہ وہی سیاہی ہے ہر مقام پر ایک نئی صورت میں ظاہر ہوتی ہے اور ہر مرتبہ میں ایک نئے نام سے پکاری جاتی ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

داں سیاہی شکل ہویت غیب ؞ بعدہ نقطۂ فرض کن لاریب
ہر کجا نقطہ می نہی آنجا ؞ سہ نقطہ میشود درو پیدا
نقطۂ یک سیاہی دیگر ؞ نقطۂ کاغذست زیر و زبر
سیوم آں نقطہ افتراقی داں ؞ کہ بر آں پشت کاغذیست نہاں
پس بدیں اعتبار الف گردد ؞ یا شود مظہر امیس گردد
پس الف یا شود شود یا سین ؞ ہر سہ دندانہ اش سہ نقطہ ببیں
راستی الف بجہت تمیز ؞ صورت لام را نمودہ نیز
باز از لام دائرہ گردید ؞ پس مثالش بنقطہ شدہ پدید
دور آں شکل میم و ہا دانی ؞ بعدہ بسم اللہ بہ خوانی
نقطہ ہم مجمل و مفصل شد ؞ بہر تصور بہ کل مکمل شد

اس خصوص میں ایک اور ابیات حسب ذیل ہے ؎

چو سر حیہ بہ خط شجر شد ؞ ز نقطہ خط ز خط دورہ دگر شد
چو شد در دائرہ سائل کل ؞ رسد ہم نقطۂ آخر باوّل
رسد چوں نقطہ آخر باوّل ؞ در آنجا نے ملک اندنہ مرسل

لیکن ہر مرتبہ میں ایک الگ ہی حکم ہوتا ہے جیسے کہ مرتبۂ سیاہی میں اسکو سیاہی کہا جاتا ہے حالت نقطہ میں نقطہ اور صورتِ خط میں اسکو خط یعنی لکیر سمجھا جاتا ہے محققین کے نزدیک عرفان اسی کا نام ہے چنانچہ عارف نامی مولانا عبدالرحمٰن جامی فرماتے ہیں ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد ؞ گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

"در لا و الّا حیراں" میں لا کے معنی مرتبۂ احدیت کے ہیں اور الّا سے مراد مرتبہ واحدیت ہے لا اور الا کے درمیان مرتبہ وحدت ہے کہ لا اور الا میں برزخ جامع کا ظہور ہے جو مقام سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ انبیاء میں افرادِ اکمل میں سے ایک فرد بھی اس مقام تک رسائی نہ حاصل کر سکا۔ جان لینا چاہیئے کہ اگر سیرِ انسانی کی رسائی حقیقت آدم تک بھی ہو جائے

تو یہ مقام حیرت ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے اس مرتبہ میں کمال شوق سے طلب زیادتی فرمائی اور کہا اللھم زدنی منك تحیرًا۔

ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ جب سالک انتہائے سلوک میں پہونچ جاتا ہے تو اس کو ایک ایسا مقام پیش آتا ہے کہ وہ خود کو اس مقام میں گم اور متحیر پاتا ہے۔ اسی سے استغراق بفناء احدیت کی جانب کنایہ ہے۔ اس مقام میں سالک کمال حیرت کے عالم میں حضور سرور کائنات علیہ اکمل التحیات کی حقیقت و روح پر فتوح سے طلب استمداد کرتا ہے اور فریاد کناں ہوتا ہے اور زبان حال سے کہتا ہے کہ اے مرشد رہنما بحق آں بے ہمتا "اگر توئی مدد نما کہ تو آں" یعنی آپ وہمتی مطلق ہیں کہ "توانی" یعنی آپ اس بات پر قدرت کاملہ رکھتے ہیں اور واماندگان وادی حیرت و حیرانی کو منزل مقصود تک پہونچا سکتے ہیں۔ "زیادہ اللہ بس" میں دو معنی پوشیدہ ہیں کہ طالب صادق کہتا ہے کہ اے میرے مرشد کامل میں آپ کے ذریعہ خدا کو طلب کرتا ہوں اور خدا کو ڈھونڈتا ہوں۔ اور خدا کو چاہتا ہوں اور خدا کے سوائے میرا اور کوئی مقصود نہیں یعنی اللہ کے سوائے "باقی ہوس" ہے یعنی میں کشف و کرامات کا عاشق اور نغمات کا طالب نہیں اگر میں ایسا کروں تو یہ میری ہوس ہوگی۔ یا یہ کہ مرشد کامل اپنے مرید صادق سے فرماتے ہیں کہ اے پسر ہر حال میں طالب اللہ رہو اور طلب حیرانی میں زیادتی کے طالب رہو اور دواماً اسمائے الٰہی کے ورد میں بکثرت مشغول رہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے کلام معجز نظام میں اپنے حبیب سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ۔

قل ھو اللہ ذرھم فی خوضھم یلعبون یعنی کہدیجئے اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہ وہی اللہ ہے اور چھوڑ دیجئے انکو جو شغل خود بازی میں مصروف ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ ابوبکر عبداللہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آپ نے اوائل حال میں لا الٰہ الا اللہ سے مداومت کی اور اواخر وقت میں صرف اللہ اللہ کا ورد کیا اور لا الٰہ الا اللہ زبان پر نہ لایا جب آپ سے اس تعلق سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس طائفہ کے لئے لازم ہے کہ ہر سانس کو اپنی آخری سانس تصور کرے اور بالاتفاق آخری سانس میں لفظ اللہ میں مشغولیت افضل ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نفی لا الٰہ میں ہی اور الا اللہ کہنے سے پیشتر ہی آدمی کی سانس کا رابطہ منقطع ہو جائے۔

" والسلام" سے مراد ہے کہ مرشد کامل اپنے مرید صادق سے فرماتے ہیں کہ اے سالک راہ یکدم آسودگی اختیار کرلو تاکہ اسم سلام کی تجلی تم پر جلوہ گر ہوجائے اور یہ دارالسلام عاشقان ہے جیساکہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ واللّٰہ یدعوا الی دارالسلام۔

" والدعا " یعنی جب تم اس مرتبہ میں سلامتی پہونچ جاؤ تو تجھے دعوت الی الحق کی دولت سے سرفراز کرتے ہیں جس کا نتیجہ خلق خداوندی کی رشد و ہدایت ہے ففھم فلعرف

الغرض راوی حکایت کرتے ہیں کہ اس سپاہی نے آپ کا تحریر کردہ رقعہ شریف خان مذکور کو پہونچادیا جو حضرت کی طرز تحریر سے آشنا تھا اس نے آپ کی دستخط خاص کو پہچان کر خط مبارک کو بوسہ دے کر سر پر رکھ لیا اور اپنی سواری کا گھوڑا اس سپاہی کو دیکر اسکو اپنے مقربین میں شامل کرلیا۔

صاحب لطائف قادری تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت شاہ محی الدین ثانی نے اپنے نبیرہ کلاں شاہ درویش محی الدین قادری سے فرمایا کہ بابا غلام درویش کیا تمہارے پاس کچھ رقم ہے۔ حضرت درویش محی الدین نے عرض کیا کہ چار یا پانچ پیسے حاضر ہیں آپ نے فرمایا ان سے نان اور کباب یا حلوا خرید کر لاؤ جب یہ اشیاء خوردنی حاضر کی گئیں تو آپ نے اپنے پوتے کو ساتھ لے کر صحرا کا رخ فرمایا۔ شاہ درویش محی الدین قادری فرماتے ہیں کہ چند قدم بھی نہ چلے تھے کہ ایسا معلوم ہونے لگا جیسے کہ ہم نے ایک طویل مسافت طے کرلی ہے اور دور سے ایک سیاہ کتا نمودار ہوا جو بہت ضعیف اور لاغر تھا جب وہ قریب پہونچا تو حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ وہ ماکولات یعنی نان اور حلوا اس کے سامنے رکھدو اور کہیں سے مٹی کے برتن میں پانی لے آؤ۔ حضرت درویش محی الدین کا بیان ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ یعنی میں نے طعام مذکور اور ایک پانی سے بھرا پیالہ اس کتے کے سامنے رکھدیا۔ اس کتے نے اطعام طعام کے بعد پانی بھی پی لیا حضرت جد بزرگوار اس کے نان و حلوا کھانے اور پانی پینے تک اس کے قریب بیٹھے رہے جب وہ شکم سیر ہوگیا تو اس نے صحرا کی راہ لی اور حضرت شہر کی جانب متوجہ ہوئے۔ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ دادا جان یہ کیا معاملہ تھا مجھے معلوم نہ ہوسکا اگر آپ اس راز سے پردہ اٹھائیں گے تو مجھے تسکین خاطر ہوگی اور میری بقیہ عمر اسی تشویش میں بسر ہوجائے گی۔ آپ نے فرمایا بابا غلام درویش یہ اپنی ولایت کے قطب

جو مجھ سے ملاقات کے لئے آئے تھے اکثر اوقات دوستانِ خدا جنکو "سر اللہ" کہا جاتا ہے اپنے اخفاءِ حال کے لئے مختلف اشکال اختیار کرتے ہیں۔ لیکن جب تک میں زندہ رہوں اس راز کو آشکارا نہ کرنا۔ مؤلف جامی عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی نے شاید اسی لئے مثنوی شریف میں فرمایا تھا کہ ؎

شد سیر شیرانِ عالم جملہ پست   چوں سگ اصحاب را دارند دست
چہ زیانستش ازاں نقش نفور   چونکہ جانش غرق شد در بحر نور
جسم خاک از عشق بر افلاک شد   کوہ در رقص آمد و چالاک شد
عشق جانِ طور آمد عاشقا   طور مست و خر موسیٰ صاعقا
صار دکا منہ آن شق الجبل   ھل رأیتم من جبل رقص جمل
کوہ طور از نور موسیٰ شد برقص   صوفی کامل شد و رست از نقص
چہ عجب گر کوہ صوفی شد عزیز   جسم موسیٰ از کلوخے بود نیز

سیدمن حضرت رمز الٰہی عطر اللہ تعالیٰ روحہ فرماتے ہیں کہ میں تین چار سال کی مدت سے کبھی کبھی روضۂ حضرت محی الدین ثانی کی آستان بوسی سے مشرف ہوا کرتا ہوں میں نے جب کبھی حضور منیر النور کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو منور کیا تو ہر وقت آپ کو نماز کی تیاری میں دیکھا کہ الانبیاء والاولیاء یصلون فی قبورھم وارد ہوا ہے کبھی آپ کو آستین اور جبہ اوپر اٹھائے ہوئے دیکھتا اور کبھی آپ کو عین نماز میں پایا کہ الذین ھم علیٰ صلوٰتھم دائمون آیا ہے ایک روز میرا اسرار ادت حضرت کے آستان عرش نشان پہ ختم تھا کہ آپ نے اپنے لطف و الطاف نے مجھے میوہ ہائے لطیف الطیف جیسے انار شیریں جام وغیرہ مرحمت فرمائے ایک روز میں نے آپ کی مرقد انور منور کو دیکھا کہ درگاہ شریف مع چار ستون کے نور سے منور ہے اور اسکے اندر تخت خوابگاہ محبوب میں سید عبد القادر ملکا پوری رکھا ہوا ہے جس میں یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے ہیں۔

الغرض حضرت کے کمالات اور خوارق عادات بے شمار ہیں۔ اور انکی تفصیل اس مختصر رسالہ میں ممکن نہیں آپ کے کمال کا اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کا لقب محی الدین ثانی ہے یہی وجہ ہے کہ راوی مذکور کہتے ہیں کہ حضرت قولاً و فعلاً حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے طور

و طریق کے تابع تھے آپ کے شکل و شمائل بھی حضرت الکونین رضی اللہ عنہ کے جمال باکمال کے پرتو تھے بحدیکہ حضرت کی اور حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی تصاویر میں بہت کم فرق ہے۔ کافی غور و خوض کے بعد معلوم کیا جاسکتا ہے۔

مولف عاصی عرض پرداز ہے کہ ایک روز میں نے حضرت کو خواب میں دیکھا کہ اپنی ریش مبارک کو اپنے دست حق پرست سے پکڑ کر فرما رہے ہیں کہ اس فقیر کی اور حضرت پیر دستگیر کی صورت میں اتنا ہی فرق ہے۔ یعنی فقیر کی داڑھی حضور غوث الثقلین کی لحیۂ مبارک سے دو انگشت کم ہے مولف عاصی کا بیان ہے کہ میری چشم مشہود حضرت کے جمال پر انوار سے تھی جب میں بیدار ہوا تو میں نے غور کیا اور مجھے حسب ارشاد آنحضرت دونوں تصاویر میں اس فرق مذکورہ کے علاوہ اور کوئی فرق نظر نہ آیا۔

مولف عاصی عرض کرتا ہے کہ میں نے بتاریخ ۲۹ ر شعبان المعظم ۱۲۲۱ سنہ خواب میں دیکھا کہ حضرت شاہ محی الدین ثانی کے صندل مبارک کا دن ہے اور غلام اسکی تیاریوں میں مصروف ہے اسی عرصہ میں جب میں مرقد مبارک کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ حضرت کی مزار شریف بہت کہنہ ہوگئی ہے حضرت عموی سید شاہ مدنی صاحب بھی حاضر روضہ مبارکہ ہیں میں نے حضرت سید شاہ مدنی صاحب سے کہا کہ اب تو صندل مبارک اس مزار کہنہ پر چڑھا دیں گے انشاء اللہ بعد ازاں مرقد انور کی تعمیر کا انتظام کریں گے۔ غرض اس خاکروب بارگاہ نے پیالہ میں سے تھوڑا سا صندل لے کر موافق معمول چاہا کہ مرقد اطہر کی نذر کروں لیکن دیکھا کہ مزار مقدس موجود نہیں ہے اور حضرت شاہ محی الدین ثانی کی لاش شریف مع کفن سفید نمودار ہے۔ مجھ پر لرزہ طاری ہوگیا حضرت عموی پائیں کی جانب استادہ تھے اور یہ غلام مزار شریف کی بالین کی جانب کھڑا تھا۔ میں نے کفن شریف حضرت کے جمال جہاں آرا سے ہٹایا حضرت کا چہرہ مبارک بطور مراقبہ سیدھی جانب کہ دل صنوبری کا مقام ہے متوجہ تھا۔ میں نے حضرت کے چہرہ شریف اپنے ہاتھ سے سیدھا کیا اور حضرت عموی سے کہا کہ حضرت اس جمال انور کو ملاحظہ فرمائیے بعد ازاں اس خاکروب بارگاہ نے بھی اپنی چشم صدق سے حضرت شاہ محی الدین ثانی کے جمال پر انوار کا مشاہدہ کیا اور پھر کفن چہرہ محبوب عدن پر کھینچ کر دل میں کہنے لگا کہ حضرت کی صورت جناب غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی تصویر کے ہو بہو موافق ہے۔ جب جمال مبارک کا میں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تو بکمال

خوف اور باادب تمام بلند آواز میں درود شریف پڑھنے لگا اور حضرت عموی سے عرض کیا کہ حضرت بار دگر دیکھئے کہ یہ میت شریف سو سال سے زیادہ عرصہ کے بعد نمایاں ہوئی ہے اور اب بھی ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کہ آج ہی مدفون کیا گیا ہو۔ اور خود میں نے بھی حضرت کے چہرہ جمال کا بچشم دل مشاہدہ کیا یہاں تک کہ مجھے حضرت کے چہرہ مبارک پر موجود پرافشاں عرق شریف بھی نظر آیا۔ بیشک حضرت کا روئے مبارک حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے جمال اقدس سے مشابہت رکھتا تھا لیکن تھوڑا سا فرق لحیۂ مبارکہ اور لباس میں تھا بعد ازاں میں نے حضرت عموی سے عرض کیا کہ اے عم محترم من، اس میت کی حرمت سے کہ جو سو سال کے عرصہ کے بعد بھی صحیح و سالم برآمد ہوئی ہے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائیے عم محترم نے کہا کہ بہتر ہے پس میں نے میت شریف کے سرہانے جہاں میں پہلے سے کھڑا تھا حضرت کی لاش انور کو اپنے چشم دل میں رکھتے ہوئے دعا کی کہ الٰہی اس میت کی حرمت سے ہم کو گردش آسمان اور لغزش زمین سے محفوظ رکھ۔ حضرت عموی آمین کہہ رہے تھے کہ میں نیند سے بیدار ہوگیا۔ اللھم صل علی و آلہ

راوی کا بیان ہے کہ حضرت محی الدین ثانی عالم وقت اور عارف کامل تھے اور ریاضات مجاہدات، تجرید، تفرید اور ترک تعلق میں بے نظیر تھے۔ اکثر آپ سیر و سیاحت کی غرض سے تنہا سواد حیدرآباد کا رخ فرماتے وہ دو دو مہینوں تک لوگوں کی نظروں سے غائب رہتے اور کسی کو آپ کا پتہ نہ چلتا۔ بعض اوقات گھکول بنڈہ کے غار میں گوشہ نشین رہتے جو بلدہ حیدرآباد سے چند کروہ کے فاصلہ پر واقع ہے چنانچہ آج تک وہاں پر جس جگہ آپ نے اربعین کھینچا تھا چلہ گاہ سے معروف و مشہور ہے۔ فقیر مولف عاصی نے تا حالت تجرید دو بار چند بزرگان وقت کے ہمراہ رکاب وہاں جا چکا ہے۔ عجیب جائے پر فضا ہے جو صوفیان سالک کے لئے بہترین ہے۔ اور وہ غار مذکور نہایت پر ہیبت ہے کہ بجز کسی عارف حق رس و نفس کش کے کوئی وہاں رات میں نہیں رہ سکتا یہاں تک کہ دن میں بھی اس غار میں رہنا دشوار نظر آتا ہے چہ جائیکہ شب گذارنا۔ بالائی کوہ ایک پختہ مکان ہے جس میں چند رباعیات کندہ ہیں ؎

(رباعی)

ہجرت گہ فرزند رسول است اینجا ٭ خلوت کدۂ ابن بتول است اینجا
این غار چو طور است کہ اے اہل زیار ٭ ہر چیکہ بخواہید قبول است اینجا

رباعی

یک آں غارے ست کاں سالارِ ابرار ؞ نگہ کرد ہجرت اوشد دراں غار
یک ایں غارے ست کانش پیر شاہے ؞ ز دنیا کرد ہجرت شد دریں غار

رباعی

ہست ایں غار، ہمچو غار ثور ؞ شد بجائیکہ احمد مختار
وصف او آمدہ ست در قرآں ؞ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار

رباعی

آں کس کہ ز تقید جہاں آزاد است ؞ ہر حال بوارستگی خود شاد است
اینجا چو بیاید او بگوید از حب ؞ کایں چلہ گہٗ صاحب ارشاد است

جب میں دوسری دفعہ وہاں حاضر ہوا تو میرے ہمراہ مخدومی سید محی الدین قادری عرف بادشاہ صاحب بھی تھے جو حضرت عارف ربانی شاہ جمال البحر معشوق ربانی کی اولاد سے ہیں۔ انہوں نے کوہ انور اور غار منور کی زیارت کے بعد مادۂ تاریخ طواف رباعی میں نظم کیا ہے جو حسب ذیل ہے ؎

رباعی

دیدم جائے اقدس ہجرت گہ ولی را ؞ در جامۂ تن من بالید جاں ز شادی
گشتہ چو وقت من خوش از فیض ذاتِ پاکش ؞ تاریخ طوف او را گفتیم "غار ہادی"
۱۳۲۱ھ

الغرض کوہ مبارک جائے پر فیض ہے جسکی سوادِ حیدر آباد میں نظیر نہیں۔

المختصر جب حضرت محی الدین ثانی نے عزم رحلت فرمایا تو سفر عالم بقا سے قبل صحرا سے آکر مسجد ملک عنبر میں فروکش ہوگئے جو دروازہ دہلی سے متصل واقع ہے آپ وہاں سات روز رہے ساتویں روز اس جہان فانی سے بقائے ربانی کی جانب رحلت فرمائی اس وقت بادشاہ عالمگیر

حیدرآباد میں تھا۔ رستم دل خاں مذکور کو قرب شاہی حاصل تھا سلطان کو حضرت شاہ محی الدین ثانی سے اعتقاد اور ملاقات کا اشتیاق تھا۔ خان موصوف نے حضرت کی رحلت کی اطلاع سلطان کو سنائی شاہ مذکور نے حضرت کا جائے دفن بادشاہی عاشورخانہ میں مقرر کیا اور کہا کہ حضرت کو اس صحن میں دفن کیا جائے اور حضرت کی نماز جنازہ جامع مسجد میں ادا کی جائے۔

غرض سلطان کے حسب الحکم عاشورخانہ کے صحن میں قبر کھودی گئی ابھی قبر اپنی واجبی گہرائی تک کھودی نہ گئی تھی کہ ایک بڑا پتھر برآمد ہوا جسکی وجہ سے صحن میں دوسری طرف قبر کھودی جانے لگی لیکن یہاں سے بھی ایک بڑا پتھر برآمد ہوا۔ تیسرے مقام پر بھی ایسا ہی ہوا۔ مجبوراً سلطان سے صورت حال بیان کی گئی۔ ظل اللہ حضرت کے کمال جلال سے آگاہ تھے انہوں نے حکم دیا کہ حضرت نے جس مقام پر وفات پائی ہے آپ کو وہیں دفن کر دیا جائے کیونکہ حضرت کی مرضی یہی معلوم ہوتی ہے پس حضرت محی الدین ثانی کو وہیں غسل دیا گیا اور صحن مسجد مذکور میں نماز جنازہ ادا کی جانے کے بعد آپ کو مسجد کے قریب ہی دفن کیا گیا۔

تسخیر حیدرآباد ۱۰۹۸ھ میں ہوئی چنانچہ اسکی تاریخ حسب ذیل رقم کی گئی ہے ؎

علی در بزم تاریخ آمد و گفت ؎ "مبارک باد فتح حیدرآباد"

حضرت شاہ محی الدین ثانی کی وفات ۴ رجب المرجب ۱۱۰۳ھ کو واقع ہوئی چنانچہ مورخ رقمطراز ہیں کہ ؎

در داد ہاتف ایں ندا ؎ "پیوستہ ہادی با خدا"

ایک اور مادہ تاریخ حسب ذیل ہے ؎

زہو سنگر اگر نظرت شریف است ؎ "محی الدین ہماں نور لطیف است"

آپ کی عمر شریف (۹۱) سال تھی جو "کامل" سے برآمد ہوتی ہے آپ (۲۴) سال کے تھے کہ قمرنگر سے حیدرآباد تشریف لائے (۲۴) سال تک خانہ داری میں مصروف رہے اور (۴۳) سال عالم تجرید اور ریاضات و مجاہدات میں بسر کئے آپ کے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں جنکے منجملہ صاحبزادوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

عبدالمحی الدین صاحب۔ شاہ عبداللطیف ثانی اور پیرپاشاہ صاحب مجذوب اور آپکی ایک صاحبزادی کا نام امۃ الفاطمہ تھا۔ دوسری صاحبزادی کا نام معلوم نہ ہوسکا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت محی الدین ثانی الملقب حضرت پیر شاہ صاحب کا انتقال ہوا تو اس وقت آپ کے مریدوں کی تعداد گیارہ تھی ان کے منجملہ ایک مرید صادق الاعتقاد تھے جنکا نام ابو محمد تھا۔ یہ زرتار گر تھے ان کی بیوی بھی حضرت سے بیعت وارادت رکھتی تھی ایک روز انہوں نے اپنی زوجہ سے کہا کہ بہ دست وجہ حلال سے نوسو روپیہ میرے پاس ہیں جن سے میں حضرت کے روضہ کی تعمیر کروں گا ان کی بیوی نے کہا کہ ہم غریب لوگ ہیں ایک زمانہ کی مشقت کے بعد اتنی رقم جمع ہوئی ہے بار بار اتنی رقم جمع ہونی دشوار ہے اگر حضرت کی توجہ سے کچھ اور اسباب مہیا ہو جائیں تو ہم ضرور اس سعادت سے مشرف ہونگے۔ ابو محمد خاموش ہو گئے اور کچھ نہ کہا کہتے ہیں کہ اسی شب ابو محمد نے حضرت کو خواب میں دیکھا کہ آپ اپنی مرقد کے مقام پر ایستادہ ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اے ابو محمد تم نے ہمارا روضہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا ہے اسکو پورا کرو تم نے جہاں اپنے نوسو روپیہ رکھے ہیں وہیں نوسو روپیہ اور تمہیں ملیں گے جس سے تم مصارف تعمیر کی بجاآوری کر سکتے ہو۔ ابو محمد نے نیند سے بیدار ہو کر اپنی بیوی سے کہا کہ حضرت نے خواب میں کرم فرمائی کی اور جو کچھ حضرت نے ارشاد فرمایا تھا اس نے کہہ سنایا بیوی نے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کچھ اسباب مہیا ہونگے جس سے ہمیں اس سعادت کے حصول کا موقع نصیب ہوگا۔ الغرض کچھ عرصہ بعد انہیں رقم کی ضرورت پڑی جب اس مقام پر پہونچے جہاں روپیہ رکھا تھا تو دیکھا کہ اور اتنے روپیہ اسی مقام پر رکھے ہوئے ہیں۔ ابو محمد نے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ سرکار کی امانت ہے اس میں خیانت نہ کرنا۔ اسی وقت ابو محمد نے اس مذکورہ رقم سے روضہ کی تیاری کا کام شروع کر دیا اور انہی کے اہتمام سے روضہ پایۂ تکمیل کو پہونچا۔ روضہ کی تعمیر کے بعد مذکورہ رقم میں سے کچھ بچ رہی تھی اور ابو محمد تردد میں تھے کہ اسکو کیسے صرف کریں ایک روز وہ روضہ مبارکہ کے زینہ پر کھڑے تھے کہ چھت سے ایک پتھر اپنے مقام سے علیحدہ ہو کر ابو محمد پر گر گیا۔ حضرت شاہ محی الدین قادری جو حضرت پیر شاہ محی الدین کے نبیرہ کلاں تھے فرماتے ہیں کہ فقیر اس وقت روضہ مبارکہ میں حاضر تھا ایسا محسوس ہوا کہ پتھر ابو محمد کے سر پر گر رہا ہے لیکن جب غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ ابو محمد کے سر کے قریب پہونچ کر وہ دو ٹکڑے ہو گیا اور ایک ایک ٹکڑا ابو محمد کے دونوں جانب گرا اور وہ صحیح و سالم کھڑے رہے۔ القصہ بقیہ رقم اس کی تعمیر میں صرف ہو گئی۔ روضہ مبارکہ کی عمارت کے (۱۶) استون ہیں جو رونق تمام کے حامل ہیں۔ مولف عاصی کا بیان ہے کہ اگرچہ کہ بظاہر روضہ مبارکہ کی عمارت اتنی پختہ نظر نہیں آتی لیکن

تاحال تحریر کہ اس کو بنے ہوئے ایک سو سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے اور اس عرصہ میں متعدد بار دریائے موسیٰ کی طغیانی کی وجہ سے اس کا پانی روضہ مذکور میں داخل ہوا لیکن اس کو کچھ نقصان نہیں ہوا روضہ کے گرد لکڑی کی حرمگاہ بنی ہوئی ہے جو بہت نازک ہے اور اسکی ضخامت انگلی کے برابر ہے یہ بھی وقت تعمیر سے اب تک اسی حالت میں موجود ہے یہ بھی ایک زندہ کرامت ہے کہ رود موسیٰ کی طغیانی سے حضور پیر شاہ محی الدین ثانی کے مزار کے غلاف کے اندر کا صندل چینی کے کٹورے اور روضہ کا فرش بھی جو پتھر کا ہے اپنی جگہ سے ہل نہ سکا حالانکہ اس طغیانی میں روضہ کی حصار اور شہر کی فصیل وغیرہ بے اندازہ تباہ و برباد ہوگئے

مولف عاصی عرض پرداز ہے کہ حضرت پیر دستگیر ما (یعنی حضرت سید شاہ موسیٰ قادری) فرماتے ہیں کہ آغاز جوانی میں ایک دفعہ مجھے غسل کی حاجت ہوئی کچھ رات باقی تھی صبح میں اس کی اطلاع دوسروں کو ہوجاتی جس سے مجھے حیا آتی تھی اسلئے اسی وقت میں نے طہارت کے ارادہ سے روضہ کے پائیں واقع کنویں میں طہارت کے ارادہ سے جاکر غسل کیا غسل سے فراغت کے بعد ہاتھ میں موجود دستبند طلائی حرکت سے کنویں میں گر گئے میں متفکر ہوگیا۔ اور روضہ کے مقابل زینوں پر آکر حضرت سے عرض کیا کہ حضرت روشن ضمیر ہیں۔ میرے دستبند کنویں میں گر گئے ہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ لوگوں کو بدگمانی ہوجائے اسلئے یہ آپ کا کام ہے کہ یہ راز آشکار نہ ہو اور میرے دست بند مجھے مل جائیں یہ آپ کی بندہ پروری سے بعید نہیں۔ غرض باقی شب میں بستر پر جاکر محو خواب ہوگیا جب صبح ہوئی تو وہ دست بند میرے سرہانے نکلے جس سے آپ کی کمال شان ظاہر ہوتی ہے۔ میں بارادت تمام روضہ میں حاضر ہوکر آداب تشکر بجالایا۔

مولف عاصی یہ بھی عرض کرتا ہے کہ حضرت پیر دستگیر ما (یعنی حضرت سید موسیٰ قادری) فرماتے ہیں کہ ایک روز میں روضہ مبارکہ میں بیٹھا ہوا تھا درگاہ کے قریب غرباء کے مکان تھے جن کی عورتیں باہم دیگر دشنام طرازی میں مصروف رہتی تھیں مجھے ان کی یہ باتیں ناگوار ہوئیں۔ اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اکثر دوستان خدا اپنا جائے مدفن صحرا میں اختیار کرتے ہیں تاکہ وہاں کسی کی رسائی نہ ہو اور اس قسم کی لایعنی محادثات سے دوری رہے۔ حضرت نے آبادی میں اپنا مدفن کیوں اختیار فرمایا۔ حضرت پیر دستگیر کا بیان ہے کہ اسی ہفتہ میں دریائے موسیٰ

کی سورش سے روضہ کے اطراف وجوانب میں نیم کروہ کے فاصلہ پر واقع صحرا میں سب کچھ تباہ وتاراج ہوگیا۔

مولف عاصی جنکی طینیت میں قضا و قدر سے روز میثاق ہی سے حضرت پیر شاہ محی الدین ثانی سے محبت وعشق بسا ہوا ہے، عرض پرداز ہے کہ یہ خاکروب درگاہ سات سال کا تھا کہ میرے دل میں حضرت سے رسوخ اور اعتقاد پیدا ہوا۔ کبھی میں بارادت تمام حضرت کے روضہ کے گرد پھرا کرتا اور کبھی یوں تصور کرتا گویا میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوں اور کبھی حضرت اس انداز سے تصور میں آتے کہ آپ ایک ہالۂ نور کے ساتھ روضہ مبارکہ سے برآمد ہوئے ہوں کمسنی کے اقتضاد کے بموجب میں اپنے ساتھیوں سے کہتا کہ حضرت کو اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں۔

ایک روز میں روضہ مبارکہ کے صحن میں حضرت پیر دستگیر (یعنی حضرت سید موسیٰ قادری) کے روبرو بیٹھا ہوا تھا اور حضرت پیر دستگیر لوگوں سے گفتگو میں مصروف تھے کہ مجھے پھر حضرت کا تصور پیدا ہوا اور ناگاہ میں نے اپنا سر نیاز جھکا کر آداب عبودیت بجالائے اور حضرت پیر دستگیر سے صورتحال عرض کی آپ نے فرمایا کہ جب کبھی ایسا تصور پیدا ہو تو حضرت کی بارگاہ میں رجوع رہو اور ہر کس و ناکس پر اس راز کا افشا نہ کرنا کہ افشائے راز سے حجاب پیدا ہو جائیگا اس روز سے میں نے اپنے ہم عمروں سے بھی اس تعلق سے کچھ کہنا بند کر دیا۔ بعد ازاں جب میری عمر بارہ سال ہوئی تو حضرت پیر دستگیر رود موسیٰ کی طغیانی کی وجہ سے روضۂ شریف کے قریب مکان بنا کر وہاں رونق افروز ہوئے آپ جب تک روضۂ شریف میں تشریف فرما رہتے تو ہر روز بعد نماز عصر روضہ کا طواف فرماتے اور بروز پنجشنبہ یا بروز جمعہ روضہ منورہ کی جاروب کشی کرتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ روضہ منورہ میں ایک سال تک حضرت پیر دستگیر نے جاروب کشی نہ فرمائی اور نہ کسی کو اس کا حکم دیا۔ میں نے چاہا کہ روضہ کی صفائی کروں لیکن پھر خیال آیا کہ حضرت پیر شاہ صاحب کی ذات قدسی صفات ولی برحق ہے حضرت کی اجازت کے بغیر یہ حرکت نہ کرنی چاہیئے۔ ایک مدت تک میرے دل میں یہ تمنا رہی ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مجھ سے فرما رہے ہیں کہ اے فلاں جس طرح تمہارے پدر بزرگوار جاروب کشی کرتے تھے تم بھی اسی طرح جاروب کشی کرو۔ میں نے دل میں کہا کہ اگر میرا خواب رویائے صادقہ ہے تو تین رات متواتر یہی خواب مجھے نظر آئے گا اگر ایسا ہو تو مجھے یقین آجائے گا کہ حضرت نے

مجھے جاروب کشی کی اجازت مرحمت فرما دی۔ بفضل الٰہی اور بعنایت حضرت عالی تین رات اسی طرح کا خواب نظر آیا چنانچہ چوتھے روز میں فرحاں و شاداں روضہ مبارکہ میں حاضر ہوا اور حضرت پیر دستگیر کے عمل کے موافق خود بھی جاروب کشی اور غلاف گردانی کرنے لگا۔

مقصود تحریر یہ کہ اس خواب کے بعد سے مسلسل اس سعادت ازلی کے حصول میں مصروف ہوں۔ جس روز صرف درگاہ شریفہ کو خواب میں دیکھتا ہوں تو صرف جاروب کشی کرتا ہوں اور جس روز حضرت کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوتا ہوں تو غلاف گردانی بھی کرتا ہوں بعد فراغت خدمت روضہ کے بائیں کھڑے ہو کر حضرت پیر دستگیر کے معمول کے موافق بصد عجز عرض کرتا ہوں کہ حضرت حاضر و ناظر ہیں اس غلام کو سلوک راہ حق سے کچھ واقفیت نہیں حضرت کی ذات اقدس کو اپنا وسیلہ دارین بنا کر التجا کرتا ہوں کہ جس راہ پر سالکان راہ گامزن تھے اس راہ کی مجھے ہدایت فرمائی جائے اس آرزو میں چند سال گذر گئے جب میری عمر (۲۲) سال کی ہوئی تو ایک روز حضرت محی الدین ثانی کو خواب میں دیکھا کہ آپ مجھ سے ارشاد فرما رہے ہیں کہ اے فلاں تم روزانہ ایک دفعہ روضہ کی زیارت کے لئے آیا کرو اور ناغہ نہ کرو اس میں تمہارے لئے فوائد دینی مضمر ہیں۔ پس اس روز سے میں نے ہر روز یہ معمول بنا لیا کہ ایک دفعہ روضہ مبارکہ کا طواف کیا کروں الحمد للہ علی کل حال کہ اس وقت سے تا وقت تحریر بیس سال گذر گئے ہیں اور میں نے ایک روز بھی اس سعادت کے حصول کا ناغہ نہ کیا اور آئندہ بھی انشاء اللہ الا ما شاء اللہ ناغہ نہ کروں گا۔

میرے ان فوائد دینی (جن کا حضرت نے خواب میں تذکرہ فرمایا تھا) کے منجملہ ایک یہ ہے کہ ایک روز میں روضہ مبارکہ کے طواف کی غرض سے گیا ہوا تھا کہ حضرت سیدنا سید رفاعی سے روضہ مقدسہ میں ملاقات ہوئی حضرت موصوف سے ملاقات کی تفصیل آئندہ مناسب مقام پر درج کی جائے گی بعد ازاں جب میری عمر (۳۵) سال ہوئی تو ایک روز حضرت کے تصرف کو خود بہ ظاہر و باہر دیکھا یعنی غیر متوقع طور پر ایک مسئلہ درپیش ہوا میں اشکبار روضہ منورہ میں حاضر ہوا اور اپنا سر ارادت حضرت کے مرقد انور پر رکھ کر عرض مطلب کیا تین مہینے نہ گذرے تھے وہ مسئلہ حل ہو گیا۔

تصرف دیگر یہ ہے کہ دو سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ روضہ

مبارکہ کے اندر جگہ تنگ ہے اور ہر روز صندل مالی لوگوں کی ایک کثیر تعداد حاضر درگاہ ہوتی ہے جگہ کی تنگی کے باعث لوگوں سے بے ادبی بھی سرزد ہو جاتی ہے اسلئے اگر مزار شریف کا حاشیہ قدر بلند ہو تو آداب درگاہ بھی ملحوظ رہ سکیں گے اسی فکر و تردد میں تھا کہ ایک مقام پر مجھے ایک حاشیہ پسند آیا اس کے مالک سے برضامندی ادائی قیمت درخواست کی لیکن وہ دینے پر راضی نہ ہوا میں نے سعی بلیغ کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا اور سنگ مذکور ہاتھ نہ آسکا مجبوراً میں نے دل میں ارادہ کیا کہ اگر مجھ سے یہ خدمت یعنی منظور و مقبول ہو تو وہی پتھر ہاتھ آئیں گے والاخیر۔ دو سال اسی طرح گذر گئے لیکن وہ پتھر مجھے نہ ملے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میری یہ خدمت شاید حضرت کو قبول نہیں ورنہ وہ پتھر اب تک ہاتھ آگئے ہوتے اس خطرہ کو گذرے ہوئے ایک مہینہ ہوا تھا کہ بتاریخ ۲۵ محرم ۱۲۲۲ھ میں نے رویائے صالحہ اور معاملہ صادقہ میں دیکھا کہ یہ خاکروب آستانہ مقدسہ روضہ مبارکہ میں حاضر ہے۔ جب میں پائیں کی طرف حاضر ہوا تو حضرت کی مزار پرانوار کو اپنی جگہ نہ پایا میں متحیر و مضطرب ہو گیا اسی وقت میرے دل نے مجھ سے کہا کہ تم تشویش کو دل میں راہ نہ دو تم نے اپنے دل میں تیاری مزار کا ارادہ کیا تھا اسلئے مزار کہنہ اپنے مقام پر نہ رہی کہ اگر تم خود یہ حرکت کرتے تو لوگ تم پر زبان طعنہ دراز کرتے اور کچھ نہ کچھ اعتراض کرتے کہ فلاں نے ایسی جراءت کی ہے اسی لئے مزار مبارک اپنے مقام پر نہیں رہا کہ ہر کوئی یہی کہے کہ نئی مزار تعمیر کی جائے۔ پس مجھے خواب میں ہی یہ خیال پیدا ہوا کہ اب اس پتھر کی فکر کروں تاکہ بوقت تعمیر وہ استعمال کیا جاسکے بعد ازاں میں نے خواب میں ہی مقبول شاہ کو طلب کیا جو خادم و جاروب کش درگاہ ہیں اور کہا کہ تم فلاں معمار کو بلا لاؤ تاکہ قالب مزار تیار کیا جاسکے۔ درویش مذکور معمار کو بلانے چلے گئے اور اسی وقت میں بیدار ہو گیا جب خواب سے جاگا تو یقین ہو گیا کہ وہی پتھر اب مل جائے گا پس میں نے اسکے مالک مجازی سے پھر درخواست کی اور وہ بلا عذر راضی ہو گئے جب پتھر میسر آگئے تو مجھے خیال گذرا کہ خواب تو سچا تھا لیکن برہانِ دیگر یہ ہو گی کہ کچھ نقد بھی میسر ہو تاکہ مزار کی تیاری شروع ہو سکے دو روز نہ گذرے تھے کہ صاحبزادہ عالی مناقب حسینی بادشاہ صاحب نے کچھ رقم بطور نذر روضہ مقدسہ مجھے دی۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ حضور کی عنایت ہے پس اسی وقت معمار کو طلب کیا

اور مزار شریف کی تعمیر کی ابتداء کر دی یعنی مرقد کہنہ کو صندل کے ساتھ درمیان میں لے کر سنگ سیاہ کا حاشیہ مزار منور کے گرد نصب کروا دیا۔

ایک اور تعرف یہ کے مولف عاصی کا بیان ہے کہ بزرگان سلف کے زمانہ سے بسند صحیح وارد ہوا ہے کہ حضرت جبہ زیب تن فرماتے اور بچوں کی ٹوپی کی مانند ایسی کلاہ زیب سر رہا کرتی جس سے کان چھپ جاتے ہیں اور رتہ بند شرعی بھی پہنا کرتے تھے۔ مقصود تحریر یہ کہ وہ جبہ شریف اور کلاہ مبارکہ آج بھی موجود ہے اور اس خاندان عالیہ کا معمول ہے کہ بوقت سجادگی صاحبزادگان خاندان عالیہ کو وہی خرقہ ماجدی پہنا کہ مسند اسرار صاحب اسرار حق کا جانشین بنایا جاتا ہے۔ اس لباس کے پہنتے ہی ضبط خواطر کلیتاً میسر ہو جاتا ہے اور اس لباس کو جسم سے علیحدہ کرنے تک مرجع الی الحق حاصل رہتا ہے۔ اس لباس کے اور بھی خوارق ہیں جو پہننے والے جانتے ہیں۔

الحمد للہ علی نعمائہ ورحمۃ اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واولادہ

ذکر شریف

واقف اسرار اللہ، عارف باللہ، عالم علم اللہ، مقتدائے اخصاصان، سیدی شاہ عبداللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

صاحب لطائف تحریر فرماتے ہیں کہ آپ جناب عالی لطیف لاابالی کے خلف اکبر اور سجادہ نشین تھے بیعت تو اپنے پدر بزرگوار ہی سے حاصل کی تھی لیکن خرقہ خلافت اپنے والد ماجد کے حکم سے حضرت شیخ علی صاحب کے دست مبارک سے زیب تن کیا اس کی تفصیل آئندہ سپرد قلم ہوگی آپ کی والدہ حضرت شاہ حمزہ حسینی کلاں کی صاحبزادی تھیں۔

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت سید عبداللہ شکم مادر سے عالم شہود میں رونق افروز ہوئے تو حضرت لاابالی تشریف لائے اور تکبیر و اقامت کے بعد ارشاد فرمایا کہ میرا یہ فرزند سید عبداللہ فلاں وقت عالم علم اللہ ہو جائیگا اور ظاہری علوم کا اکتساب کریگا یہاں تک کہ علمائے معاصرین

اس کے علم و فضل کا اعتراف کریں گے اور یہ مسائل تصوف کو شریعت کے رنگ میں بیان کرے گا اور ہوا بھی ایسا ہی کہ حضرت سید الابدال نے جو پیش گوئی فرمائی تھی وہ پوری اتری۔ بارہ سال کی عمر ہی سے آپ علوم ظاہری کے حصول میں مشغول ہو گئے۔ جس علم کو بھی اختیار کیا اسکو قلیل عرصہ میں پایۂ تکمیل کو پہونچا دیا اور پابندی شریعت کا یہ عالم تھا کہ فرائض تو کجا سنت و مستحبات بھی آپ سے کبھی ترک نہ ہوئے اور پاس آداب شریعت اس مرتبہ پر تھا۔ آپ کے تصرف بھی آپکے وصال کے بعد آشکارا ہوئے۔

راوی مذکور یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ علمائے عصر نے ایک مسئلہ کے متعلق فتویٰ تحریر کر کے آپ کی علمی صلاحیت کا امتحان لینے کے لئے آپ کے پاس آئے۔ حضرت سید عبداللہ اور علماء کے مابین چند روز تک مباحثہ و مکابرہ جاری رہا۔ پھر چند علماء نے عقلی و نقلی دلائل پیش کئے لیکن یہ کوشش بھی سودمند نہ ہوئی۔ آخر اس مسئلہ کا حل آپ نے مطابق ارشادات فقہائے عظام برآمد کیا جس پر تمام فضلائے دکن آپ کی استعداد علمی اور قوت بیانی کے معترف ہو گئے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

راوی کا یہ بھی بیان ہے کہ جب حضرت لاابالی کو مرض وصال لاحق ہوا تو آپکے ارادتمند مغموم و ملول ہو گئے۔ حضرت لاابالی نے سب کو وصیتیں کیں اور بطور متروکہ کے اپنے اشیائے مملوکہ تقسیم فرما دئے۔ ان متروکات کے منجملہ ایک تاج مبارک اور چوبی کشتی بھی تھی جو آپ کو حضرت خضر علیہ السلام نے عطا کی تھی آپ نے اس کو حضرت سید عبداللہ کے حوالہ فرمایا۔ اسی طرح ہر فرزند کو کوئی نہ کوئی چیز مرحمت فرمائی۔ دن بدن بیماری بڑھتی گئی یہ حال دیکھ کر حضرت شاہ عبداللہ نے اپنے والد بزرگوار سے خلافت دینے کی استدعا کی۔ حضرت سید الابدال نے اس گذارش کو منظور فرمایا۔ دوسرے روز حضرت شاہ عبداللہ نے لوازم خرقہ فراہم کر کے حضرت کو اطلاع دی آپ خود بنفس نفیس خانقاہ میں قدم رنجا ہو کر تمام مریدوں اور طالبین حق کو طلب کیا جب یہ سب حاضر ہو گئے تو آپ نے حضرت شیخ علی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے شیخ علی میرا یہ خرقہ خلافت تم اپنے ہاتھوں سے شاہ عبداللہ کو پہنا دو۔ حضرت شاہ عبداللہ جرات کر کے معروضہ کیا کہ اس غلام کا یہ آرزو ہے کہ خود حضرت اپنے دست مبارک سے مجھے خرقہ خلافت پہنائیں۔ آپ نے فرمایا اے عبداللہ شیخ علی کے ہاتھ کو میرا ہاتھ سمجھو اگر میرا خرقہ خلافت چاہتے ہو تو شیخ علی سے

حاصل کرو۔ اس ارشاد کے بعد آپ اٹھے اور اپنے دولت کدہ میں داخل ہو گئے۔ اور مجلس برخواست ہو گئی۔ اس واقعہ کے تیسرے یا چوتھے روز حضرت سید الابدال عالم فانی سے بجانب عالم جاودانی راہی ہوئے۔ ایک ماتم بپا ہوا اور آپ کے ارادتمندوں کی نظروں میں دنیا تاریک ہو گئی۔ چارو ناچار صبر اختیار کرنا پڑا۔ جب تیسرا دن ہوا فاتحہ و زیارت کے بعد حضرت شیخ علی صاحب نے اپنے گھر میں مجلس مقرر کر کے صاحبزادوں سے التماس کیا کہ یہ آپ ہی کے پدر بزرگوار کا غلام ہے اور انہوں نے ہی اس غلام کو عزت و حرمت بخشی ہے۔ کرم نوازی ہوگی کہ صاحبزادہ مذکور بھی اس غلام ضعیف کے گھر قدم رنجا فرمائیں۔ حضرت عبداللہ بھی آئے اور شیخ مذکور کے دست مبارک سے خرقہ خلافت زیب تن کیا اور آداب مشیخت بجالائے حضرت شیخ بھی آداب صاحبزادگی بجالاتے ہوئے عرض پرداز ہوئے کہ اس غلام کا ایک معروضہ ہے جو بشرط اجابت پیش کرنا چاہتا ہے۔ شاہ عبداللہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے آپ کے ہاتھ سے خرقہ خلافت پہنا ہے جو کچھ حکم ہوگا بسر و چشم بجالاؤں گا۔ شیخ نے کہا کہ مرشدزادے غلام کی صرف اس قدر خواہش ہے کہ آپ اپنے شجرہ میں غلام کا نام تحریر نہ فرمائیں۔ حضرت شاہ عبداللہ صاحب نے قبول کیا۔

مولف عاصی بیان کرتا ہے کہ اسی وجہ سے اس خاندان کے شجرہ میں حضرت شیخ علی صاحب کا نام تحریر نہیں کیا جاتا۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت شاہ لطیف لاابالی کے وصال کے بعد حضرت شاہ عبداللہ صاحب مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور ایک عالم کو شرف بیعت اور نعمت ارشاد سے بہرہ مند کیا حضرت سید الابدال کے وصال کے روز صندل مالی میں حضرت شاہ عبداللہ صاحب شیخ علی صاحب سے پیشتر اقدام نہ کرتے ہر چند شیخ علی انکار کرتے لیکن حضرت شاہ عبداللہ صاحب عرض کرتے کہ میری یہ خواہش ہے کہ حضرت سبقت فرمائیں چنانچہ بارہ سال تک یہی عمل رہا کہ حضرت شیخ علی پہلے صندل گذرانتے اور اس کے بعد حضرت سید عبداللہ متابعت کرتے۔

مولف عاصی عرض کرتا ہے کہ یہ ایک باریک نکتہ ہے کہ جس طرح لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی قرآن میں وارد ہے کہ خلیفہ اپنے مرشد سے سبقت نہ کرے اور آداب ملحوظ رکھے۔ حضرت سید الابدال کے وصال کے بعد حضرت شاہ عبداللہ صاحب سے میراں شاہ ابوالحسن قادری کی صاحبزادی منسوب ہوئیں جن کا ذکر اس سے قبل گذر چکا ہے۔

شاہ ابوالحسن مذکور قطب وقت تھے۔ شاہ عبداللہ صاحب اپنے خسر محترم کی صحبت سے مستفید ہوئے اور تبرکاً ان سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا جب حضرت شاہ عبداللہ صاحب اپنے خسر سے خرقۂ خلافت کے حصول کے بعد شہر بیجاپور سے کرنول شریف واپس ہوئے تو اس وقت حضرت شیخ علی بقید حیات تھے۔ جب انہوں نے اس خلافت کے متعلق سنا تو صاحبزادۂ ممدوح کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے اپنے خسر محترم سے خرقہ خلافت اور فیض حاصل کیا ہے میری خواہش ہے کہ آپ اس نعمت سے اس غلام کو بھی بہرہ مند فرمائیں۔ اولاً حضرت شاہ عبداللہ نے ادباً انکار فرمایا لیکن حضرت شیخ علی پیر پرستی میں ثابت قدم تھے چنانچہ اصرار کر کے صاحبزادۂ ممدوح سے خرقہ خلافت حاصل کر کے ہی رہے۔ حضرت شاہ عبداللہ صاحب نے بھی اس شرط پر خلافت دی کہ حضرت شیخ علی بھی آپکا نام شجرہ میں تحریر نہ فرمائیں یہی وجہ ہے کہ شیخ علی صاحب کے شجرہ میں بے واسطہ حضرت میراں ابالحسن صاحب کا نام لکھا جاتا ہے۔

راوی کا یہ بھی بیان ہے کہ حضرت عبداللہ چند روز کرنول میں رہتے اور چند روز شہر بیجاپور میں سکونت پذیر رہتے۔ آخر مرتبہ اپنے خسر محترم کے مکان سے کرنول واپس ہو رہے تھے کہ بحکم قضاء وقدر اثنائے راہ میں سیر کے لئے بمقام جھیل ذرک تشریف لے گئے اور وہاں چند دنوں کے لئے اقامت پذیر ہوئے۔ ایک دن مسلمانوں کا ایک گروہ آیا اور حضرت سے عرض کیا کہ ہم مسلمان ہیں اور آپ کے جد پاک کے احکام شریعت کے تابع ہیں۔ یہاں کا حکمران متعصب کافر ہے اہل اسلام کو یہ عزت کی نظر سے نہیں دیکھتا اور اس کے امرا بھی کفرۃ الفجرہ ہیں جو ہمیشہ امور دینی میں ہم کو شدید ایذا پہونچاتے ہیں اور اسلام کی توہین کرتے ہیں۔ چند روز سے اذان اور نماز کی بھی اس نے ممانعت کر دی ہے اور اپنے مذہب کی تائید کرنے کا حکم دیتا ہے ہم آپ کی خدمت میں اسلئے حاضر ہوئے ہیں کہ مسلمانی آپ کے جد بزرگوار کی سنت ہے آپ جو فرمائیں گے ہم اس کے مطابق عمل پیرا ہونگے۔ حضرت شاہ عبداللہ صاحب نے یہ واقعہ سن کر فرمایا کہ اسلام کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم ان سے جہاد میں سبقت کریں کہ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون و فضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجراً عظیما ارشاد باری ہے۔ یہ فقیر بھی جہاد میں تمہارے ساتھ رہیگا یہ سن کر تمام مسلمان جہاد پر آمادہ ہوگئے۔

حضرت کے ساتھ دس طلباء تھے جو جنگ میں شریک ہوئے راجہ کو جب اطلاع ملی کہ اہل اسلام جنگ کے لئے آمادہ ہیں تو اس نے بھی اعلان جنگ کیا۔ چنانچہ طرفین کے مابین میدان کارزار گرم ہوا۔ مسلمانوں نے جہاد کی ابتداء کی۔ اکثر مسلمان اور وہ دس اصحاب جو حضرت کے ساتھ تھے شہید ہوگئے حضرت نے بھی کئی کفار کو تہ تیغ کرکے سواری سے نیچے گر پڑے لیکن مقتل میں گرنے کے بعد بھی آپ نے تیغ زنی جاری رکھی اور آخر وقت تک شمشیر آپ کے ہاتھ میں رہی۔ جو کوئی تلوار آپ کے ہاتھ سے لینے کے لئے آتا تو آپ اسکو ایک ہی وار میں دو ٹکڑے کر دیتے اس طرح اس حالت میں بھی تین چار اشخاص کو جہنم واصل کیا۔ اسکے بعد شہود حق میں آپ نے اپنی آنکھیں بند کرلیں ایک شخص نے دیکھا کہ آپ جان بحق تسلیم ہو چکے ہیں تو تلوار لینے کے لئے آگے بڑھا حضرت نے عالم غشی میں بھی اس پر ایسی ضرب رسید کی کہ اسکے دو ٹکڑے ہوگئے یہ دیکھ کر اہل ہنود ایسے خوفزدہ ہوئے کہ نزدیک آنے کی کسی کو جسارت نہ ہوتی حالانکہ اس شخص کو قتل کرنے کے بعد آپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ رات ہوتے ہوتے جنگ ختم ہوگئی رات میں راجہ مذکور سو رہا تھا کہ اس نے خواب دیکھا کہ کوئی شخص اس کی نعش کو ہوا میں اوپر لیجا کر چاہتا ہے کہ زمین پر پھینک دے وہ عاجزی کرنے لگا جس پر اس بزرگ نے فرمایا کہ اے فلاں کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے آج درجہ شہادت حاصل کیا ہے اور میں فلاں شخص ہوں تمہاری بہتری اس میں ہے کہ مقتل سے میری لاش اٹھوا کر قمر نگر کو میرے پدر بزرگوار کے روضہ میں پہونچا دو ورنہ میں تم کو بھی زمین میں دفن کردوں گا۔ راجہ نے توبہ کی جس پر اس کی نعش زمین پر آگئی۔ وہ بیدار ہوگیا اور بقیہ شب لرزاں و ترساں گذارنے کے بعد علی الصبح اپنے مقربین کو طلب کرکے دریافت کیا کہ کیا کل کوئی مہاپرش شہید ہوئے ہیں اسکے مقربین نے کہا کہ ہاں ایک صاحب تھے کہ جنکی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ مرنے کے بعد بھی انہوں نے اپنے ہاتھ سے تلوار نہ دی اور ہمارے چند نفر کو قتل کر دیا۔ یہ حال سن کر راجہ سوار ہو کر لاش مبارک کے پاس آیا اور قدم مبارک کو بوسہ دینے کے بعد چاہا کہ آپکے دست مبارک سے شمشیر جدا کرے اسی وقت حضرت کے ہاتھ میں حرکت پیدا ہوئی ایسا معلوم ہوا کہ نہایت قوت سے آپ اپنے قبضہ میں تلوار پکڑے ہوئے ہیں راجہ کے بدن میں تھرتھری پیدا ہوگئی اور اسکو ندامت ہونے لگی اس نے نہایت اعزاز و احترام سے حضرت کا جنازہ کرنول شریف کی

کی جانب روانہ کر دیا۔

راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت کی لاش مبارک کو نول لائی گئی تو حاضرین نے چاہا کہ آپ کے دست مبارک سے شمشیر علاحدہ کر کے دفن کیا جائے۔ ایک شخص نے قبضہ پر ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ اس نے محسوس کیا کہ حضرت کے دست مبارک میں حرکت پیدا ہو رہی ہے اس وقت جو لوگ موجود تھے انھوں نے بھی جنبش دست کو اپنی آنکھوں سے دیکھا آخر یہ طے پایا کہ تلوار کے ساتھ آپ کو دفن کیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آپ کی وفات سنہ ۱۰۸۰ھ میں واقع ہوئی آپ کی قرار مبارک آپ کے والد بزرگوار جناب عالی لاابالی کے روضہ مبارک کے متصل واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قدوۂ عرفا زبدۂ شرفا مظہر آیات حق سیدی حضرت سید شاہ موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب لطائف قادری تحریر فرماتے ہیں کہ آپ حضرت سید الابدال لاابالی کے دوسرے صاحبزادے تھے اپنی والدہ مکرمہ کے بطن سے متولد ہونے کے بعد ہی جہاں تاریک کو اپنی عارض جہاں تاب سے منور کر دیا حضرت لاابالی نے آپ کی ولادت گاہ میں تشریف لا کر بعد تکبیر و اقامت فرمایا کہ میرا یہ فرزند سید موسیٰ فلاں وقت تارکین کا مرتبہ حاصل کرے گا الترک فی راس القنوت اہی سے عبارت ہے۔ حاصل تحریر یہ کہ مقام ترک و تجرید مقامات سلوک میں افضل ترین مقام ہے۔ انشاء اللہ آگے اس کے متعلق تحریر کیا جائے گا۔

الغرض حضرت سید شاہ موسیٰ کا لقب افضل التارکین ہے کہتے ہیں کہ جب حضرت افضل التارکین ۱۷ سال کے ہوئے تو اپنے والد ماجد سے بیعت حاصل کی۔ دست بیعت دیتے وقت حضرت لاابالی نے فرمایا کہ تمہارے لئے مجھ سے اسی قدر نعمت کا حصول کافی ہے یہی وجہ ہے کہ اپنے پدر بزرگوار کی رحلت کے بعد آپ نے حضرت شیخ علی صاحب سے اجازت اور خرقۂ خلافت حاصل نہ فرمایا اور اسی بیعت پر اکتفا کیا۔ والد بزرگوار کی رحلت کے بعد حضرت لاابالی کے مکان سے غلبہ عشق حق اور جذبات الٰہی

میں اٹھے اور شہر بیجا پور کی جانب متوجہ ہوئے جب قمر نگر کے حدود سے باہر نکلے تو اس شہر کے متصل واقع دریائے ہیندری کے کنارے جاکر وضو فرمایا طہارت کے وقت ذہن میں یہ خیال گذرا کہ فقیر نے غلبہ تبرک میں اپنے والد بزرگوار کے متروکات سے کچھ لئے بغیر ارادہ سفر کیا اور اسی غلبہ میں شجرہ اجدادیہ بھی اپنے ساتھ نہ لیا۔ اسی تاسف میں ایک منقش کاغذ دریا میں بہتا ہوا آیا آپ نے اسے دریا سے نکال لیا جب ملاحظہ فرمایا تو یہ وہی شجرہ اجدادیہ تھا جس آپ نے اسکو بوسہ دے کر سر پر رکھ لیا اور شہر بیجا پور کا قصد فرمایا۔ جب سواد بیجا پور میں پہونچے تو ابتداً موضع رام گیر میں اترے جو علی پور کے نام سے مشہور ہے آپ نے شہر کے متصل جس مکان میں قیام کیا وہ ایک اشد کافر کا تھا جو قوم گوسائیان سے تعلق رکھتا تھا اس کی شرارت کا یہ حال تھا کہ وہ کسی مسلمان کی صورت دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ کجا یہ کہ اس کے مکان میں کوئی مسلمان قیام کر سکتا۔ جب حضرت افضل التارکین نے وہاں قیام کیا تو وہاں کے کفار نے غلو کر کے آپ کو اس مکان سے نکال باہر کیا۔ افضل التارکین ایک لمحہ بعد پھر اسی مکان میں پہونچ گئے اور لوگوں نے آپ کو بار دیگر مکان سے باہر کر دیا ایک ساعت نہ گذری تھی کہ حضرت افضل التارکین پھر اسی مکان میں نظر آئے اور آپ نے ان سے فرمایا کہ میں یہاں از خود نہیں آیا ہوں اسلئے مجھے یہاں سے نہیں نکالا جا سکتا میں یہیں رہوں گا۔ یہیں میری موت واقع ہوگی اور یہیں میرا دفن ہوگا۔ آپ کا یہ ارشاد سن کر ان کفار میں سے بعض غضب میں آگئے اور بعض نے کہا کہ یہ مرد مسلمان مجنون ہے اور مجنونانہ گفتگو کرتا ہے۔ اگر یہ رہنا چاہتا ہے تو اسے رہنے دو۔ الغرض حضرت نے چند روز وہاں رہنے کے بعد شہر اور قلعہ بیجا پور کا عزم کیا آپ کے وہاں پہونچنے سے تین روز پہلے ہی سے حضرت شاہ محمد مدرس جن کا ذکر پہلے رقم کیا جا چکا ہے اور جو اس وقت بیجا پور میں تھے قلعہ کے گرد اگرد پھر رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے کہ مجھکو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی بو آرہی ہے انہوں نے اپنے صاحبزادوں شاہ زین الدین اور سید عبدالرحمٰن سے فرمایا کہ فلاں مکان میں ایک سید آئے ہوئے ہیں انہیں مجھ سے ملاقات کے لئے لے آؤ ابھی یہ دونوں صاحبزادے مقام مذکورہ تک پہونچ بھی نہ پائے تھے کہ حضرت افضل التارکین سید مذکور سے ملاقات کی غرض سے نکل پڑے اثناء راہ میں ان دونوں سے ملاقات ہوئی اور سب مل کر سید عالی حضرت میراں محمد مدرس کی خدمت میں پہونچے جب قریب پہونچے تو سید میراں محمد مدرس نے استقبال کیا اور بجوش و خروش ملاقات کی مصافحہ اور معانقہ کے بعد حضرت افضل التارکین سید شاہ موسیٰ کو اپنے حجرہ میں لے گئے اور حجرہ کا دروازہ بند کر لیا۔

حضرت میراں محمد مدرس کے صاحبزادے سید عبدالرحمن فرماتے ہیں کہ دروازہ تین شبانہ روز اسی طرح بند رہا اور میں حجرہ کے دروازہ پر کھڑا رہا جب تین روز گذر گئے تو حجرہ کا دروازہ کھلا۔ اور دونوں بزرگ حجرہ سے باہر نکلے میں نے دیکھا کہ دونوں بزرگ ہمشکل ہو چکے ہیں۔ ہر چند میں نے تفحص کی کوشش کی لیکن تمیز نہ کر سکا کہ ان میں حضرت سید شاہ موسیٰ کون ہیں اور حضرت میراں محمد مدرس کون ہیں اسکے بعد حضرت سید شاہ موسیٰ نے میرے شبہ کو رفع کرنے کے لئے میرے والد کے نعلین جبین سیدھے کئے اور میرے والد کے سامنے رکھے اور آداب مشیخت بجا لائے۔

راوی دیگر بسند معتبر کہتے ہیں کہ حضرت افضل التارکین نے میراں سید محمد مدرس کے ہاتھ سے خرقہ طریقہ شطاریہ زیب تن فرمایا اور سید موصوف نے افضل التارکین سے طریق قادریہ عالیہ کی اجازت حاصل فرمائی یعنی خانوادہ قادریہ میں حضرت سید محمد مدرس سے حضرت سید شاہ موسیٰ صاحب کے واسطہ سے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے اور حضرت افضل التارکین کا سلسلہ حضرت میراں مدرس کے واسطہ سے حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری تک پہونچتا ہے۔

مولف عاصی عرض پرداز ہے کہ میں نے بزرگانِ سلف سے بسند صحیح یوں سنا ہے کہ حضرت افضل التارکین ایک عرصہ دراز تک حضرت سید میراں محمد مدرس کی خدمت میں تحصیل علوم ظاہری و باطنی میں مصروف رہے جب میراں محمد مدرس نے دوسری دفعہ طواف حرمین کا ارادہ کیا تو حضرت افضل التارکین نے بھی ان کے ساتھ جانے کا ارادہ فرمایا۔ ملک جہاں خاں جو سکندر ثانی کا وزیر تھا اور جو آپ کا معتقد تھا مانع ہوا۔ اسی بناء پر سید میراں محمد مدرس، افضل التارکین کو شہر بیجاپور میں چھوڑ کر اکیلے ہی حرمین الشریفین کے لئے روانہ ہوئے۔ ملک جہاں اکثر حضرت افضل التارکین کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک روز بادشاہ نے ایک موتی ملک جہاں کے حوالہ کیا جو ایک کبوتر کے انڈے کے برابر تھا اور حکم دیا کہ اسی طرح کا ایک اور حاضر کیا جائے اسکی جو قیمت ہوگی ادا کر دی جائیگی ملک جہاں ایک عرصے اسکی تلاش میں تھا ایک روز حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ موتی بھی آپکو بتلانے کے لئے ساتھ لایا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت افضل التارکین نے اسکو ملاحظہ فرمانے کے بعد ملک جہاں سے ارشاد کیا کہ اگر فقیر کا اعتبار ہو تو آج اسے فقیر کے پاس ہی رہنے دو۔

ملک جہاں نے بصد عقیدت اسکو آپ کے پاس چھوڑ کر واپس ہو گیا جب دوسرے روز آپ سے موتی لینے کے لئے حاضر ہوا تو آپ نے اسکو دو موتی دیئے اور فرمایا کہ ان دونوں میں سے تمہارا موتی لے لو ملک جہاں خاں باوجود کوشش بسیار کے تمیز نہ کر سکا اور بالآخر عرض کیا اگر حکم ہو تو ایک نظر بادشاہ کو بتلاؤں آپ نے فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے۔ الغرض خان موصوف نے دونوں موتی ساتھ لے کر بادشاہ کے پاس گیا حقیقت حال بیان کی اور حضرت افضل التارکین کا بھی ذکر کیا سکندر ثانی بہت خوش ہوا وہ موتی اسکو پسند آگیا اور اس نے کہا کہ دوسرا موتی تاج سلطانی کے لئے ضروری ہے۔ تم اس بزرگ کو میرا سلام پہونچاؤ اور عرض کرو کہ اس کی جو کچھ قیمت فرمائیں پہونچا دی جائے گی ملک جہاں خاں نے سلطان کا پیام حضرت تک پہونچا دیا حضرت افضل التارکین نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ہم فقیر لوگ ہیں سودا نہیں کرتے اسلئے اگر بادشاہ کو مطلوب ہو تو فقراء سے درخواست کرنی چاہیئے نہ کہ خرید و فروخت کی گفتگو درمیان لائی جائے یہ کہہ کر آپ نے ان میں سے ایک موتی اٹھایا اور کہا کہ یہ موتی تمہارے بادشاہ کا ہے اور دوسرے موتی کو آپ نے اپنے دست مبارک سے کنویں میں ڈالدیا جسکے کنارے آپ تشریف فرما تھے بادشاہ کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو وہ کشیدہ خاطر ہو گیا اور ملک جہاں خاں کے لئے اس تصرف کا مشاہدہ ازدیاد اعتقاد کا باعث ہوا۔ ایک روز اس نے اعتقاد اور خلوص تمام کے ساتھ عرض کیا کہ بزرگان سلف اپنے خادموں کو سرفراز فرماتے ہیں بندہ درگاہ کی ایک عرض ہے اگر آپ قبول فرمائیں تو باعث عزت و شرف ہوگا۔ آپ نے فرمایا ملک جہاں خاں ہم فقیر ہیں اور تم امیر ہماری موافقت کسطرح ہو سکتی ہے خان مسطور نے عرض کیا کہ میں آپ سے نسبت کا ارادہ نہیں رکھتا بلکہ آپ کی خدمت میں اپنی لڑکی دینا چاہتا ہوں۔ افضل التارکین نے فرمایا کہ ہمارے جد بزرگوار کی سنت کے مطابق ہم حاضر ہیں۔ ملک جہاں خاں نے آداب قبولیت بجا لائے اسکے بعد حضرت نے فرمایا ملک جہاں خاں تم اپنے گھر جاؤ فقیر ایک سواری مستعار پہ اپنے چند فقراء کے ساتھ تمہارے پیچھے آرہا ہے عقد شرعی کرکے اپنی لڑکی کو ہمارے حبالۂ نکاح میں دیدو راوی حکایت لکھتے ہیں کہ ملک جہاں خاں اپنے گھر آئے اور اپنی دختر کو غسل کروایا اور نیا لباس پہنایا اور رخصت مسنون کے بعد اسی سواری میں مستعار میں جسکو حضرت افضل التارکین اپنے

ہمراہ لائے تھے سوار کر کے باعتقاد تمام حضرت کے گھر روانہ کر دیا۔ حضرت افضل التارکین اس بی بی کو جو سراپا عفت وعصمت تھیں اپنے محل مبارک میں لے گئے اور بوریہ پر بٹھا دیا۔ ملک ہندوستان اور دکن میں یہ رواج ہے کہ عروس بکمال حجاب سرنگوں بیٹھتی ہیں۔ اسی طرح وہ مخدومہ بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت افضل التارکین نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہیں ہمارے حبالہ عقد میں دے کر ہمکو تمہارا محرم بنا دیا ہے اسلئے حجاب نہیں کرنا چاہیئے۔ کہتے ہیں کہ اسی وقت اس سراپا عفت وعصمت نے اپنے سر سے گھونگھٹ نکال دیا اور سیدھی ہو گئیں بعد ازاں حضرت نے فرمایا کہ اگر تم فقیر کو چاہتی ہو تو تمام زیور ولباس جو تمہارے بدن پر ہے اتار دو۔

راوی کا بیان ہے کہ بی بی صاحبہ نے اسی طرح تمام زیور جو وہ پہنی ہوئی تھیں اتار کر آنحضرت کے سامنے رکھ دیا اسکے بعد افضل التارکین نے فرمایا کہ پیچھے تمہارے والد نے جو جواہرات وغیرہ بھیجے ہیں انھیں بھی ایک جگہ رکھدو ان صاحبہ نے ایسا ہی کیا۔ کہتے ہیں کہ ملک جہاں خان نے کچھ زر خالص اور طلائی و نقروی ظروف کے علاوہ ہمہ اقسام کے ملبوسات اور فرش اپنی دختر کے پیچھے روانہ کیا تھا آپ نے ان تمام سونا اور چاندی کے زیورات وظروف کو ایک ہاون میں رکھ کر ریزہ ریزہ کر دیا اور ملبوسات اور فرش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان میں جواہرات کے ریزے باندھ دئے اور انھیں اپنے دروازۂ رفیع کے سامنے رکھدیا اور حکم فرمایا کہ جو کوئی فقیر درویش سائل آئے تو وہ ایک پوٹلی اور ایک کپڑے کا ٹکڑا اٹھائے کہتے ہیں کہ اسی طرح ہر درویش نے عمل کیا۔ ایک روز ایک درویش نے دو پوٹلیاں اٹھالیں اسی وقت پیٹ کے درد سے بے تاب ہو گیا آپ سے جب یہ صورتحال بیان کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس درویش سے کہو کہ وہ ایک پوٹلی وہاں رکھدے درد خودبخود کم ہو جائیگا جب درویش نے حکم کی تعمیل کی تو درد سے نجات حاصل ہو گئی۔

لطائف قادریہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت افضل التارکین نے جس دن سے اپنی بی بی کو گھر لائے اس دن سے کبھی ان کے والد کے گھر روانہ نہ کیا سوائے ایک دفعہ کے اور وہ یوں ہوا کہ جب حضرتہ ام المریدین حاملہ ہوئیں اور آپ کے بطن اطہر میں شاہ عبداللطیف ثانی عرف نور صفا رونق افروز ہوئے تو اس صورت حال سے واقف ہو کر ان کی والدہ جو حضرت شکر بار ان کی اولاد سے تھیں اپنی صاحبزادی سے ملنے کے لئے بقصد ہوئیں ملک جہاں خان نے بکمال عجز ونیاز حضرت افضل التارکین

سے اپنی اہلیہ کے اشتیاق کا ذکر کیا آپ نے فرمایا مضائقہ نہیں لیکن دو شرائط ہیں۔ ایک یہ کہ تمہارے گھر میں میری بیوی ماکولات و مشروبات سے کچھ استعمال نہ کرے گی اور دوسرے یہ کہ چار گھڑی میں میرے گھر واپس آجائے گی۔ خان مذکور نے دونوں شرطیں قبول کیں آپ نے اس بانوی عصمت و عفت کو ایک سواری میں سوار کروادیا اور دو فقرا کو ساتھ دے کر ان کے والدین کے گھر روانہ کیا بوقت رخصت بھی ان دونوں شرائط کا اعادہ کیا۔ الغرض ام المریدین زہرہ صاحبہ بنت ملک جہاں خان جب اپنے والد کے گھر پہونچیں تو ملاقات اور کلمات فراق و مہجوری کے بعد ام المریدین نے اپنی والدہ سے رخصت طلب کی والدہ نے کہا کہ بیٹی کچھ کھا کر جاؤ کیونکہ لڑکی اپنے والدین کے گھر سے بھوکی نہیں جایا کرتی۔ ام المریدین نے کہا کہ حضرت نے منع فرمایا ہے اسلئے میں نہیں کھانا چاہتی۔ آپ کی والدہ نے کہا کہ حضرت تو اپنے گھر میں تشریف رکھتے ہیں تم کچھ کھا کر جاؤ (ان کو پتہ بھی نہ چلے گا) ام المریدین نے اپنی والدہ کی خواہش کا پاس کرتے ہوئے کہا کہ اگر تلا ہوا انڈہ موجود ہے تو لے آئے کہ میرا دل یہی کھانا چاہتا ہے کہتے ہیں کہ انڈا اسی وقت تیار کرکے دیا گیا۔ ام المریدین نے اس میں سے کچھ ٹکڑے استعمال کئے منہ دھویا اور پان کھا کر لوٹ گئیں۔ جب اپنے گھر لوٹیں تو حضرت افضل التارکین نے کہا کہ وعدہ کے مطابق لوٹ آئیں لیکن دو شرائط میں سے ایک شرط فوت ہو گئی تمہارے بطن میں حق تعالیٰ نے لطیف کو رکھدیا ہے تلے ہوئے انڈے کے وہ ٹکڑے جو تم نے استعمال کئے ہیں کثافت ہیں جن کا تمہارے بطن میں رہنا مناسب نہیں یہ کہہ کر آپ نے املی کے کھٹے میں تانبہ کے پیسوں کو گھول کر بی بی کو اتنی مقدار میں پلادیا کہ قریب تھا کہ اسقاط حمل ہو جاتا۔ الغرض جب بی بی صاحبہ کے منہ سے سفید پانی نکلنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اب لطیف ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت شاہ عبد اللطیف ثانی ابن افضل التارکین سید شاہ محی قادری بیجاپوری اکثر فرماتے تھے کہ فقیر لطیف مادرزاد ہے۔ یعنی اس ارشاد سے اسی حکایت کیجانب اشارہ تھا کہ آپ کی والدہ ماجدہ کے بطن مطہر میں اہل دنیا کے کھانے کی کثافت بھی نہ رہ سکی تھی۔

صاحب لطائف قادری یہ بھی نقل فرماتے ہیں کہ افضل التارکین پر جلال کا اس درجہ غلبہ رہا کرتا تھا کہ آپ اپنا بچا ہوا کھانا کسی کو نہ دیتے تھے حضرت ام المریدین آپ کا کھانا بطہارت تمام پکایا

کرتی تھیں اور آپ کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جو کچھ رہ جاتا اسکو دوسری بچی ہوئی چیزوں کے ساتھ مثلاً پانی لکڑی وغیرہ آتشدان سمیت کنوئیں میں پھینک دیا جاتا۔ اگر سہواً کوئی اس میں سے کچھ کھالیتا تو حالت جذب اس پر طاری ہوجاتی ۔

چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک روز ایک عورت نے جو آپ کی مرید تھی دانستہ طور پر آپ کا بچا یا ہوا کھانا استعمال کرلیا اسی وقت اس پر جنونی کیفیت طاری ہوئی اور اس نے یاوہ گوئی کی ابتداء کردی مختصر یہ کہ اسی طرح دیوانگی میں بسر کرنے کے بعد فوت ہوگئی ۔

مولف عاصی عرض پرداز ہے کہ آج تک آپ کی فاتحہ کا کھانا اگر بطہارت تمام تیار کیا جائے تو نیاز کی قبولیت کے آثار ہویدا ہوجاتے ہیں۔ اسکا بارہا امتحان ہوچکا ہے ۔ حضرت پیر دستگیر (حضرت سید شاہ موسیٰ قادری والد مولف علیہ الرحمہ) اس احتیاط کو از حد ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور اکثر اس طرح ارشاد فرماتے تھے کہ حضرت افضل التارکین کی نیاز فاتحہ اس خاندان کی واجبات سے ہے کیونکہ بجز آل کے حضرت کی اولاد باقی نہ رہی اور ہم سب حضرت کے غلاموں سے ہیں۔

صاحب لطائف یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت کے زمانہ حیات میں سکندر ثانی بن سلطان محمود بن علی عادل شاہ کی سلطنت قائم تھی بادشاہ مذکور کے آپ کی جناب میں تعلقات نہ تھے اس کا ایک سبب اختلاف مذاہب تھا کیونکہ بادشاہ مذکور شیعہ امامیہ سے تھا اور اس کی دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت نے اسکو وہ موتی عطا نہ فرمایا تھا جسکی حکایت اوپر گذر چکی ہے۔

بادشاہ کے پاس ایک سفید بدمست ہاتھی تھا جسکو وہ بہت چاہتا تھا اسکو ہفت ہزاری منصب عطا کرکے فرعون کے خطاب سے پکارتا تھا وہ اگر لوگوں کا خون بھی کردیتا تو بادشاہ معاف کردیتا تھا ہفتہ میں ایک دفعہ اسے سیر کے لئے صحرا میں لے جایا جاتا تھا اور اس دن کوئی شخص گھوڑے پر سوار ہوکر اسکے سامنے نہیں آسکتا تھا کیونکہ وہ گھوڑوں کا دشمن تھا۔ جہاں کہیں گھوڑے کو دیکھتا تو اس کا تعاقب کرکے اسے ہلاک کردیتا تھا اور جب تک اس گھوڑے کو ہلاک نہ کردیتا دانہ بھی نہ کھاتا تھا لیکن حضرت افضل التارکین اس روز گھوڑے پر سوار ہوجاتے اور شمشیر یا نیزہ ہاتھ میں لے کر فرماتے کہ آج فرعون باہر آرہا ہے موسیٰ کو چاہیئے کہ اسکا مقابلہ کرے آپ گھوڑا دوڑاتے اسکا تعاقب کرتے ہرچند متعین لوگ منع کرتے لیکن حضرت نہ مانتے اور بجلی کی طرح اسکے سامنے سے گذرتے اور بسرعت تمام قریب پہونچ کر شمشیر یا نیزہ سے ضرب لگاتے ۔

وہ اس طرح مفلوج ہو جاتا کہ گھوڑے کی گرد پا کو بھی نہیں پہونچ پاتا۔ بے دست و پا اپنی جگہ کھڑا کا کھڑا رہ جاتا۔ حضرت پھر دوسری طرف سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے آتے اور اسکی پیٹھ پر شمشیر سے ضرب لگاتے ایک دفعہ اس نے تعاقب کی کوشش کی لیکن اسے مایوسی سے ہمکنار ہونا پڑا۔ ماحصل کلام یہ کہ اس روز آپ کو صبح سے شام تک یہی شغلہ رہتا اس روز ایک عالم تماشہ دیکھنے اور آپ کی قدرت کاملہ کے معائنہ کے لئے دار الظفر بیجاپور کی فصیل کے پاس جمع ہو جاتا اور اس عجوبہ کا مشاہدہ کرتا۔ الغرض ہفتہ میں ایک روز حضرت کا یہ معمول مستمرہ تھا۔ جب آپ اس روز شام میں گھر تشریف لاتے تو فرماتے کہ ہر فرعون کے لئے ایک موسیٰ ہوتا ہے۔

صاحب لطائف یہ بھی تحریر کرتے ہیں ایک روز اہل جفر میں سے ایک شخص حضرت کے امتحان کے لئے آیا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت کو علم جفر میں مہارت تام حاصل ہے اس میں سے کچھ بیان فرمائیں اور کچھ عملاً کر دکھائیں آپ نے فرمایا کہ فقیر کو ایک زمانہ میں اس علم کی مشق تھی لیکن اب ایک عرصہ ہو چکا ہے جسکے باعث اس کے قواعد ذہن سے نکل گئے ہیں خیر تمہاری خواہش کا پاس رکھتے ہوئے کچھ کر دکھاتا ہوں اس کے بعد اپنے خادموں سے فرمایا کہ حلوا فروشوں کی دوکان سے چند لوہے کے پیالے لے آؤ جب یہ حاضر کئے گئے تو آپ نے اس میں علم جفر کی رو سے کچھ نقوش رقم فرمائے اور صحرا میں بلند درختوں سے انکو لٹکا دیا فوراً وہ سارے پیالے سونے کے ہو گئے اور ان سے زر سرخ برآمد ہوتے شروع ہوئے یہاں تک کہ پیالے تمام کے تمام اس سے بھر گئے۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ اے فلاں تضاعف علم جفر کے باوجود اس قاعدہ بسیطہ کا ظہور دیکھ لیا وہ شخص لرزہ براندام ہو گیا درجہ نادم ہو گیا اور حضرت کے قدموں پہ گر پڑا حضرت افضل التارکینؒ نے یہ دیکھ کر احبہ کو طلب کیا اور ارشاد فرمایا کہ ان پیالوں کو فلاں کنویں میں پھینک دیا جائے احبہ نے ایسا ہی کیا۔

صاحب لطائف رقمطراز ہیں کہ حضرت افضل التارکین کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی شخص دار الظفر بیجاپور سے حیدر آباد جاتا اور رخصت لینے کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ فرماتے جب شہر حیدر آباد پہونچنا تو وہاں میری جانب سے برادرم محی الدین ثانی کو سجدۂ تحیت بجا لانا اور جب کوئی شخص حیدر آباد سے بیجاپور جا رہا ہوتا تو اسی طرح حضرت شاہ محی الدین ثانی فرماتے اگر تم حضرت افضل التارکین کی خدمت میں پہونچو تو میری جانب

سے سجدہ تحیت بجالانا۔

مولف عاصی عرض پرداز ہے کہ دونوں حضرات میں حقیقی بھائی ہونے کے باوجود موافقت اور اداب طریقت حد سے زیادہ تھے اور یہ دونوں ایک دوسرے کو مراتب تحیت بجالاتے تھے جیسا کہ گذر چکا ہے۔

صاحب لطائف کا یہ بھی بیان ہے کہ شاہ امین الدین علی اعلا علیہ الرحمہ حضرت افضل التارکین رحمۃ اللہ علیہ کے معاصرین متاخرین سے تھے یہ دونوں تبرک بیجاپور میں شہرت تامہ کے حامل تھے۔ راوی کا کہنا ہے کہ ایک روز حضرت افضل التارکین اپنے ایک خادم کے گھر تشریف لے گئے اتفاقاً آپ کا حضرت شاہ امین الدین علی کے سامنے سے گذر ہوا حضرت امین الدین اعلا مجذوب سالک تھے وہ آپ کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے وہاں سے گذر جانے تک اسی طرح کھڑے رہے جب حضرت تشریف لے گئے تو شاہ امین علی اعلا حضرت افضل التارکین کے گھر گئے گھر کے صحن میں حضرت افضل التارکین کے صاحبزادے شاہ عبداللطیف ثانی بہ تقاضائے طفولیت کھیل میں مصروف تھے وہ ان کو اٹھا کر اپنے گھر لے آئے اور کہنے لگے ان کو کسی ولایت کا قطب مقرر کیا جائے اور کبھی فرماتے ان کے پدر بزرگوار کیا فرماتے ہیں اس گفتگو میں مصروف تھے کہ حضرت افضل التارکین خانقاہ میں رونق افروز ہوئے جب آپ کو صورتحال معلوم ہوئی تو راوی کے بیان کے مطابق بشدت جلال شمشیر حمائل کئے ہوئے باہر نکل پڑے اور مجذوب مذکور کے مکان پہونچے یہ اپنے کلام میں مصروف تھے حضرت افضل التارکین نے اپنے فرزند ارجمند کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا یہ فقیر زادہ ہے اس کی قسمت کا فیصلہ اس کے ظہور سے پیشتر ہی ہو چکا ہے آپ تکلیف نہ فرمائیں الغرض شاہ امین الدین علی اعلا جو تعظیماً کھڑے ہو گئے تھے اسی طرح کھڑے رہے اور کچھ نہ کہا اور حضرت افضل التارکین اپنے صاحبزادے کا ہاتھ پکڑے ہوئے اپنے گھر لوٹ گئے۔

لطائف قادری میں یہ بھی مذکور ہے کہ جب افضل التارکین شہر دار الظفر بیجاپور تشریف لائے تو حضرت شاہ محمد مدرس سے ملاقات فرمائی اور ان سے موضع راگمیر میں گوسائیں مذکور کے ساتھ گذرا ہوا واقعہ کہہ سنایا اور کہا کہ فقیر کو کفرۃ الفجر سے ایسا واقعہ پیش آیا اور فقیر نے ان سے ایسا کہا اب تائید باطنی کی ضرورت ہے حضرت شاہ محمد مدرس کے توجہ فرمائی اور ان کا فران ساحران کا سب مقابلہ کیا۔ بالآخر حضرت افضل التارکین نے اس سرزمین کو قوت ولایت سے مسخر کر دیا۔

اور تمام گوسائیں فرار ہوگئے حضرت نے اسکے بعد اسی مقام پر سکونت اختیار کرلی جو آج تک اللہ پور یا علی پور دروازہ کے نام سے مشہور ہے جب حضرت کا انتقال ہوا تو آپ کے ارشاد کے مطابق جس کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے آپ کو اسی جگہ مدفون کیا گیا۔

راوی کہتے ہیں کہ آپ کے کمالات اور خوارق عادات کی کوئی حد یا حصر نہیں۔ یہ ایک زندہ کرامت ہے کہ اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو حضرت افضل التارکین کے نام پر دستک دے کر اگر اس طرح کہدیا جائے کہ اے حضرت شاہ موسیٰ فلاں چیز گم ہوگئی ہے دلا دیجئے تو اسی وقت وہ چیز مل جاتی ہے۔ اس کا بارہا امتحان ہو چکا ہے۔

الغرض آپ کے مناقب قید تحریر سے باہر ہیں آپ کو ایک صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں ان میں سے ایک صاحبزادی شاہ زین الدین بن میراں سید شاہ محمد مدرس سے منسوب تھیں۔ حضرت افضل التارکین کی وفات بتاریخ ۱۴ جمادی الثانی سنہ ۱۰۸۲ھ واقع ہوئی۔ آپ کی مزار مبارک شہر دار الظفر بیجاپور علی پور دروازہ کے متصل ایک چبوترہ پر زیارت گاہ خلائق ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شرف المعاصر افضل المظاہر قطب دوائر سیدنا سید شاہ طاہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کا لقب شاہ حضرت قادری ہے آپ سید الابدال عالی جناب لطیف لا اُبالی کے چوتھے صاحبزادے تھے۔ صاحب لطائف قادری کہتے ہیں کہ جب آپ متولد ہوئے اور جہان تاریک کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے منور کیا تو حضرت لا اُبالی اپنے معمول مستمرہ کے بموجب تشریف لائے اور تکبیر و قامت کے بعد فرمایا کہ میرا فرزند سید طاہر فلاں وقت فیض اویسیہ بلا واسطہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے حاصل کرے گا۔ اور مرتبہ غوثیت پر بدرجہ کمال فائز ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ پر فتوحات کے دروازے کھل گئے جس کی

حکایت آگے نقل کیجائے گی ۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ کامل بیس ۲۰ سال تک اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں رہے۔ اکثر اوقات حضرت سید الابدال عالی کی خدمت میں بھی رہا کرتے تھے۔ اگرچہ کہ آپ نے بظاہر اپنے پدر بزرگوار سے بیعت کامل کی اور نہ خرقہ زیب تن کیا لیکن کمالات باطنی جناب عالی لاابالی سے حاصل کیا تھا کمال ظاہری یعنی علم دعوت میں بھی اپنے پدر بزرگوار سے سند حاصل کی تھی اور جناب لاابالی نے رحلت سے قبل آپ کو وظائف خاص کے چند جلدیں مع جزدان آپ کو مرحمت فرمائی تھیں لیکن شاہ عبداللہ صاحب نے اپنے پدر بزرگوار کے انتقال کے بعد آپ کے طلب کرنے پر وہ وظائف نہ دیئے جب شاہ حضرت قادری نے اپنے برادر بزرگ سے وظائف و اوراد دینے کی استدعا کی تو شاہ عبداللہ صاحب نے تامل کیا اور کہا کہ اس علم کے استعمال کے لئے استعداد کامل کی ضرورت ہوتی ہے اگر پھر بھی تم یہ لینا چاہتے ہو تو جناب والد ماجد کی روحانیت سے متوجہ ہوں اور میں بھی حضرت کی روحانیت کی جانب متوجہ ہو کر بعد اجازت تم کو یہ چیزیں حوالہ کر دوں گا۔ الغرض اس جواب سے شاہ حضرت قادری کشیدہ خاطر ہوگئے اور چاہا کہ کسی جگہ تشریف فرما ہو جائیں اسی ارادہ میں تھے کہ مسعود خاں کی جانب سے آپ کو طلب کیا گیا جو عبدالوہاب کا غلام تھا۔ جس کی گنبد قمر نگر میں واقع ہے عبدالوہاب ملک ریحان کا غلام تھا اور ملک ریحان بادشاہ علی عادل شاہ کا وزیر تھا۔

راوی کا بیان ہے جب عبدالوہاب کرنول میں حاکم ہوا تو روضہ سید الابدال کے متصل سکونت اختیار کرنی اور اپنی گنبد بھی روضہ مبارک کے قریب تیار کروائی مسعود خاں کو ایام طفولیت سے ہی شاہ طاہر قادری کی خدمت میں رسوخ اعتقاد تھا۔ اس وقت حضرت بھی خورد سال تھے ہم عمری اور مکان کے قریب ہونے کی وجہ سے مسعود خاں کو حضرت سے محبت اور اعتقاد کامل حاصل تھا اور وہ اکثر اوقات حضرت کے پاس آیا کرتا تھا اور آپ سے التجا کرتا تھا کہ حضرت میرے حق میں ایسی دعا کریں کہ بندہ کسی جگہ حاکم ہو جائے اگر ایسا ہو جائے تو بندہ حضرت کی خدمت گذاری میں دل و جان سے مستعد، جان نثار اور سرگرم ہو جائے گا۔ حضرت نے بھی اسے بارہا یہ نوید دی تھی ۔ الغرض جب عبدالوہاب فوت ہوا تو مسعود خاں شاہ حضرت قادری کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض مطلب کیا آپ نے فرمایا مسعود خاں میرے دو قول تعلیق لو اور امتیاز نگر عرف

ادونی جاؤ کہ وہاں کی حکومت تمہارے نصیب میں ہے مسعود خاں نے آپ کے دونوں نعلین سر پر لئے اور ایک جمعیت قلیل کے ساتھ امتیاز نگر طرف ادونی روانہ ہوا۔ جب قریب بلدہ پہونچا تو وہاں کے حاکم کے لوگ اسکو داخل ہونے سے منع کرنے لگے مسعود خاں نے حسب ارشاد حضرت ممدوح نعلین مذکورین ان لوگوں کو دکھلائے جس پر وہ لوگ ساکت وصامت ہوگئے۔ الغرض جو کوئی اس کے مقابلہ یا مواجہہ کے لئے آتا نعلین کو دیکھ کر خاموش ہوجاتا۔ تاآنکہ مسعود خاں حاکم کے گھر میں داخل ہوگیا اور اسکو معزول کر کے قلمرو نے ملک ادونی پر قابض اور مالک ہوگیا۔ بعد ازاں اس نے حضرت سے بھی استدعا کی جس پر شاہ حضرت قادری ادونی روانہ ہوئے۔ جب مسعود خان نے حضرت کے آنے کی خبر سنی تو استقبال کے لئے نکلا اور با اعزاز واحترام حضرت کو اپنے گھر لے گیا اور آپ کے رہنے کے لئے ایک مقام معین کر دیا اس کی عقیدت میں رسوخ روز افزوں ہوتا رہا اور وہ ہمیشہ آپ کی غلامی میں حاضر باش رہا۔ کرتا تھا۔ حضرت بجز ایک دو بار کے اسکے گھر تشریف نہ لے گئے۔ ایک عرصہ دراز تک اس نے وہاں حکومت کی۔ اتفاقات زمانہ سے چند ایام بعد بادشاہ عالمگیر نے اپنے بیٹے اعظم شاہ کو اپنے وزیر غازی الدین خان فیروز جنگ کے ساتھ مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے ملک دکن روانہ کیا۔ غازی الدین خاں نے کئی ممالک کی تسخیر کے بعد امتیاز نگر کا رخ کیا جو دار الظفر کے مضافات میں واقع ہے وہاں پر حاکم وقت مسعود خان سے لڑائی ہوئی۔ کہتے ہیں کہ جب مسعود خان کو قید کر لیا گیا تو اسی وقت وہاں سے اسکا تصرف برخاست ہوگیا۔ حضرت شاہ طاہر قادری نے فرمایا کہ مسعود خاں ہمارا خادم تھا جو قید کر لیا گیا اب ایک نیا حاکم آیا ہے اسلئے ہمارا یہاں رہنا ضروری نہیں۔ لہذا آپ نے قمر نگر کا عزم کیا اور شہر سے روانہ ہو کر متصل قلعہ قیام کیا آپ کو رخصت کرنے کے لئے مریدین اور معتقدین کی ایک کثیر تعداد وہاں حاضر ہوئی یہ صورتحال غازی الدین خان فیروز جنگ کو پہونچی مسعود خاں کے مرشد یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔ غازی الدین خاں نے مسعود خاں کے پاس کہلا بھیجا کہ تمہارے مرشد یہاں سے جا رہے ہیں اور میں ان سے ملنا چاہتا ہوں مسعود خاں نے کہا کہ جب تک میں یہاں حاکم تھا وہ کبھی میرے گھر تشریف نہ لائے اب اگر تم حضرت کو طلب کرنا چاہو تو بھی وہ نہ آئیں گے۔ غازی الدین خان نے کہا کہ مسعود خان تم ہماری جانب سے جاؤ اور حضرت کو ہم سے ملاقات کے لئے راضی کرو۔

انشاء اللہ تعالیٰ میں ان سے ملنے کے لئے جاؤں گا حاصل تحریر یہ کہ مسعود خاں حضرت کی خدمت میں غازی الدین خان کے لوگوں کے ساتھ حاضر ہوا اور عرض کی۔ حضرت نے عذر کیا اور فرمایا کہ فقیر اس سے طلب دنیا کا ارادہ نہیں رکھتا اور وہ مجھ سے طالب عقبیٰ نہیں۔ اسلئے طرفین کی ملاقات سے کیا فائدہ۔ کوئی فائدہ نہیں۔ مسعود خاں نے التماس کی کہ حضرت کی اس ملاقات میں غلام کی کار اجرائی ہو سکتی ہے اور حضرت اس کے حاضر ہونے میں میرے متعلق کچھ فرما سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میری ملاقات سے تمہارا کام نکل سکتا ہے تو مضائقہ نہیں الغرض مسعود خاں نے حضرت کو راضی کر کے غازی الدین خاں کو اطلاع دی۔ خان مذکور دوسرے روز سوار ہوا اور مسعود خاں کو ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور با دب بزرگانہ شرف ملاقات حاصل کی۔ حضرت نے مسعود خاں کے متعلق غازی الدین خاں فیروز جنگ سے سفارش فرمائی جسے فیروز جنگ نے قبول کیا بعد ازاں غازی الدین خاں نے عرض کیا کہ میں نے آپ کے خدام سے سنا ہے کہ حضرت یہاں سے تشریف لیجا رہے ہیں۔ میری یہ عرض ہے کہ آپ کے قدوم موجب برکت ہیں آپ جہاں چاہیں رونق افروز ہو سکتے ہیں مسعود خاں نے کہا کہ میرا مکان سکونت حضرت کے لائق ہے میں نے اسے بادشاہ سے رقم دے کر خرید لیا ہے اور وہ سرکاری ملک نہیں آپ نے فرمایا کہ فقیر فقیر ہے تمہارا گھر امراء کا ہے اگر آج میں وہاں سکونت اختیار کر لوں تو کل کوئی دوسرا شخص مجھ سے لے لیگا۔ مسعود خاں نے پھر عرض کیا کہ میرا مکان بادشاہی انعام کی طرح ہے میں نے اس کے عوض لاکھوں روپے سلطان کو دے کر اسے اپنی ملک کر لیا ہے وہاں حاکم کے حکم کا دخل نہیں۔ غازی الدین خاں نے کہا کہ اگر حضرت قبول فرمائیں تو حضرت کی سند ملکیت قاضی کی، اپنی اور مسعود خاں کی مہریں ثبت کر کے آپ کی خدمت میں حاضر کرتا ہوں۔ شاہ حضرت قادری نے سکونت اختیار کی۔ اسی وقت مسعود خاں نے سند پر پہلے اپنی مہر ثبت کی پھر اس کے بعد قاضی اور خان موصوف کی مہریں ہوئیں۔ مقصود سخن یہ کہ اسی وقت سے شاہ حضرت قادری سے غازی الدین خاں فیروز جنگ کی ارادت اور رسوخ اعتقاد کی بنیاد پر امتیاز نگر عرف بابا نگر میں سکونت پذیر ہو گئے۔ غازی الدین خاں کو آپ سے کمال عقیدت پیدا ہو گئی وہ اکثر آپ کے پاس آیا کرتا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ غازی الدین خان مذکور سے حضرت کے کمالات اور فضائل سنکر شاہزادہ

اعظم شاہ بھی آپ کا معتقد ہو گیا۔ اکثر خاں معز اور برخوردار خاں کی ایما پر رسل و رسائل کا بھی تبادلہ ہوا اور اس نے ملاقات بھی کرنی چاہی لیکن حضرت نے قبول نہ کیا اور دعائے غائبانہ اور خط کے جواب پر ہی اکتفا کیا ایک روز اعظم شاہ نے برخوردار خاں سے کہا کہ میں شاہ حضرت بنیادی سے ملاقات کا ارادہ رکھتا ہوں آج میری سواری قلعہ کی سیر کے لئے جائیگی اثناء راہ میں حضرت کا مکان واقع ہے تم حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر دو شیشے گلاب اور دو جلد کتاب جن میں سے ایک ملفوظ غوث الثقلین رضی اللہ عنہ اور دوسری تفسیر کلام شریف ہے حضرت کو میری جانب سے نذر کرو اور میری ملاقات کی تمنا کا ذکر کرو۔ کسی طرح حضرت کو راضی کر کے آؤ اور مجھے اطلاع دو تاکہ میں بوقت واپسی سواری سے اتر کر حضرت شاہ صاحب سے ملاقات کروں۔ برخوردار خاں حاضر خدمت ہوا اور شاہزادہ کا معروضہ سنایا اور ہدیہ پیش کیا۔ حضرت نے گلاب کے شیشوں پر ایک نظر ڈالی اور فرمایا کہ یہ خوشبو ہے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا آپ نے اپنے خدام کو طلب کر کے وہ شیشے ان کے حوالے کر دئے اور کتابیں مذکورین میں سے ملفوظ حضرت غوث الثقلین اپنے پاس رکھ لیا اور فرمایا کہ یہ ہمارے جد شریف کا کلام ہے۔ ملاقات کی خواہش میں فرمایا کہ فقراء سے ملاقات کا مقصد دعائے خیر کا حصول ہوتا ہے اور اس کے لئے ملاقات اور عدم ملاقات یکساں ہے فقیر حاضر و غائب داعی بالخیر ہے۔ ملاقات کی ضرورت نہیں۔ برخوردار خاں نے اشتیاق ملاقات ظاہر کرنے میں مبالغہ سے کام لیا۔ آپ نے فرمایا کہ فقیر نے پاس آبرو سے مکان کی دیوار بلند کی ہے اگر اعظم شاہ دروازہ سے آنا چاہتا ہے تو فقیر دیوار سے کود کر باہر ہو جائیگا۔ اگر فقیر کے اعضاء و جوارح ٹوٹ جائیں اور جراحت کی نوبت آئے تو یہ ظلم تمہاری گردن پر ہوگا۔ الغرض برخوردار نے حضرت کی مرضی نہ دیکھ کر اعظم شاہ سے کہا کہ شیخ باقدرت ہیں ان کی مرضی کے خلاف کرنا خلاف مصلحت ہے۔ اس روز سے اعظم شاہ نے حضرت سے ملاقات کا ارادہ نہ کیا۔ ضرورت کے موقع پر عریضہ روانہ خدمت کر دیتا اور حضرت بھی جواب باصواب تحریر فرما دیتے انشاء اللہ تعالیٰ یہ آگے نقل کئے جائینگے۔

راوی الحکایت کا بیان ہے کہ غازی الدین خان فیروز جنگ نے اپنے لڑکے نظام ا کو جو سات سالہ تھا آپ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ میرا یہی ایک لڑکا ہے حضرت دعا فرمائیں کہ صاحب نصیب ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ حضرت نے اسکو اپنی فرزندی میں قبول کیا اور اسکی پیٹھ پر

ستر دفعہ فتح لکھدیا اور فرمایا کہ یہ لڑکا ہمیشہ مظفر رہے گا اور کبھی شکست سے دوچار نہ ہوگا

مؤلف عاصی رقمطراز ہے کہ بسند صحیح منقول ہے کہ ستر مقامات پر آصف جاہ نے فتح و نصرت حاصل کی آصف جاہ کو اجازت سیفی بھی حاصل تھی جو حضرت نے غازی الدین خان فیروز جنگ کو عطا کی تھی بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ اجازت اسے بلاواسطہ خود حضرت سے حاصل تھی شاید ایام بلوغت میں حاصل کی ہو۔ حاصل تحریر یہ کہ غازی الدین خان دکن میں تھے کہ بادشاہ سلطان محی الدین عالمگیر افواج قاہرہ کے ساتھ دکن پہونچا۔

غازی الدین خان نے حضرت کے فضائل اور کمالات بادشاہ سے کہہ سنائے۔ عالمگیر کو حضرت کی ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا۔ غازی الدین خان نے کہا کہ یہ درویش مستغنی ہیں اور قدرت کاملہ کے حامل ہیں ملاقات نہیں فرمائیں گے۔ اور اعظم شاہ سے ملاقات نہ کرنے اور خود اپنی مشروط ملاقات کا ذکر کیا۔ بادشاہ کا اشتیاق اور بڑھ گیا۔ اپنے حواشی سے کہا کہ آپ کی تصویر کھینچ کر لائی جائے جب تصویر حاضر کی گئی تو قاضی دیر تک ملاحظہ کرنے کے بعد کہنے لگا کہ بے شک شیخ پر غضب ہیں۔ پس اس نے عزم ملاقات موقوف کیا لیکن غائبانہ طور پر آپ کی خدمت میں راسخ العقیدہ رہا۔ حضرت کی رحلت کے بعد شاہ حضرت قادری کے فرزند سے ملاقات کی اور تمام چودہ صاحبزادوں کی تواضع کے بعد کہا کہ دکن کے مشائخ جاہل ہیں اور طالب عزت ہیں لیکن شاہ حضرت کے صاحبزادے ایسے نہیں ان چودہ صاحبزادوں کی اولاد آج بھی کلور علی نبڈہ وغیرہ میں موجود ہے۔

صاحب لطائف قادری یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عالی لاابالی نے وفات پائی تو شاہ حضرت قادری نے اپنی والدہ شریفہ کے ساتھ اپنے جدمادری وغیرہ سے ملاقات کی غرض سے جو ادونی میں سکونت پذیر تھے اپنے برادر بزرگ سے رخصت لیکر ادونی روانہ ہوئے اثنائے راہ میں والدہ ماجدہ نے رحلت فرمائی حضرت نے انکو ایک مقام پر دفن کر دیا اور بعد ازاں خود مسعود خاں کی تلاش میں امتیاز گڑ تشریف لے گئے اور وہیں سکونت اختیار فرمائی اور وہاں مکان بنا کر والدہ شریفہ کے جسد اطہر کو اس مقام مذکورہ سے نکال کر اس مقام پر منتقل فرمایا جہاں اب حضرت کا روضہ مبارکہ واقع ہے۔

ماں صاحبہ مذکورہ کو اپنے چھوٹے صاحبزادے سے اس درجہ کمال شفقت تھی کہ آپ ایک لمحہ

کے لئے بھی اپنے فرزند کو دیکھے بغیر نہ رہ سکتی تھیں آخر انہوں نے صاحبزادے کی بیعت اختیار فرمائی اور ایک ہی مکان میں اپنے فرزند کے ساتھ مدفون ہوئیں۔

جب حضرت اودونی میں رونق افروز ہوئے اور آپ کی مشیخت و بزرگی شہرہ آفاق ہو گئی تو اکثر بزرگان معاصرین مثلاً شیخ فرید شاہ عبدالسلام، شاہ نور عالم، سید داؤد عرف سید دادل سید راجی صاحب وغیرہم نے آپس میں گفتگو کی اور کہا کہ حضرت نے اپنے والد سے بیعت حاصل نہ فرمائی اور کسی اور جگہ بھی دست بیعت حاصل نہ کیا لیکن احکام مشیخت پر کاربند ہیں۔ یہ مقام استعجاب ہے ہوتے ہوتے یہ بات شاہ حضرت قادری تک پہونچ گئی آپ نے جب یہ کلمات سنے تو تجلی اسم جلال کے تحت فرمایا کہ فقیر بے مقدور ہے اگر بالفعل تم میرے پدر بزرگوار سے رسم بیعت ضروری خیال کرتے ہو تو حضرت عالی لاابالی بچشم ظاہر تمہاری نظروں کے آگے نمایاں طور پر مجھ کو بیعت سے سرفراز فرمائیں گے لیکن میں اویسی القادری ہوں کہ مجھے بلا واسطہ حضرت دستگیر عالم غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے دست بیعت سے سرفراز فرمایا ہے لوگوں نے یہ گفتگو ان حضرات تک پہونچا دی کہ شاہ حضرت قادری یوں فرماتے ہیں۔ ان شیوخ زمانہ نے کہا کہ یہ معمہ اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتا جب تک کہ مشاہدہ نہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ جس کسی کو شبہ ہے وہ سامنے آئے تاکہ اس پر یہ صورتحال مکشوف ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ بعض اشخاص برائے امتحان مقرر ہوئے جب وہ آپ کے سامنے پیش ہوئے تو شاہ حضرت قادری نے ان لوگوں کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک رکھا جس کے ساتھ ہی ان کو کشف حجاب ہونے لگا۔ ان تمام نے خود کو روضہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ میں پایا اور دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین رضؓ قبر شریف سے برآمد ہو کر شاہ حضرت قادری کو بیعت سے سرفراز فرما رہے ہیں۔ اور تمام لوازم بیعت موجود ہیں اس کے بعد مراتب تلقین وغیرہم بھی طے پائے بعد ازاں جب ان لوگوں کو افاقہ ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ شاہ حضرت قادری کے گلے میں وہی ہار موجود ہیں آپ کی دستار مبارک پر طرہ گل اور جبہ مبارک پر صندل کے نشان موجود ہیں ان تمام اشخاص نے سر ارادت زمین پر خم کر دیا اور شاہ حضرت کی کمال ولایت کے معترف ہو گئے۔ بعض حاسدین نے انحراف کیا جنکی نسل آج بھی موجود ہے اخذھم اللّٰہ نکال الآخرۃ۔

مولف عاصی عرض پرداز ہے کہ باوجودیکہ آپ کو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ سے بیعت

باطنی حاصل تھی لیکن آپ نے کسی کو دست بیعت اور خرقہ خلافت مرحمت نہ فرمایا یہاں تک کہ اپنے صاحبزادوں کو بھی اجازت بیعت عطا نہ فرمائی۔ جب ان صاحبزادوں نے نعمت طلب کی تو آپ نے انہیں اپنے فیوضات معنوی سے بہرہ مند کرنے کے بعد فرمایا کہ بیعت اپنے چچا سے حاصل کرو چنانچہ آپ کے ان چاروں صاحبزادوں نے جو اس وقت سن شعور کو پہونچ چکے تھے۔ حضرت شاہ عبداللہ صاحب قبلہ سے دست بیعت اور خرقہ خلافت اجدادیہ حاصل کیا۔

بعض دیگر راویوں کا بیان ہے کہ آپ نے چند اصحاب مسعود خاں، سیدی عنبر وغیرہما کو سلسلۂ اویسیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف فرمایا تھا لیکن خرقۂ اجازت سے کسی کو سرفراز نہ کیا۔ مسعود خاں آپ کے مقبول ترین مریدوں سے تھا چنانچہ آپ خود رسالہ کنز النفائس میں فرماتے ہیں۔

نظم

امیر خادمم مسعود خاں است — ذکر پیر علم داں و نکتہ داں است
نہ فعل آید ازو لاغم شریعت — نہ بنماید بجز راہ طریقت
بپالیش گرچہ دنیا سر نہادہ — دلے او دل بدست دیں بدادہ

لطائف قادری میں یہ بھی بسند صحیح منقول ہے کہ شاہ حضرت قادری کا یہ معمول تھا کہ آپ اپنے خادمین سے کچھ نذر قبول نہ فرماتے تھے اگرچہ کہ آپ کے ارادت مند بعجز تمام آپکو نذر گذرانتے تھے۔ مسعود خاں کی تمام عمر یہ آرزو رہی کہ آپ کبھی اسکی نذر قبول فرمائیں۔ حضرت کے اخراجات توکل کے پابند تھے اور آپ کبھی کسی کے محتاج نہ رہے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب حضرت کو کوئی شئے مطلوب ہوتی یا آپ کی اہلیہ مبارکہ آپ سے کسی حوائج بشری کا اظہار کرتیں تو شاہ حضرت قادری فرمایا کرتے تھے کہ خدائے تعالیٰ قادر ہے وہی کچھ اسباب مہیا کر دے گا۔ کہتے ہیں کہ آپ کے اس ارشاد کو تھوڑی دیر نہ گذرتی کہ مردانِ غیب سے کوئی شخص آپ کے دروازۂ مبارکہ پہ حاضر ہوتا اور دستک دیتا آپ اپنے گھر کی خادمہ سے فرماتے کہ جاؤ وہ شخص جو دروازہ پر کھڑا ہے کچھ نقد رقم دے گا لے آؤ اور اس سے کچھ پوچھنے کی کوشش نہ کرو۔ الغرض خادمہ دروازہ پہ جاتی اور وہ بوڑھا آدمی جو آپ کے درِ اقدس پہ ایستادہ ہوتا کچھ نقد رقم خادمہ کے حوالے کر دیتا جو سفید کپڑے میں باندھی ہوئی رہتی۔ شاہ حضرت قادری وہ رقم اپنی اہلیہ کو دے کر فرماتے کہ جب یہ خرچ ہو جائے اور اس میں سے کچھ باقی نہ رہے تو

پھر طلب کر لینا باب فتوح پھر کشادہ ہو جائیگا اس درمیان میں دست طلب دراز نہ کرنا۔ مانصاحبہ جو حضرت کی مزاج سے اچھی طرح واقف تھیں آپ کے حکم کی تعمیل فرماتیں۔ ایک روز انہوں نے بدستور عرض کیا کہ آج کچھ رقم برائے خرچ باقی نہیں۔ حضرت نے فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ مہیا ہو جائے گی آپ کے اس ارشاد کو ایک عرصہ گذر گیا اور فتوحات غیبی کے آثار نمودار نہ ہوئے آپ نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ اب تک امین خزانہ الٰہی حاضر نہیں ہوا شاید کچھ رقم بچ رہی ہے جب مانصاحبہ نے کافی تفحص کیا تو ایک روپیہ تہہ خانہ میں سے برآمد ہوا آپ نے فرمایا کہ یہی ایک روپیہ فتوحات غیبی کے لئے سد راہ بنا ہوا تھا جلد از جلد کسی کے حوالے کر دو تاکہ بسرعت دریائے فتوحات مفتوح اور جاری ہو جائے الغرض اس روپیہ کو صدقہ کر دیا گیا اور اسکے بعد حسب دستور ایک بوڑھا آدمی حاضر ہوا اور فتوحات حاصل ہوئیں۔

راوی مذکور یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک شخص شاہ حضرت قادری کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میری دو ناکتخدا بیٹیاں ہیں آپ کچھ عنایت فرمائیں تاکہ کار خیر سے فراغت حاصل ہو۔ آپ نے فرمایا میں جو کچھ کہوں تم اس پر عمل کرنا اس نے قبول کیا آپ نے فرمایا یہ خشک لکڑی اپنے گھر لے جاؤ اور دروازہ کے پاس رکھدو۔ پھر بطہارت تم حصار میں بیٹھ کر فلاں دعائے دعوت کا ورد کرو ایک شیر آئے گا اور تم پر حملہ آور ہوگا خوف نہ کرو کیونکہ وہ اندرون حصار داخل نہ ہو سکیگا لیکن جب وہ حصار کے قریب پہونچے تو اس لکڑی سے اس پر ضرب لگاؤ قدرت الٰہی نمودار ہو جائیگی اور تمہاری حاجت برآری ہوگی اس شخص نے کہا کہ یہ کام مجھ سے نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اگر کوئی بلا تم پر اسی طرح حملہ آور ہو تو کیا تم اس کو مار سکتے ہو۔ اس شخص نے کہا کہ ہاں یہ ممکن ہے۔ آپ نے فرمایا جیسا میں نے کہا ہے ویسا ہی عمل کرو۔ کہتے ہیں کہ وہ شخص گھر لوٹا۔ اور آپ کے ارشاد کے مطابق عمل آور ہوا جس پر ایک ہیبت بلا برآمد ہوا۔ اور اس شخص پر حملہ آور ہوا جب وہ حصار کے قریب پہونچا تو اس شخص نے اس لکڑی سے بلے پر ضرب لگائی فوراً بلا سونے میں تبدیل ہو گیا وہ شخص شاہ حضرت قادری کی خدمت میں حاضر ہوا اور صورتحال بیان کی آپ نے فرمایا تمہارے قسمت میں یہی مقدار تھی لے لو اور اپنی لڑکیوں کے کار خیر میں صرف کرو۔

راوی کا بیان ہے کہ اس شخص نے اپنی بیٹیوں کی شادی کر دی اور بقیہ عمر آرام و راحت میں بسر کی

الغرض شاہ حضرت قادری کے کمالات قید تحریر میں نہیں آسکتے۔

راوی صحیح الروایت کہتے ہیں کہ جب آپ شہر ادونی میں تشریف فرما ہوئے اور آپکی مشیخت وبزرگی کی وہاں شہرت تامہ حاصل ہوئی تو بعض حاسدوں نے آپ پر جادو کر دیا جس سے حضرت کی مزاج عالی کسلمند ہوگئی کوئی دوا کارگر نہ ہوئی۔ آپ کی بیماری کا حال بھی عجیب تر ہے یعنی جب صبح ہوتی تو آپ کا دہن مبارک کھلنا شروع ہوتا جیسا جیسا دن چڑھتا جاتا آپ کا منہ کھلتا جاتا یہاں تک کہ جب دوپہر ہوتی تو حضرت کا دہن مبارک اتنا کشادہ ہو جاتا کہ اس سے آپ کے دل و جگر نمایاں طور پر نظر آنے لگتے زوال کے بعد اسی طرح منہ بند ہونے لگتا اور مغرب ہونے تک پوری طرح بند اور صحیح وسالم ہو جاتا۔ ایک مدت گذرنے کے بعد آپ کو صحت نہ ہوئی کامل ایک سال اس حالت میں گذرنے کے بعد شاہ حضرت قادری نے اپنے والد ماجد کو خواب میں دیکھا کہ حضرت لاابالی فرما رہے ہیں کہ بابا تمہارا مرض بدنی نہیں ہے ایک شخص نے تم پر سحر کر دیا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ تمہاری آمد و شد کے دروازے کے زینوں کے نیچے تمہاری ہلاکت کے لئے ایک صورت بنا کر دفن کی گئی ہے جس کا دہن کھلا ہوا ہے اور اس میں کانٹے چبھے ہوئے ہیں لیکن ابھی تمہاری عمر دراز ہے خوف نہ کرو۔ اس کو مقام مذکورہ سے نکالو اور فلاں دعا کا ورد کرتے رہو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب صحت میسر ہو جائیگی۔

کہتے ہیں کہ جب شاہ حضرت قادری بیدار ہوئے تو آپ کا خواب سچا ہونے کے باعث وہ دعا یاد رہی۔ آپ نے اسی وقت اس مورت کو آپ نے وہاں سے کھود نکالا اور بفضل الٰہی آپ کے پدر بزرگوار کی تائید باطنی اور دعا شریف کی تاثیر سے آپ کو شفاء کامل میسر ہوئی اور حاسدین کو شرمندگی سے ہمکنار ہونا پڑا۔

راوی مذکور یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ اس بیماری کے لاحق ہونے سے قبل آپ کی نسبت شاہ عبدالقادر قادری عرف بڑے حضرت صاحب ملکاپوری کی صاحبزادی سے مقرر تھی جنکا ذکر گذر چکا ہے جب آپ پر بیماری کا حملہ ہوا تو بڑے حضرت صاحب ملکاپوری کی اہلیہ جو حضرت محی الدین ثانی کی خوشدامن تھیں آپ کی طبیعت دریافت کرنے کے لئے چند عورتوں کو حیدرآباد سے امتیاز نگر عرف ادونی روانہ کیا جب یہ عورتیں شاہ حضرت کی خدمت میں پہونچی تو انہوں نے آپ کے مرض کی شدت دیکھی اور آپ کی زندگی سے مایوس ہوگئیں اور صورتحال سید عبدالقادر قادری کی اہلیہ سے کہہ سنائیں اور کہا کہ شاید ہماری واپسی تک حضرت کی رحلت ہوگئی ہوگی۔

یہ سن کر ماں صاحبہ نے اپنے شوہر کو اطلاع دئے بغیر اپنی صاحبزادی کی نسبت دوسری جگہ مقرر فرمادیں جب ان کی یہ حرکت حضرت شاہ محی الدین ثانی نے سنی تو شدت جلال شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے اپنے خسر محترم کے گھر تشریف لے گئے اور چاہتے تھے کہ ان مستورات کو قتل کردیں یکایک سید عبد القادر قادری نے اس معاملہ کی اطلاع پاکر گھر کا رخ کیا اور حضرت شاہ محی الدین ثانی کے جبہ مبارک کا دامن پکڑ کر فرمایا کہ بابا شاہ محی الدین آج میری عزت کا پاس و لحاظ اور میری داڑھی کی لاج تمہارے ہاتھ ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب انہوں نے ایسا معروضہ کیا تو حضرت شاہ محی الدین ثانی نے شمشیر ہاتھ سے پھینک دی اور کہا کہ حضرت آپ میرے پدر بزرگوار کے برابر ہیں آپ کا ارشاد میرے سر آنکھوں پر ہے یہ کہہ کر گھر کے صحن ہی سے واپس لوٹ گئے۔ اتفاق سے وہ صاحبزادی جو شاہ حضرت قادری سے منسوب تھیں ایک دو ہفتہ کے اندر فوت ہوگئیں اور ابھی انکی فاتحہ چہلم بھی نہ ہوئی تھی کہ شاہ حضرت قادری کی صحت عاجل اور شفا کامل حاصل ہوگئی۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ شاہ حضرت قادری کی استعداد علمی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اکثر عربی، فارسی، دکھنی اور ترکی زبانوں میں منظوم کلام ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی علم فقہ میں عمدہ تصانیف ہیں۔ ان میں سے دو کتابیں معتبر اور مشہور ترین ہیں ایک کنز النفائس جو مسائل فقہ پر محیط ہے اور دوسری خوان یغما جو حل لغات پر مبنی ہے۔ ان کے علاوہ مکتوبات اور اشعار کافی تعداد میں موجود ہیں ان کے منجملہ چند یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ پہلا مکتوب برخوردار خان کے نام ہے جو شاہزادہ اعظم کے مقربین سے تھے۔ اور جنکو حضرت سے اعتقاد تمام تھا ایک روز انہوں نے اعظم شاہ کی ایما پر یومیہ قبول کرنے کے لئے حضرت کی خدمت میں ایک عریضہ روانہ کیا جس کے جواب میں شاہ حضرت قادری نے یہ مکتوب تحریر فرمایا۔

مکتوب اوّل

شکر وہاب کریم کارساز کوست رزاق و رحیم و بے نیاز
از دل و جان و زبان فی کل حال گوید ایں شہرزہ ذرہ بے مثال
ہر کہ در صلوات کاں عالم بصفت یا کنون گویند یا خواہند سفت
آں عدد در ہر دم از ما ہر ہزار باد بر روح رسول حق نثار

عنبر آگیں میکنم نوکِ قلم ؎ تا نگارم نامۂ مشکیں رقم
ظاہر آرم رازِ مکنونِ نہاں ؎ بر سر در پیش برخوردار خاں
می نویسم رقعۂ با صد تمیز ؎ پیش آں یار وفادار عزیز
رقع تکلیفات رسمی میکنم ؎ دم ز تسلیم و رعایت می زنم
اے کہ بر وی گوئے نیکی از جہاں ؎ بر غریباں مشفقی و مہرباں
وی کہ بر ما یک مرید بے نوا ؎ سوی تو چوں مرغ آمد از ہوا
عزم دیدار من مکیں نمود ؎ نامۂ فرحت خرامی بر کشود
اندر آں نامہ نظر انداختم ؎ مہر برخوردار خاں بشناختم
یکسر اندر لفظ وی کردم عبور ؎ یافت جاں و دل سرور و دیدہ نور
معنی آنش چوں بوئے گل شد در دماغ ؎ گشت ازاں گل تن تمامی تازہ باغ
اندراں بنوشتہ بودی از کرم ؎ تا کنم وجہ معاشش خود رقم
روزی درکار و اسباب ضرور ؎ کاں بود تسکین نفس نا صبور
سیم و زر یا یومیہ نقد دگر ؎ کاں بود لائد با بنیاتی بشر
ایں و دیگر گر بود درکار کار ؎ بد اشارت کاں علانیہ نگار
نیک کار بردبارا مہرباں ؎ بشنو اکنوں پاسخ ایں بے زباں
گر من آں دم از درم کردم ابا ؎ تو کرم نگذاشتی صد مرحبا
دیں نقیر از کودکے تا ضعف حال ؎ غیر حق ہرگز نمیکردہ سوال
کردگارِ ماست رزاقِ کریم ؎ زاں مرا از فقر و فاقہ نیست بیم
ہم چنیں تا وی دہانیدہ مرا ؎ بدر ہا و رشب رسانیدہ مرا
مال و اطباق و قماش شایگاں ؎ بے طلب میداد ما را رائگاں
از کسے ہدیہ نمیکردم قبول ؎ گشتے آں کس زار و دل گیر و ملول
روزی و یومیہ واز دار بود ؎ قریہ و دہ در زمیں بسیار بود
آں تمامی رفت و آں احوال رفت ؎ جملگی اموال و مالا مال رفت
دل براں فانی بہودہ چوں مرا ؎ چوں بر آرم پیش تو آں ماجرا

ایں زماں ہم نیست باہنجار کار ؞ ز آنکہ بے آزاست ایں تقوے شعار
عیب دارد ایں فقیر بے زباں ؞ کا برو ریزد بپئے یک پارہ تان
یاد استغنائی آں عہد قدیم ؞ ایں دل فرسودہ را سازد دونیم
صبر و تقویٰ و توکل چوں دہم ؞ بہر پرسازی ایں گندہ شکم
ایں گم ذریا مولا بودن ست ؞ نے بدل حرص و طمع افزودن ست
دورِ آخر می رسید و عمر کاست ؞ شوق و عیش و ذوق برنائی کجاست
قیدِ دل گرچہ ز اہل است و عیال ؞ فکر ایں وابستگاں گشتہ نکال
بارِ غمِ کودکاں و دختراں ؞ گرچہ سازد گہے جانم گراں
دل قوی دارم کہ اللہ رازق است ؞ ضامنِ رزقم مسبب صادق است
اولیں حرفِ سرِ ہر بیت گیر ؞ زاں ہمہ بیتی کن اے ماہر ضمیر
نام آں شاہ و نیاز ما تمام ؞ سر بسر زاں بیت پرسش والسلام

یعنی ہر بیت کے سر حرف کو جوڑنے سے اعظم شاہ کے حق میں ایک دعائیہ بیت برآمد ہوتی ہے جو حسب ذیل ہے ؎

شاہ اعظم را دعائی پارساں
کوکہ مارا داعیٔ صادق بداں

دوسرا مکتوب نواب غازی الدین خاں فیروز جنگ کی عرضی کے جواب میں تحریر کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

مکتوب دوّم

دارد امید لطف اے علّام ؞ ابن عبداللطیف طاہر نام
عالم الغیب جز تو دیگر نیست ؞ پیش تو خفیہ و پدید یکیست
دگر ایں مجرم و فقیر حقیر ؞ بر سر جرم دارد و تقصیر
تو کریم و رحیم و رحمانی ؞ اکرم الاکرمین و منانی
منگر جرم ما بحق رسول ؞ دعوتم را بفضل خویش قبول

ردمکن واهیا سوال مرا ؞ تو همه دانی قال و حال مرا
از نمی گفت داعیٔ ناشاد ؞ از فضولیٔ ماست عرض مراد
از نگفتم تو مقصدم دانی ؞ ششتم حروف میخوانی
باری زین بند غم رهائی ده ؞ ظلمتم پرده روشنائی ده
حق سوی تست شاکرم هر حال ؞ باطل است این غریق بحر ملال
قادرا قدرت تمام تراست ؞ ده سزا وار خود نه انکه مراست
غیر حکم تو اے سمیع و بصیر ؞ بے خطاست جز خطا تدبیر
در بداری تو هر همین عالم ؞ پیش تو جز ترا کرا نالم
زیر دست و غریب و مسکینم ؞ مضطرب حال و غیر تسکینم
یار و خویش و عزیز دوست تمام ؞ بر دلم برگشته اے علام
در بدر نیست شور فریادم ؞ حاصلم نیست جز خدا دادم
یک نظر کن بجانب مابین ؞ لطف کن اے اله یوم الدین
نیست جز تو خدائے عز و جل ؞ که کند مشکلات ما را حل
محرم راز جهان نواز توئی ؞ مرهم سوز دل گداز توئی
سنگ مورے که زیر هفت زمین ؞ باشد اندرا مور خویش غمین
کر پئے کار سوئبو بدود ؞ سمعت آواز پای دی شنود
آن بصیری تو در دل شب تار ؞ در تهه لجهاے سبع بحار
نم هر قطره را جدا نگری ؞ ذره ذره زکوه کان تمری
در بسیط زمین نه افلاک ؞ ثم سمک هر چه هست تا بسماک
داند موجود و مقصد معدوم ؞ هست یکسر بعلم تو معلوم
فرق پنهان و آشکارت نیست ؞ ظاهر و باطنت تمام یکیست
لب کشائیم و گر نه اے علام ؞ دانی هر یک مراد بنده تمام
کن کرم ده مراد و مقصودم ؞ پیش تو بر زمین جبین سودم
نیست هیچ احتیاج عرض مراد ؞ نامه شد ختم و گشت جانم شاد

اے امیر کبیر عالم گیر ⁂ صاحب عقل و رائے پر تدبیر
دل ما آہر بلطف بر لوذی ⁂ کہ قدم رنجہ تو بفرمودی
از دعائے تو نیستم خالی ⁂ ہر زماں در غمی و خوشحالی
مہر تو ہم اگر بود شاید ⁂ کز محبت ازیں نفر باید
یکزبانِ منِ دلم گمنام ⁂ عرض کردہ دعائے گفتہ سلام
نامِ نیک تو اے صفات ⁂ تا صبر کردہ بر ہمہ ابیات

یعنی اس رقعہ کی ہر بیت کے ہر حرف سے نواب غازی الدین خاں فیروز جنگ کے حق میں ایک دعائیہ ابیات برآمد ہوتی ہے جو درج ذیل ہے ؎

دعوتم را بحق غازی دین
ملک اندر ملک کناد امین

تیسرا مکتوب شہزادہ اعظم شاہ کے خط کے جواب میں تھا جو انہوں نے خان برخوردار خان کی ایما پر حضرت کو طلب کرنے کے لئے تحریر کیا تھا ؎

مکتوب سیوم

یا رب ز بہر ناں مراں سوئے کس مرا ⁂ بر خوان این و آن منشان چوں مگس مرا
از پیکرانِ دیگ کرم وہ نجارہ ⁂ کز ہر دو کون بس بود آں دسترس مرا
اے ہیچ نام خویش بباشی بہر دو کون ⁂ تحقیق داں کہ نیست بدنیا ہوس مرا
بہر خدا مخواں کہ تو سلطان اعظمی ⁂ ما تارک دو کون واللہ بس مرا
کس خاک تیرہ را سوئے گردوں نمی برد ⁂ زیں پیش در جواب تو باید نفس مرا
عذر مرا پذیر بر در رہا کن مرا بلطف ⁂ ایشما رخوار تر ز خفیفان خس مرا
تو استخوان بریز بگو قلب کشتی بجوم ⁂ منت چرا کنی ز فرستی فرس مرا
نے زاہدم نے عابدم نے مرشدم نے پیر ⁂ مستر مرا ز شان و مرنجاں عبس مرا
روز دزد و موسپید شد انگارہ سیاہ ⁂ اکنوں طمع نماند زگیتی بکس مرا

معقود جاں تو چو دعایت زیں فقیر ؞ پس در دعا دست زباں چوں جرس مرا
طاہر دعائے خیر تو وردِ زباں نمود ؞ زاں لاجرم شدہ است دعایت درس مرا

مکتوب چہارم

فتح و نصرت لطف حق باد نگہدار شما ؞ جیش نخوالش ہر کجا باشد مددگار شما
لطف کن بشنود و بیت طاہر از سمع قبول ؞ کاں کند اظہار راز الطاف بسیار شما
شخصی کہ شیدا و خصی آمد بزاری پیش من ؞ مرمر سنگیں و نے بودن ز انفار شما
گفت چوں بلبل فتادہ خوار ند خوار زار ؞ چوں بروں گردند از گلزار و دربار شما
ہر کسے مرمر بگوید پس بگوید زندہ باش ؞ زندگی ماند کسے کو دور شد از دار شما
میخورد سوگند اگر یکبار بخشی جرم من ؞ ناودم بار دگر تقصیرے در کار شما
گر گناہِ وی بہ بخشی از کرم نبود بعید ؞ طبع طاہر شد مگس بر شید گفتار شما

نظم

نصاب جلگی دعوت ہزار است ؞ بہر برجی کہ در گردوں بکار است
زکوالش ہم ہزار آمد ولیکن ؞ بہر منزل کہ مہ را در شمار است
بپے عشرش باعداد کواکب ؞ بہر کوکب ہزارے در شمار است
خواند یکہزار از بہر قفلش ؞ باعدادِ عناصر کان چہار است
دلے دور مدور را ہزارے ؞ بہر چرخ و طبیعت اعتبار است
بخواں بذلش باعداد موالید ؞ ہزارے گر تو توفیق یار است
بپے ختمش ہزار آمد چہ مرکز ؞ الا طاہر کہ بر یک ختم کار است

قواعد اجتناب ایام نحس یوں بیان فرماتے ہیں ؎

نظم

الا اے طالب نیکو سرانجام ؞ بپرہیز از شر و در نحس ایام
کہ بد تاریخ ہر ماہ ہفت است ؞ زہر زہر ہلاہل تلخ و زفت است
مکن ہرگز شروعی اندراں کار ؞ کہ زاں یک کار ہی یابی صد آزار
اول تاریخ سیوم نحس میداں ؞ کہ ظالم قابیل از ہابیل کند جاں
دوم تاریخ پنجم بود مارا ؞ کہ شد بر نوح طوفاں آشکارا
سیوم در سیزدہ مہ آنکہ نمرود ؞ بآتش قصد ابراہیم بنمود
چہارم شانزدہ تاریخ می بود ؞ کہ آرہ فرق ذکریا بسر بود
پنجم بست و یک می بود از ماہ ؞ کہ ماہ یوسف آمد در بن چاہ
ششم در بست و چہارم ہم چنیں ؞ بقتل آمد بحکم شاہ تقدیں
بداں ہفتم کہ روز بست و پنج ؞ کہ دندان محمدؐ شد گہر سنج
کند طاہر ز ہر نحست خبردار ؞ حذر کن ہاں و ہاں ہشیار ہشیار

نفی و اثبات کے فوائد کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں ؎

نظم

خوف مرز است مرون رجا طاہر ؞ ہست ایمان حفظ شان بے شک
شیر اقرار باللسان بکاں ؞ بس تصدیق دل بدار تو چشک
وز بسوزی نفی و اثباتش ؞ چرب دیر ساز لحظہ بخطر خنک
نام اعمال طاہر بدلے ؞ ہست اسلام نزد انس و ملک
اعتقاد خفی و قلبی را ؞ گفتہ ایمان اہل ارض و فلک
یا الٰہی بحق جملہ رسول ؞ مکن از طاہر ایں بسر منفک

آپ نے رباعیات کے ذریعہ بھی ہدایت وارشاد کے زروگوہر لٹائے ہیں ؎

رباعی

طاہرا عزت از قناعت داں ؞ راست گفتند عز من قنع
ذلت و خواری از طمع خیزد ؞ نشنیدی کہ ذل من طمع

رباعی

طاہرا جامہ ہائے زرد و سیاہ ؞ شب معراج رد نمودہ رسول
دیں زماں پیرگانِ رنگ آمیز ؞ بمباہات کردہ اند قبول

رباعی

بغیر از سایۂ لطفِ الٰہی ؞ نباید سایۂ چترم نباموس
وے پیرانِ تقلیدی ایں دور ؞ برخ گیرند نیرنگِ طاوس

رباعی

طاہرا کن بہ نیک و بد نیکی ؞ در تو کس بدی کند بیند
خار چند آنکہ کاشت مغیلاں ؞ و آنکہ گلشن بکاشت گل چیند

رباعی

طاہرا در دو دیدۂ بدبیں ؞ دم بدم میل کحل غفلت کش
سفر سخت مرگ در پیش است ؞ رز پئے زادِ راہ رقت کش

رباعی

طاہرا عیب کس مجو ہرگز ؞ عیب جوئی ز عیب دار عجب

در پس ہر کسے نکوئے گو ٭ نفیِ قرآں نگر و لا یغتب

رباعی

طاہرا ہرچہ در جہاں فانی است ٭ دل برو بستنت ز نادانی است
دل بران حیّ لا یموت بہ بند ٭ کس بذات و صفات بے فانی است

رباعی

طاہرا دل منبند در گیتی ٭ زانکہ در سجنہا عذاب کنند
و انکہ شد طالب چنیں مردار ٭ نامش از زمرہ کلاب کنند

رباعی

طاہرا کاروبار دنیاوی ٭ ہمچو خس بر کنار صیحون است
مردماں بنگرند اگر خس نیست ٭ در دو چشمان حاسداں چوں است

رباعی

اے کہ خوانی تو کلمۂ توحید ٭ پیش حق عزت رسول نگر
ذیل اولاد طاہرش بگیر ٭ سوئے جنت بیا مرو بسقر

رباعی

طاہرا ارتکاب بزہ کنی ٭ جائے پنہاں نخست پیدا کن
چوں بصیر است آں علیم و خبیر ٭ از کہ پنہاں کنی ہویدا کن

رباعی

اے کہ داری بقطب ربانی ٭ دستگاہ خلافت از اولاد

پس باد لادے دماغ کئی ؞ تفِ طاہر بروئے درشت باد

رباعی

پیش سگِ کوئے غوث الاعظم ؞ شیران ہمہ کلہ بر زمیں زند
طاہر بتو چوں ایں کج نگہاں ؞ چو نشد کہ بے ادب نشنید

رباعی

جز خیر ناسپاس درشکی ؞ نگریزد ز خواجہ ہیچ غلام
طاہر حق شناس در روست ؞ کے گریز دز مالک علام

رباعی

طاہر کم بگو شنو بسیار ؞ کہ ترا ایک زباں و دو گوش است
بہ کہ خاموشی اختیار کند ؞ ایں سخن آنکہ صاحب ہوش است

رباعی

وقت تو دریغ جان و تن طاہر ؞ گر بہت کسے فشاند آب
فی المثل خضر و آب حیواں ہست ؞ مرکب منت نگر شنام شتاب

رباعی

یارب حوالہ ام سوئے خوانِ کساں مدہ ؞ ہرگز نوالہ ام بہ سفال سگاں مدہ
والبتہ از توامی طلبد طاہر غریب ؞ دریوزہ دہ ز منت دوناں ناں مدہ

الغرض آپ کے کمالات بے حد و بے انتہا ہیں جو اس مختصر رسالہ میں نہیں سما سکتے آپ کی دو عمدہ تصانیف ہیں۔ لیکن کنز النفائس جو طہارت نماز کے بارے میں ہے اور دوسری

خوانِ یغما جو حل لغات ہے آپ خود اپنی تصانیف کے متعلق فرماتے ہیں کہ ؎

نظم

بیک کنز النفائس نام کردم ∴ بترتیب نماز اتمام کردم
دگر را خوانِ یغما کردہ ام نام ∴ برائی نفع ہر یک خاصہ و عام

حاصل کلام یہ کہ آپ اکثر اپنے ارشاد منظوم پیرائے میں تحریر فرمایا کرتے تھے۔ شعر و شاعری سے آپ کو کافی رغبت تھی۔ آپ کے چھ صاحبزادے تھے جنکے نام حسب ذیل ہیں:- سید حسین، سید محمد، سید عبد القادر، سید زاہد، سید عبد اللطیف ثانی رحمۃ اللہ علیہم۔

حضرت شاہ طاہر قادری کی وفات ۱۱۱۵ھ میں بتاریخ ۲۲ ذیقعدہ واقع ہوئی۔ "شیر خدا گفتہ اند" مادہ تاریخ ہے آپ کی مزار پر انوار بیرون حصار ادونی عرف امتیاز نگر واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قبلۂ شہدا، کعبۂ ارباب ہدیٰ، فدائے راہ حق سید شاہ عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

صاحب لطائف قادری رقمطراز ہیں کہ آپ سید عالی لاابالی کے پانچویں صاحبزادے تھے۔ جب آپ عالم شہود میں تشریف لائے تو حضرت لطیف لاابالی آپ کی ولادت گاہ تشریف لے گئے اور تکبیر و قامت کی ادائیگی کے بعد اپنے اس چھوٹے صاحبزادے کے متعلق فرمایا کہ میرا یہ فرزند سید عیسیٰ (۱۸) سال کی عمر میں مرتبہ شہادت حاصل کرے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ بیشک یہ پیش گوئی رو بحقیقت ہوئی کہ حضرت سید الابدال عالی کی وفات کے بعد حضرت شاہ عبداللہ نے اپنے پدر بزرگوار کی مسند ارشاد سنبھالی اور آپ کے علاوہ دیگر تین صاحبزادے دکن میں

نوٹ: کنز النفائس کا منظوم اردو ترجمہ بنام کشف الخلاصہ حضرت شاہ شجاع الدینؒ نے فرمایا ہے جو مقبول خاص و عام ہے

میں رونق افروز ہوئے۔ حضرت سید شاہ علیمی جو حضرت شاہ عبداللہ صاحب کے سگے بھائی تھے اپنے برادر بزرگ کے پاس ہی رہنے لگے آپ ناکتخدا اور فرد میدان تجرید رہے دست بیعت اور خرقۂ خلافت برادر بزرگوار سے حاصل کیا تھا۔ ہمیشہ خانقاہ مبارک ہی میں جلوہ افروز رہتے اور کبھی محل سرا میں بھی تشریف لے جاتے کہتے ہیں کہ جب آپ کی عمر شریف (۱۸) سال ہوئی تو ایک روز اپنے والد بزرگوار کی خانقاہ میں تشریف فرما تھے کہ ریحان خاں نامی ایک جمعدار جو حضرت شاہ عبداللہ کے مرید ولا سے تھا برائے رخصت حاضر ہوا اور عرض کی کہ فلاں شخص مجھ سے عداوتِ قلبی رکھتا ہے فیصلہ یہ ہوا ہے کہ ہم باہم جنگ کریں آپ کی اجازت لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

راوی حکایت کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ قادری اندرون محل تشریف فرما تھے جب حضرت سید شاہ علیمی نے یہ صورتحال سنی تو فرمایا کہ ہم تمہارے ساتھ کارزار میں شریک ہونگے یہ کہہ کر اپنی سواری کے گھوڑے پر سوار ہوئے اور اس شخص مذکور کی ہمراہی اختیار فرمائی ہر چند اس نے عذر و حیلہ تراشی سے آپ کو روکنا چاہا لیکن آپ نے نہ مانا۔ الغرض میدان مقابلہ میں تشریف لے گئے اور اس شخص کے مخالفین سے جو کفار تھے جہاد کیا ایک عظیم معارکہ اور مقابلہ کے بعد خان مذکور کو شکست ہوئی اور ان کے تمام آدمی بجز خان موصوف اور حضرت علیمی کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ خان مذکور نے ہزیمت سے ہمکنار ہونے پر کہا کہ اب معاملہ برعکس ہو چکا ہے اسلئے یہاں سے بھاگ نکلنے کے علاوہ چارہ نہیں اگر حضرت اپنے گھوڑے کی عنان کھینچ لیں تو میں بھی واپسی کے لئے قدم بڑھاؤں گا۔ آپ نے فرمایا اے فلاں کیا بات کرتے ہو جو قدم کہ جہاد کے لئے بڑھ چکے کس طرح واپس ہو سکتے ہیں۔ اگر تم چاہتے ہو تو لوٹ جاؤ۔ آج میری شہادت ہے اور میں قتل ہونا چاہتا ہوں۔ پس آپ نے تلوار ہاتھ میں لی اور مقتل میں گھوڑا دوڑا دیا بہت سارے کافروں کو جہنم واصل فرمانے کے بعد جام شہادت نوش کیا کہتے ہیں کہ طرف ثانی بھی آپ کے معتقدین سے تھے جب آپکی شہادت کے بعد پتہ چلا تو کفِ افسوس ملنے لگے آپ کو مشہد سے حضرت سید الابدال ثانی کے روضہ مبارکہ میں لاکر مدفون کیا گیا۔

راوی صحیح روایت بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت مقتل میں گر پڑے تو آپ کے ہاتھ میں شمشیر تھی ہر چند لوگوں نے اسکو آپ کی گرفت سے جدا کرنا چاہا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ مجبوراً صرف علم آپ کے قبضہ سے علحدہ کر کے شمشیر سمیت آپ کو دفن کر دیا گیا۔

آپ کی وفات سنہ ۱۰۷۲ میں بتاریخ ۱۷؍ رمضان المبارک واقع ہوئی آپ کی قبر شریف آپکے پدر بزرگوار کے روضہ منورہ میں بطرف مشرق بالادست واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

کاشفِ سرِ خدا، واقفِ رمزِ الٰہ، قبلہ وقت سید شاہ اولیاء سلطان الفقراء رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا لقب سلطان الفقراء تھا۔ حضرت سید شاہ معین الدین قادری کے صاحبزادے کو دو فرزند تھے ایک شاہ اولیاء سلطان الفقراء قادری اور دوسرے سید شاہ عبد الغنی قادری جنکا ذکر گذر چکا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت سلطان الفقراء اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد مسند سجادگی پر متمکن ہوئے اور مریدوں کی رشد و ہدایت کا کام انجام دیا اس اثناء میں آپ پر حرمین الشریفین کے طواف کا شوق غالب ہوا اور آپ نے عزم حج فرما کر اپنے مکان مالوفہ سے قصد سفر فرمایا پہلے مکہ معظمہ پہونچے اور پھر وہاں سے مراسم حج کی ادائیگی کے بعد جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر انور کی زیارت کے لئے مدینہ کا رخ کیا آپ نے مدینہ منورہ میں چاہا کہ جالی مبارکہ کے اندر جاکر زیارت سے مشرف ہوں حالانکہ جالی کے اندر کسی شخص کی آمد و رفت نہیں۔ خواجہ سراؤں نے آپ کو منع کیا اور کہا کہ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں پھر آپ کو کس طرح اندر داخل ہونے دیا جائے آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کو جالی مبارک کے اندر نہیں جانے دیا جاتا تو تم جانو کہ یہ تمہارا کام ہے لیکن میں فرزند رسول ہوں مجھے منع کرنا مناسب نہیں میں بہر حال اندر داخل ہونا چاہتا ہوں اور اپنے جد شریف کی زیارت سے مشرف ہونا چاہتا ہوں۔ خادمان روضہ مبارکہ نے کہا کہ اگر آپ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں تو آپ اپنے پنجہ سے اپنے لباس پر صندل کا نشان لگائیں اور ہم لوگ روضہ کے اندر جاکر دیکھیں گے اگر صندل کا نشان جالی پر بھی نمایاں ہو جائے گا تو یہ آپ کے بیان کی صداقت کی دلیل ہوگی اور اس وقت آپ کو اندر جانے کی اجازت دی جائے گی حضرت نے قبول کیا اور اپنے لباس پر صندل کا نشان لگایا۔ خادموں نے صندل کا وہ نشان بعینہ حضرت رسالت پناہ کی جالی مبارک پر پایا

لیکن اس دلیل کے ظاہر ہونے پر بھی آپ کو اندر جانے کی اجازت نہ دی گئی اور خادمین نے کہا کہ ہم روضہ مبارکہ کو مقفل کر دیتے ہیں اگر آپ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے فرزند ہیں قفل مانع نہ ہوگا اور خود بخود کھل جائیگا آپ نے قبول کیا اور بعد ازاں روضہ منورہ کے دروازہ پر کھڑے ہوکر تین دفعہ یا جدی کی صدا لگائی جسکے جواب میں روضہ منورہ سے تین دفعہ یا ولدی کی آواز آئی اور قفل خود بخود کھل کر دروازہ وا ہوگیا آپ گنبد شریف میں تشریف لے گئے اور بفراغت تمام آنحضرت علیہ السلام کی مزار کی زیارت فرمائی روضہ منورہ کے خدام اس واقعہ کے مشاہدہ سے آپ کے معتقد ہوگئے۔ آپ چند روز وہاں اقامت پذیر رہے اور پھر اپنے وطن مالوف لوٹ گئے اس طرح آپ نے سات دفعہ اپنے وطن سے حرمین الشریفین کا سفر کیا اور ہر دفعہ حج و زیارت کی سعادت حاصل فرمائی۔

راوی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ طواف حرمین زاد اللہ شرفہما کے لئے اپنے دولت خانہ سے روانہ ہوئے تو اپنے ایک فرزند کو ساتھ لے لیا فرزند کو رخصت کرتے وقت آپ کی بی بی نے اپنے لڑکے کا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے کر کہا یہ میری امانت ہے پھر بسلامتی مجھ تک واپس پہونچا دینا حضرت نے قبول فرمایا اور گھر سے نکل پڑے بعد ادائی حج و زیارت جب آپ نے واپسی کا سفر شروع کیا تو اتفاق سے اثناء راہ میں صاحبزادے کا انتقال ہوگیا۔ جب آپ نے یہ واقعہ ملاحظہ کیا تو اپنا سر آسمان کی جانب اٹھا کر فرمایا کہ الٰہی امانت میں خیانت ہو رہی ہے تو جانتا ہے کہ اس لڑکے کو میری امانت میں دیا گیا تھا تو اس لڑکے کو تھوڑی مہلت عطا فرما تاکہ میں اسے اسکی ماں کے پاس بسلامتی پہونچا دوں اس وقت تو جانے اور تیرا کام کہتے ہیں کہ صاحبزادے اسی وقت زندہ ہوگئے حضرت نے شکر ایزدی بجالایا اور اس مقام سے کوچ کیا۔ منزل بمنزل اپنے گھر تشریف لائے اور جب آپ کی بی بی صاحبہ آپ کے سلام اور استقبال کے لئے آگے بڑھیں تو حضرت سلطان الفقراء نے اپنے فرزند کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دیا اور تین دفعہ کہا کہ تمہاری امانت تمہیں پہونچ گئی بی بی صاحبہ نے کہا کہ ہاں پہونچ گئی یہ کہنا تھا کہ اسی وقت صاحبزادہ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ماں صاحبہ متحیر ہوگئیں اور پوچھا کہ یہ کیا ہوا آپ نے فرمایا کہ اس لڑکے کی موت کو چند روز گذر چکے ہیں چونکہ تم نے اسے بطور امانت میرے سپرد کیا تھا اسلئے میں نے پروردگار عالم سے درخواست کی اور اسے بسلامتی تم تک پہونچا دیا تاکہ تمہاری امانت ادا ہو جائے جب امانت ادا ہوگئی تو لڑکا جان بحق تسلیم ہوگیا کوئی حیرت کی بات نہیں۔ الغرض حضرت سلطان الفقراء کے کمالات کی کوئی حد نہیں۔ اور اس

مختصر رسالہ میں اسکی گنجائش نہیں۔ مقصود کلام یہ کہ جب آپ ساتویں دفعہ زیارت حرمین کیلئے تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں آپ کی رحلت واقع ہوئی خادمان روضہ منورہ آپ کے معتقد تھے۔ آپ کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گنبد مبارک کے روبرو دفن کردیا آپ کی وفات ۱۰۵۶ھ میں بتاریخ ۱۳ ربیع الاول واقع ہوئی۔ مدینہ منورہ میں آپ کو نقیب الاولیٰ کہا جاتا ہے آپ کی مزار روضہ منورہ کے پائیں میں اس طرح واقع ہے کہ اندرون روضہ جلنے والے چراغ کی شعاع آپ کی قبر پہ پڑتی ہے۔ آپ کے انتقال کے بعد خادموں نے وہ تخت جس پہ آپ کو غسل دیا گیا تھا آپ کے لباس کیساتھ موضع عرس میں آپ کے صاحبزادوں کے پاس روانہ کردیا۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ تخت آپ کی روضہ مبارکہ کے گنبد میں جو حضرت شاہ جمال البحر معشوق ربانی ثانی کی گنبد شریف کے پائیں واقع ہے رکھدیا گیا حضرت کے عرس کے روز اس تخت کی زیارت کروائی جاتی ہے یہ گنبد حضرت نے اپنی نگرانی میں تیار کروائی تھی۔

راوی مذکور کا یہ بھی کہنا ہے کہ سلطان ابوالحسن تاناشاہ اپنے ایام سلطنت سے قبل گنبد کی تیاری کے وقت وہاں موجود تھا اور بکمال اعتقاد سے گل کاری کے لئے مزدوروں کو حاضر کیا اور خود بھی اپنے ہاتھ سے گل براری کی تھی ایک روز حضرت سلطان الفقرا تشریف فرما تھے اور آپ کے دروازہ پہ شاہ محمد عبدالغنی قادری کھڑے تھے اور شاہ راجو صاحب جو تاناشاہ کے مرشد اور حضرت کے داماد تھے روبرو بیٹھے ہوئے تھے مزدور گل براری میں مصروف تھے اسی اثناء میں تاناشاہ مٹی کا ٹوکرا اپنے سر پہ لئے ہوئے سامنے سے گذرا حضرت نے اسے ملاحظہ فرمایا اور شاہ راجو صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس شخص کے سر پہ مٹی کا یہ ٹوکرا چتر شاہی نظر آتا ہے شاہ راجو حسینی نے یہ سن کر اپنی زبان حق ترجمان سے فرمایا کہ اے ابوالحسن جلد حضرت کا آداب وشکریہ بجالاؤ کہ حضرت نے تجھے تاج شاہی عنایت کیا ہے۔ تاناشاہ دوڑتا ہوا آیا اور حضرت کے قدموں پہ گر پڑا کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ سلطان عبداللہ قطب شاہ فوت ہوا اور اسکے بیٹا نہ ہونے کی وجہ سے تاناشاہ کو تخت شاہی پہ متمکن کیا گیا۔ الغرض حضرت کے کمالات اور فضائل قید تحریر سے باہر ہیں جو کچھ یہاں رقم کیا گیا وہ اصل کمالات کا عشر عشیر نہیں رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

زبدۂ عارفاں، خلاصۂ عاشقاں، فخر زماں، سید شاہ محمد کلاں رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا لقب رسول ثانی تھا اور آپ کو شاہ محمد صاحب بھی کہا جاتا تھا آپ سید شاہ عبدالقادر عرف شاہ عبدالحلیم بن سید شاہ عبدالرزاق ثانی بن شاہ احمد رفیع الدین کے صاحبزادے تھے جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے آپ قطب وقت تھے اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد انکی مسند ارشاد سنبھالی اور ایک عالم کو فیضیاب کیا آپ کے اکثر خلفاء مثلاً سید علی تجاری وغیرہ نامور زمانہ تھے ۔

راوی الحکایات کہتے ہیں کہ ایک روز آپ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ حاضر ہوئی جنکی شادی کو چند ایام گذرے تھے ۔ اور آپ سے استغاثہ کیا کہ وہ شوہر سے طلاق چاہتی ہے اور شوہر راضی نہ تھا جب یہ لوگ حضرت کے پاس آئے تو آپ نے اس عورت سے پوچھا کہ تم اپنے شوہر سے کیوں بیزار ہو عورت نے کہا کہ مجھے یہ شوہر نہیں چاہیئے آپ نے فرمایا لیکن اسکی وجہ کیا ہے ۔ اس نے کہا حضرت روشن ضمیر ہیں یہ شخص غبی و مخنث ہے اور مجھ سے اسکی موافقت نہیں ہوتی آپ نے فرمایا کہ اے عورت اگر ایسا ہے تو غم نہ کرو خدائے تعالیٰ تمہارے شوہر کو مردانگی عطا کریگا۔

کہتے ہیں کہ اسی وقت اس شخص پر مردانگی کا غلبہ ہوا اور وہ اپنی عورت کو گھر لے جا کر اسے مسرور کر دیا ۔ راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ ایک شخص نے اپنی نابالغہ لڑکی آپ کی خدمت میں نذر کی اور کہا کہ حضرت اسکو اپنی فرزندی میں قبول فرمائیں آپ نے قبول کیا اور اس کی پرورش فرمائی اور ہمیشہ اس کے حال پر شفقت فرماتے تھے لیکن آپ کے ان اخلاق سے حاسدین نے آپ پر بدگمان کیا اور اس گروہ علماء میں سے ایک عالم نے آپ کی خدمت میں آکر بعض مہمل کلمات للعکہ پیش کئے ۔ حضرت پر غیرت ولایت طاری ہوئی اور آپ نے اس لڑکی کو یاد فرمایا اور اسکے پستان اپنے ہاتھ میں پکڑ لئے جس سے اس نابالغ لڑکی کے پستان سے دودھ کا فوارہ جاری ہو گیا پھر آپ نے اسی دودھ سے اس شخص معترض کے منہ پر غرارہ کیا جسکے باعث وہ آپ کی اس خرق عادت کے ظہور سے نادم و پشیمان ہو گیا ۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ ایک روز دو افراد نے مقاتلہ کیا اور دونوں مارے گئے اب پتہ یہ نہ تھا کہ کون کس کا قاتل ہے ان دونوں اشخاص کے ورثا نے ایک دوسرے پر قصاص کا دعویٰ کردیا قاضی نے جب یہ صورت حال سنی تو سکوت اختیار کیا مجبوراً ان دونوں کے ورثا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت صاحب تصرف ولایت ہیں آپ بتائیے کہ ان دونوں میں سے قاتل کون تھا۔ آپ نے فرمایا کہ دونوں کی میت میرے سامنے لائی جائے۔ جب نعش حاضر کی گئیں تو آپ نے ان میں سے ایک کے سرہانے کھڑے ہو کر قم باذن اللہ کہا۔ کہتے ہیں کہ اسی وقت وہ شخص زندہ ہو گیا اور حضرت کی خدمت میں عرض پرداز ہوا کہ میں اس دوسرے شخص کا قاتل ہوں اور یہ گناہ مجھ سے پہلے سرزد ہوا ہے اسکے بعد وہ گر پڑا اور جان بحق تسلیم ہو گیا۔ اس کرامت کے مشاہدہ سے مقتول اور مقتول علیہ کے ورثا آپکی ولایت کے معترف ہو گئے۔

آپ کے کئی مریدین کاملین تھے ان کے منجملہ سید علی بخاری آپ کے خلفائے کاملین سے تھے جن کا روضہ شہر حیدرآباد میں دریائے موسیٰ کے کنارے واقع ہے یہ پیر پرستی اور اپنے شیخ کی محبت میں بے نظیر تھے الغرض حضرت کے کمالات اور خوارق عادات بے حد و بے انتہا ہیں۔

مولف عاصی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے بزرگان سلف سے بسند صحیحہ سنا ہے کہ حضرت شاہ عبداللطیف ثانی بن شاہ محی الدین ثانی جن خطاب عالی لاابالی اپنے پدر بزرگوار کی وفات کے بعد حضرت کی صحبت سے فیضیاب ہوئے اور غوامض راہِ حق میں حضرت سے استفادہ کیا۔ آپ کے کمال کی دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ کے نعلین چوبین اس رسالہ کے وقت تحریر بھی مولف حقیر کے پاس موجود ہیں۔ آپ کے قدوم مبارک کا یہ تصرف ہے کہ اگر کسی کو پیٹ کا درد لاحق ہو تو ان نعلین کو پانی سے دھو کر اسے استعمال کرانے سے فوراً شفا میسر آجاتی ہے۔

آپ کی وفات سنہ ۱۱۴۲ھ میں بتاریخ ۵ ربیع الثانی واقع ہوئی اور آپ کی مزار شریف موضع شیخ پیٹھ میں اپنے اجداد کے روضہ سے متصل ہے جو شہر حیدرآباد کے بیرون واقع ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

قدوہ ارباب توحید زبدہ اصحاب تفرید مقتدائے وقت حضرت شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ علی صاحب کے خلف الصدق اور فرزند ارجمند تھے دست بیعت اور خرقہ خلافت اپنے پدر بزرگوار سے حاصل کیا تھا اور اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد انکی مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور آئین مشیخت کو زیب و زینت بخشی اور ایک عالم کو فیضیاب فرمایا۔ آپ عرصہ دراز تک قمر نگر میں مقیم رہے اور پھر امتیاز نگر عرف ادونی میں شاہ حضرت قادری سے ملاقات کی غرض سے تشریف لے گئے۔ حضرت شاہ قادری مذکور سے موافقت و موانست کی بنا پر وہیں کی سکونت اختیار فرمائی شاہ حضرت کو بھی آپ سے کمال محبت تھی اور وہ آپ کو بے انتہا اعزاز و احترام فرماتے تھے اکثر آپ کی مدح میں حضرت شاہ طاہر قادری عرف شاہ حضرت قادری مذکور نے قصائد بھی تحریر کئے ہیں جن میں منظوم پیرائے میں آپ کی تعریف و صفت بیان فرمائی ہے چنانچہ ایک مقام پر فرماتے ہیں ؎

آرام ز رفتار تو سرو چمن آموخت ∴ تسکین ز چشم تو غزال ختن اموخت
آفروختن و سوختن و جامہ دریدن ∴ پروانہ ز من شمع ز انداز من اموخت

الغرض حضرت شیخ صاحب تصرف و خوارق تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک شخص ایک زمانہ دراز سے آپ کی بیعت کا آرزومند تھا جب کبھی وہ آپ سے معروضہ کرتا آپ فرماتے اے فلاں یہ فقیر غریب ہے اس زمانہ میں کئی بزرگ اور اعیان وقت موجود ہیں ان میں سے جس سے چاہو بیعت حاصل کرو مجھے اس سلسلہ میں معاف رکھو وہ کہتا کہ میں صرف آپ کا ارادت مند ہوں کچھ عرصہ بعد اس شخص نے دیکھا کہ حضرت شیخ فرید کے ایک ہم عصر بزرگ کی سواری شان و شوکت مشیخت آرہی ہے اور خود وہ بزرگ پر تکلف لباس مثلاً طاس زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ اگر پیر ہو تو ایسا شخص ہو لیکن پھر یہ خیال آیا کہ تو تو حضرت شیخ فرید سے ارادت رکھتا ہے ان سے برگشتگی مناسب نہیں چنانچہ اس نے دل سے توبہ کی اور اس خطرہ سے تائب ہوا۔ جب

وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں تم سے پہلے روز ہی سے کہہ رہا ہوں کہ یہ فقیر حقیر ہے دوسرے شیخان طریقت ایسے بھی موجود ہیں جو شان و شوکت گذر بسر کرتے ہیں تم ان سے بیعت کر لو اور فقیر کو معاف رکھو۔ اس شخص نے کہا کہ اے حضرت شیخ! شرعاً بندہ خطرہ پر مختار نہیں اور نہ ہی اس سے اس سلسلہ میں کچھ مواخذہ ہو سکتا ہے اگرچہ کہ مجھکو ایسا خیال گذرا تھا لیکن میں دل سے آپ کا مرید و معتقد ہوں اور میری یہ نسبت استوار ہے میں اس سے ہرگز نہیں پلٹ سکتا اسکے بعد بصد کوشش وہ آپ کے مریدین کے حلقہ میں داخل ہو گیا۔ الغرض حضرت کے کمالات کی کوئی حد نہیں آپ کی صرف ایک صاحبزادی تھیں نرینہ اولاد نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے اپنے دونوں ہمشیرزادوں یعنی سید علی صاحب اور شاہ علی صاحب کو جو فرید و وحید زمانہ تھے بیعت سے سرفراز فرمایا اور خاندان عالی جناب لاابالی کی نعمتیں انہیں مرحمت فرمائیں۔ سید علی صاحب کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور شاہ علی صاحب کو نعمت، فیض اور خلافت کے ساتھ سرحد ارکاٹ روانہ کیا تاکہ وہاں رشد و ہدایت کا بازار گرم کریں۔ آپ کی وفات سنہ ۱۰۹۳ میں بتاریخ ۱۳ محرم الحرام واقع ہوئی آپ کی قبر ادونی میں ہے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

شیخ بالا قبلہ والافخر المتاخرین حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے پدر بزرگوار کا اسم گرامی شاہ برہان الدین جانم بن میراں جی شمس العشاق تھا جنکا ذکر شریف قبل ازیں گذر چکا ہے۔

صاحب اخبار الاخیار تحریر کرتے ہیں کہ آپ سادات سے تھے اور آپ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے حضرت زید مظلوم سے جا ملتا ہے آپ کے والد ماجد بڑے صاحب کمال تھے اور ان سے دارالظفر کے لوگوں کی ایک کثیر تعداد نسبت ارادت رکھتی تھی آپ اولیائے متقدمین سے تھے۔ حالت سکوت آپ پر غالب رہتی تھی اور اسی حالت میں آپ نے چند رسالہ علم معرفت الٰہی میں تحریر کئے ہیں آپ ولی مادرزاد تھے ان لوگوں نے بغلو تمام آپ کو سجدہ بھی کیا تھا۔ یہ آپ کا تصرف ہی تھا کہ

جو کوئی آپ کی خدمت میں آتا بے ساختہ سر بسجدہ ہو جاتا۔ حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ ابھی شکم مادر ہی میں تھے کہ شاہ برہان جانم نے اپنی کلاہ مبارک آپ کی والدہ مکرمہ کے پیٹ پر رکھدی اور فرمایا کہ تمہارے پیٹ میں امین الدین ہے یہ اسکی امانت ہے تمہیں چاہیئے کہ اس تک پہونچادو۔ جب حضرت وجود میں آئے تو اپنے پدر بزرگوار کی کلاہ مبارک ان کی اس اجازت کے بموجب زیب سر کی آپ اپنی والدہ کے بطن میں صرف چھ مہینے رہے شاہ برہان صاحب کی رحلت بتاریخ ۵ رمضان واقع ہوئی اور ان کو انکے والد بزرگوار کے روضہ میں ان کی والدہ کی قبر کے متصل مدفون کیا گیا آپکی اہلیہ بھی اسی گنبد میں مدفون ہیں۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ سیدی عبدالرحیم بیجاپوری فرماتے ہیں کہ میرا یہ معمول تھا کہ جب چار گھڑی شب باقی رہتی میں ایک مقررہ اسم دعوت بلاناغہ حضرت شاہ میراں جی شمس العشاق کی گنبد میں جاکر پڑھا کرتا ایک روز میں حسب معمول جب رات کی چار گھڑی باقی تھیں گنبد میں حاضر ہوا تو مجھے ایک قبر نظر نہ آئی اور اس قبر کی جگہ چار بزرگ سفید چادر تانے محو خواب نظر آئے یہ حال دیکھ کر مجھ پر لرزہ طاری ہوگیا اور میں اسی وقت گنبد سے باہر ہوگیا۔

ان کا یہ بھی بیان ہے کہ شاہ برہان الدین جانم کی وفات کے بعد حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ کی والدہ کو دردِ زہ شروع ہوا والدہ مذکورہ نے درد سے عاجز ہو کر شاہ برہان الدین کی جناب میں رجوع کیا حضرت مذکور خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ایک چھوٹا سا باریک کپڑا پانی میں ڈبو کر وہ پانی پی لو کہ امین الدین وجود میں آنے کو ہے اور اس کا ظہور اس وقت تک نہ ہوگا جب تک کہ اس کا ستر عورت نہ ہو جائے والدہ نے ایسا ہی کیا۔ ولادت کے بعد دیکھا کہ حضرت امین الدین ستر عورت کئے ہوئے عالم وجود میں تشریف فرما ہوئے تھے۔ چنانچہ اسی لئے آپ کو ولی مادرزاد کہا جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کی آمد سے قبل آپ کے پدر بزرگوار نے فرمایا تھا کہ امین الدین کا ظہور ہونے کو ہے جو خدا کا ولی ہے۔ انہوں نے اپنے خلفاء سے یہ بھی کہا تھا کہ آپکو علم ظاہر نہ ہوگا لیکن تم لوگ اسکے سامنے یہ کتابیں اسطرح پڑھتے رہنا کہ اسکی سماعت سے تمہاری آواز ٹکراتی رہے۔

یہ بھی فرمایا کہ جب اسکا ظہور ہوگا تو ہم چلے جائیں گے کیونکہ ایک ہی میدان میں دو شیر نہیں رہ سکتے۔ الغرض حضرت تولد ہوئے اور وقت ولادت ہی سے کمالات کا ظہور ہونے لگا۔ جب

آپ کی عمر شریف دو سال کی ہوئی تو ایک روز آپ نے اپنے والد بزرگوار کی تربت پر سوار ہو کر پیشاب کر دیا آپ کی دایہ آپ کے ساتھ تھیں اس نے آپ کو تربت سے اٹھا کر گود میں لے لیا۔ جب آپ سن بلوغ کو پہونچے تو اس دایہ سے دریافت کیا کہ کیا تم کو وہ روز یاد ہے کہ جب میں نے اپنے والد ماجد کی تربت پر پیشاب کر دیا تھا اور تم نے مجھے حضرت کی قبر سے اتار لیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں مجھے یاد ہے اے فلاں اس وقت مجھکو پیشاب کی حاجت ہوئی تو میں نے اپنے والد سے کہا انہوں نے مجھ سے کہا اسی جگہ پیشاب سے فارغ ہو جاؤ میں نے ہر چند از روئے ادب عذر خواہی کی لیکن انہوں نے مجھے نہ چھوڑا مجبوراً میں نے حضرت کی تربت پر استنجا سے فراغت حاصل کی۔ دایہ نے اس پر آپ کے کمال کا اعتراف کیا۔

کہتے ہیں کہ ایک روز محمود خوشدہان کے دل میں جو آپ کے والد کے اکمل خلفاء سے تھے یہ خیال گزرا کہ اگرچہ شاہ امین الدین ولی مادرزاد ہیں اور علم باطن کے حامل ہیں لیکن آپ کے پدر بزرگوار کے حکم کے بموجب علم ظاہر کی سماعت بھی ضروری ہے اس وقت شاہ امین الدین سات یا آٹھ سال کے تھے اور کھیل میں مصروف تھے یہ خطرہ ابھی صاحب موصوف کے دل میں گزرا ہی تھا کہ آپ بحالت غضب ان کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا اے کج دہان کیا کہتے ہو۔ فی الفور ان کا منہ ٹیڑھا ہو گیا۔ وہ نادم و پشیمان ہو گئے اور اپنی اس گفتگو سے استغفار کیا بعد ازاں آپ کی والدہ کے پاس جا کر صورتحال بیان کی شاہ امین الدین کی ماں صاحبہ نے فرمایا بابا امین الدین یہ تمہارے والد کے خلفاء سے ہیں تم نے کیا کیا کہ ان کے حق میں بدگوئی کی آپ نے جواب دیا کہ اے میری ماں میں نے کیا کہا میں نے جو کچھ کہا ان کے اس گمان پر کہا تھا کہ یہ بظاہر علم حقائق جانتے ہیں لیکن پھر بھی انہوں نے میری ولایت کی قدر نہ جانی۔ ماں صاحبہ نے کہا ٹھیک ہے لیکن اب ان کے حق میں کلمہ خیر کہدو۔ آپ نے فرمایا اے میری ماں یہ جیسے بھی تھے محمود خوشدہان ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ ایک ہی لمحہ میں انکا منہ ٹھیک ہو گیا لیکن گفتگو کے وقت باقی تمام عمر ان کی زبان میں لکنت رہی۔

راوی کا بیان ہے کہ ایک روز آپ کے تمام ہم عصر مشائخین آپ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کو اپنے والد سے دست بیعت اور خرقہ خلافت حاصل نہیں ہوا جیسا کہ ظاہر ہے کہ آپ کے والد آپکی ولادت سے قبل ہی انتقال فرما چکے تھے آپ نے اس سلسلہ کی کسی اور شخص سے بھی بیعت نہ کی پھر کس طرح آپ لوگوں کو بیعت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں کی تصدیق کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ تمہیں اسکی دلیل

دی جائے ۔ یہ کہکر آپ اٹھے اور اپنے پدر بزرگوار کی گنبد میں تشریف لے گئے آپ کا گنبد میں جانا تھا کہ گنبد کا دروازہ بند ہوگیا تمام حاضرین گنبد کے اطراف جمع تھے کچھ دیر نہ گذری تھی کہ انہوں نے حضرت شاہ برہان الدین جانم کی آواز سنی جو آیت بیعت تلاوت فرما رہے تھے اور اسکے ساتھ ہی بلا تقدیم حضرت امین الدین اعلی کی آواز بھی سنی اسکے بعد گنبد شریف سے باہر تشریف لائے کہتے ہیں کہ بیعت کے تمام لوزمات مثلاً پھولوں کا ہار وغیرہ آپ پہنے ہوئے تھے ۔ اور آپ کے لباس پر صندل کا نشان نمایاں تھا ۔ خدام نے گنبد میں دوسری خوشبوئیں بھی موجود پائیں ۔ اس روز سے ہر کوئی آپ کو خلیفہ شاہ برہان الدین کہنے لگا بعد ازاں آپ نے بعض لوگوں کے شکوک و شبہات کو رفع کرنے کے لئے خواجہ محمود خوشدہان کے ہاتھ سے خرقہ خلافت زیب تن فرمایا ۔ حضرت محمود نے تمام مراتب طے ہونے کے بعد صاحبزادہ والا مناقب سے عرض کیا کہ حضرت اپنے شجرہ میں اپنا نام اس غلام کے واسطہ کے بغیر تحریر فرمائیں یہی وجہ ہے کہ اس خاندان کے شجروں میں شاہ امین الدین علی کا نام شاہ برہان الدین جانم کے بعد لکھا جاتا ہے وہ کلاہ مذکور جسکو آپ کے پدر بزرگوار نے آپ کی والدہ کے پیٹ پر رکھ کر فرمایا تھا کہ یہ امین الدین کی امانت ہے اسے آپ نے اپنے چچا شاہ عطاء اللہ حسینی کے ہاتھ سے زیب سر کیا اس طرح بھی یہ خرقہ خلافت حضرت شاہ برہان الدین جانم کی روح کی جانب سے تھا ۔ الغرض شاہ امین الدین اعلی اولیائے کاملین سے اور صاحب تصرف، صاحب ریاضت اور صاحب جذب و سلوک تھے آپ بارہ سال تک ایک ہی نشست گاہ میں مشغول محو رہے تھے ۔ ریاضت و مجاہدہ شاقہ میں مشغول رہا کرتے تھے بعد ازاں آپ اپنے والد بزرگوار کی مسند ارشاد پر متمکن ہوئے ۔ اور خلق خداوندی کی رہنمائی فرمائی ۔ آپ پر تکلف لباس پہنا کرتے تھے اور مرتبہ معشوقیت پر فائز تھے آپ بظاہر احکام اوامر مثلاً صوم و صلوات کے غلبہ حال کی وجہ سے پابند نہ تھے ۔ استغراق کا یہ عالم تھا کہ ہفتہ میں ایک دفعہ افاقہ ہوتا تھا جس دن آپ کو افاقہ ہوتا اس روز آپ کے خلفاء اور خدام آپ سے مستفیض ہوئے آپ اکثر سرنگوں تشریف فرما ہوتے جب آپ سر اٹھاتے تو تمام خلفاء اور مریدین اپنے سر ارادت زمین تک جھکا دیتے ۔ ایک روز دارالظفر کے علماء نے بادشاہ سکندر ثانی کی اعانت سے آپ کے خدام سے کہا کہ امین الدین کو کہو کہ وہ نماز ورنہ ان پر حکم شرع جاری کر دیا جائے گا ۔ اس سلسلہ میں آپ کے خادموں کو بہت ایذا دی گئی لیکن ان پر کچھ اثر نہ ہوا ۔ بعد ازاں سلطان کا حکم ہوا کہ آپ کے خدام کو مجلس میں جگہ نہ دی جائے اور شہر کی دوکانوں پر اعلان کر دیا گیا کہ کوئی شخص الٰہی فقراء کو

کچھ نہ دیے۔ مجبوراً خدام نے آپ سے صورتحال اور سلطان کا اعراض بیان کیا آپ نے کہا کہ ان سے کہو کہ کل میں شرع کی متابعت کروں گا شہر کے تالاب کے کنارے سب جمع ہو جائیں تاکہ فقیر سب کے آگے نماز ادا کرے۔ الغرض دوسرے روز بادشاہ علماء وغیرھم وہاں حاضر ہوئے خادم نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کے حکم عالی کے بموجب بادشاہ اور خلائق کی ایک کثیر تعداد مقام مذکورہ پہ جمع ہوئی ہے اور آپ کا انتظار ہو رہا ہے آپ اٹھے اور خادم سے فرمایا کہ وہ مصلا اپنے ساتھ لائے آپ تالاب مذکورہ کے کنارے پہونچے اور جم غفیر کو دیکھ کر خادم سے کہا کہ اے فلاں نماز کا یہ مصلا تالاب کے بیچا بیچ بچھا دو تالاب پانی سے بھرا ہوا تھا اس خادم صادق نے آپ کے حکم کی تعمیل کی جب پانی پہ مصلا بچھ گیا تو حضرت نے جماعت حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ جو کوئی امامت کرنا چاہتا ہے آگے آئے تاکہ میں اسکی اقتدا کروں کسی نے آپ کا جواب نہ دیا آپ نے پھر اپنا جملہ دہرایا سب لوگ خاموش رہے تیسری دفعہ حضرت خود بہ نفس نفیس پانی میں اتر گئے اور مصلا پہ کھڑے ہو کر دوگانہ حقیقت یگانہ ادا فرمایا اسکے بعد مصلا کو اپنے کندھے پہ ڈال کر تالاب سے باہر آئے وہ علماء جو راسخ تھے آپکے قدموں پہ گر پڑے اور آپ کی ولایت اور قدرت کاملہ کا اقرار کیا اور جو لوگ آپ کے منکرین سے تھے خجالت سے ہمکنار ہوئے اس وقت حضرت امین الدین پہ جلال طاری ہوا اور آپ نے سکندر ثانی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے سلطان ہم ان سیہ روؤں کو بدر کرتے ہیں اور سفید روؤں کو طلب کرتے ہیں یہ کہہ کر آپ اپنے گھر تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ نہ گذرا تھا کہ بادشاہ محی الدین عالمگیر نے دکن کا رخ کیا اور شہر بیجاپور اس کے ہاتھوں تسخیر ہوا جس سے پتہ چلا کہ سفید روؤں سے مراد مغل تھے۔ الغرض آپکا ارشاد حرف بحرف صحیح ہوا۔ آپ نے عالمگیر کی آمد کے قبل ہی اس جہان فانی سے رحلت فرمائی۔

صاحب انوار الاخیار کا بیان ہے کہ شاہ برہان الدین راز الٰہی شاہ علی گنج گوہر اور شاہ جان اللہ جو تی آپ کے معاصر تھے ایک روز ایک شخص نے ان تینوں بزرگوں کی تصاویر آپ کی خدمت میں پیش کیں آپنے شاہ برہان راز الٰہی اور شاہ علی گنج گوہر کی تصاویر کو دیکھ کر ان کی بہت تعریف کی اور جب شاہ جان اللہ کی تصویر آپ کے ہاتھ میں آئی تو آپ نے فوراً اسے زمین پہ رکھ دیا اور کچھ نہ کہا۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت کا دستور تھا جب آپ کے گھر میں فرزند کی ولادت ہوتی تو آپ اپنا دست مبارک اپنے فرزند کے چہرہ پہ پھیر کر فرماتے کہ بابا آرام کرو اور اسی وقت فرزند کی رحلت ہو جاتی جب بابا شاہ حسینی پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ نے حضرت سے پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ

وہ بارہ سال کے ہوگئے ایک روز نادانستگی میں حضرت کا سامنا ہوگیا والدہ حیرت اور غم فراق کے تصور سے گریہ وزاری کرنے لگیں آپ نے فرمایا کہ کیوں غمگین ہوتی ہے یہ بابا حسینی ہے اور خدائے تعالیٰ اس کی نسل کو قائم رکھے گا پھر انہیں خلافت دی اور اپنا قائم مقام مقرر فرمایا۔

آپ کے خلفاء کی کثیر تعداد تھی لیکن مشہور یہ ہے کہ آپ کے ڈھائی خلیفہ تھے ایک میراں جی خدا نما۔ دوسرے ہاشم نیاپوری عرف خداوند بادی اور نصف شاہ عبدالقادر لنگ بند الغرض آپ کے کمالات اور خوارق عادات بے حد و بے شمار ہیں آپ کی وفات سنہ ۱۱۶۱ھ میں بتاریخ ۲۱ر رمضان واقع ہوئی آپ کا مادہ تاریخ "ختم الولی" لکھا گیا ہے قبر شریف دارالظفر بیجاپور میں آپ کے جد بزرگوار کی گنبد کے متصل ایک علٰحدہ گنبد میں زیارت گاہ خلق ہے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، عاشق حق، شاہ برہان راز الٰہ رحمۃ اللہ علیہ

صاحب نقل فردوس کے بموجب آپ کا اسم گرامی شیخ معین تھا اور آپ شیخ عیسیٰ جند اللہ کے مرید رشید اور خلیفہ کامل تھے آپ کی ولادت سنہ ۹۹۸ھ میں دارالسرور برہان پور کے ایک موضع میں ہوئی ۸۵ سال کی عمر پائی اور سنہ ۱۰۸۳ھ میں اس جہان فانی سے رحلت فرمائی آپ کی تاریخ وفات ۱۵ر شعبان المعظم ہے اور آپ کی مرقد برہان پور میں واقع ہے۔

صاحب رسالہ مکاشفہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت پر طلب حق کا جذبہ طاری ہوا تو آپ نے شاہ عیسیٰ جند اللہ سے طریقہ شطاریہ میں بیعت کی آپ کے مرشد نے آپ کو ڈھیلے لانے کی خدمت تفویض کی کہتے ہیں کہ آپ مسجد میں ڈھیلے مہیا فرماتے اور جب کسی کو ان کی حاجت ہوتی تو اسے دیتے ایک روز خانقاہ کے لوگوں نے شاہ جند اللہ سے عرض کیا کہ یہ نووارد شخص ناہموار ڈھیلے فراہم کرتا ہے شاہ صاحب نے فرمایا کہ اے برہان! تمہارے ڈھیلے لوگوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں تم اسے اپنے رخسار پر صاف کیوں نہیں کرتے کہ اس سے ان لوگوں کو راحت مل سکتی ہے اس روز سے شاہ برہان راز الٰہی ڈھیلوں کا

ٹوکرا صحرا سے سر پر رکھ کر لے آتے اور ان ڈھیلوں کو اپنے عارض پہ ملتے جب ان سے رخسار کو ضرر پہنچنے لگتا تو رکھ دیتے اس طرح آپ کے رخسار مجروح ہو جاتے اسی طرح ایک مدت مدید تک آپ نے یہ خدمت انجام دی ایک روز حضرت شیخ خانقاہ میں تشریف فرما تھے کہ آپ سر پہ ڈھیلوں کا ٹوکرا لئے ہوئے صحرا سے تشریف لائے ڈھیلوں کا وہ ٹوکرا آپ کے سر سے ایک ہاتھ اونچا چل رہا تھا جب حضرت شیخ نے یہ حالت لاحظہ فرمائی تو آپ کے استقبال کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے آپ کے سر پہ سے ٹوکرا لے کر خدام کے حوالہ کیا اور فرمایا کہ جس وقت یہ درویش اس جہاں سے رحلت کرے تو یہی ڈھیلے میرے لئے قبل کے ڈھیلوں کے طور پہ دینا ان سے میری مغفرت ہو جائیگی یہ کہہ کر آپ کو اپنا لباس پہنایا اور پیران شطاریہ کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ ایک روز حضرت شیخ بیٹھے ہوئے تھے اور شاہ برہان راز الٰہی حضرت کے پیچھے کھڑے تھے مگس رانی کی خدمت انجام دے رہے تھے اس اثناء میں ایک صاحب کشف بزرگ وارد ہوئے انہوں نے جب یہ صورتحال دیکھی تو کہا کہ عجیب واقعہ ہے کہ نوری خاکی کی خدمت میں کھڑا مگس رانی کر رہا ہے حضرت شیخ نے فرمایا بے شک یہی ماجرا ہے لیکن اسی خاکی نے اس نوری کو نوری بنایا ہے اور یہ نور اسی خاک سے برآمد ہوا ہے۔ الغرض حضرت شیخ کے خلفاء میں شاہ برہان راز الٰہی کی مثال نہ تھی۔

کہتے ہیں کہ حضرت شیخ کی رحلت کے وقت شاہ برہان حاضر تھے آدھی رات گذر چکی تھی کہ شیخ نے اپنے فرزند بابا شاہ فتح محمد کو یاد فرمایا کہا گیا کہ وہ تو بیت اللہ کے طواف کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ اور یہاں موجود نہیں پھر دریافت فرمایا کہ برہان ہے؟ کہا گیا کہ موجود ہے پس شیخ نے اپنی تمام نعمتیں آپ کو مرحمت فرما دیں اور کہا کہ یہ فتح کا حصہ تھا جو میں تجھے عنایت کر رہا ہوں اگر وہ تم سے یہ نعمت طلب کرے تو دے دینا اسکی طلب پہ دریغ نہ کرنا کیونکہ وہ اسکا مستحق ہے۔۔۔

کہتے ہیں کہ جب شاہ فتح محمد حرمین شریفین سے تشریف لائے تو آپ نے اپنے شیخ کے اس صاحبزادہ کا استقبال کیا اور آداب بجا لا کر انہیں مسند پر بٹھا دیا اور خود انکے آگے دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ جب شاہ فتح محمد نے نعمت طلب کی تو پہلے آپ نے عذر کیا لیکن جب دیکھا کہ صاحبزادے طالب صادق ہیں تو کہا کہ اگر آپ یہ نعمت طلب کریں گے تو صاحبزادگی باقی نہ رہے گی۔ فتح محمد نے کہا کہ میں اپنے پدر بزرگوار کی نعمت چاہتا ہوں اور صاحبزادگی مجھے منظور نہیں آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو مسند سے اٹھو اور میرے آستانہ کی خاکروبی اختیار کرو کہتے ہیں کہ شاہ فتح محمد اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور کچھ مدت تک خاکروبی کی خدمت انجام دی

ایک روز شاہ برہان نے دیکھا کہ بابا فتح محمد اپنے سر پر کچرے کا ٹوکرا لئے جا رہے ہیں اور وہ ٹوکرا ان کے سر کے اوپر ہوا میں چل رہا ہے اس دن آپ نے صاحبزادہ کو غسل دیا اور لباس خلافت پہنایا اور انھیں ان کے والد ماجد کی مسند پر بٹھا دیا اور آداب طریقت بجا لاکر فرمایا کہ اسوقت آپ صاحبزادہ تھے اور اب صاحب ہو گئے ہیں اور یہ درحقیقت آپ کے والد ماجد کے غلام ہیں۔

صاحب نخل فردوس کہتے ہیں کہ شاہ برہان راز الٰہی کے کمالات حد تحریر سے ماورا ہیں۔ اور آپ کے ظہور نور کو دارالسرور برہان پور میں شہرت تامہ حاصل ہے آپ کے فرزندوں اور خلفاء کی بزرگی مشہور عالم ہے آپ کے فضائل کا اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ شیخ شہاب الدین محدث، سید محمد المخاطب شاہ نور دردہ، شاہ نور شکر کو بھی سید ابراہیم المخاطب گاذر الٰہی جیسے بزرگ آپ کے خلفاء کبار میں شامل تھے رحمتہ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

شاہ مدنی، قبلہ وقت شیخ یحییٰ مدنی رحمتہ اللہ علیہ

آپ اپنے پدر بزرگوار شیخ محمد کے مرید تھے جو اپنے والد شیخ محمد ہاشم کے مرید تھے اور شیخ محمد ہاشم مذکور کمال الدین علامہ کے پوتے تھے اور وہ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے حقیقی بھانجے تھے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب شاہ جہاں بادشاہ گجرات آیا تو آپ سے معانقہ کیا اور بوریے کے فرش پر صحن میں ایک موز کے درخت کے نیچے بیٹھ گیا بادشاہ کے ہمراہ کچھ لوگ تھے جو علم کیمیا جانتے تھے جب انہوں نے دیکھا کہ آپ کے پاس کہنہ بوریے کا فرش ہے تو اپنے حبیب سے کچھ کہا اور وہ جا کر ایک شیشہ میں خاک لے آئی انہوں نے وہ لے لیا اور اپنے ہاتھ سے شیخ یحییٰ مدنی کے سامنے رکھ کر عرض کیا کہ یہ اکسیر ہے اس سے چند من چاندی تیار کی جا سکتی ہے اسے آپ اپنے صرف میں لا سکتے ہیں شیخ نے ان کا کچھ جواب نہ دیا اس کے بعد اٹھے اور بادشاہ سے

کہا کہ میں پیشاب کر کے آتا ہوں آپ اسی جگہ رہیں آپ نے ڈھیلا لیا اور ایک درخت کے نیچے پیشاب سے فراغت حاصل کرنے کے بعد ڈھیلہ سمیت بادشاہ کے پاس آئے وہاں ایک ٹوٹا ہوا لوہے کا ڈول پڑا ہوا تھا آپ نے ڈھیلا اس پر مارا ڈھیلا اس پر لگنا تھا کہ وہ چاندی میں تبدیل ہو گیا اس کے بعد آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس شخص کو خدائے تعالےٰ نے اس کیمیا سے نوازا ہے اسے تمہاری اکسیر کی کیا احتیاج ہو سکتی ہے یہ شیشہ لے جاؤ تمہارے ہی کام آئیگا۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ دوسری دفعہ حرمین الشریفین کی زیارت کے لئے گئے اور پھر گجرات واپس آئے۔ تیسری بار سورت کی بندرگاہ سے بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے آپ کا شاہ برہان راز الٰہ سے رسل و پیام کا تسلسل قائم تھا۔ چنانچہ برہان راز الٰہ نے ایک درویش کے لئے ایک رقعہ تحریر فرمایا تھا جس پر آپ نے اس درویش کو تلقین سے سرفراز فرمانے کے بعد اسے رخصت کیا۔ جب آپ تیسری دفعہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو قوالوں کی ایک کثیر تعداد آپ کے ہمراہ تھی اسی مقام پر شاہ کلیم اللہ چشتی آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے ان کی بیعت کا واقعہ اور قوالوں کی غزل خوانی وغیرہ شاہ کلیم اللہ کے ذکر میں مرقوم ہوگا۔ آپ کی وفات بتاریخ ۲۸ صفر سنہ ۱۱۰۱ھ میں واقع ہوئی اور آپ مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

شیخ نامی، سید گرامی، حضرت سید شاہ نور حمامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب مخازن اعراس کا بیان ہے کہ آپ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ نے خجستہ بنیاد میں ایک غسل خانہ تعمیر کروایا تھا جہاں شہر کے لوگ غسل کرتے تھے اور کسی سے اجرت نہ لی جاتی تھی کیونکہ وہ مغسل وقف تھا جو کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا آپ اس سے فرماتے یابا حمام میں جاؤ۔ بعض کا خیال ہے کہ آپ کا لقب حموی ہے کیونکہ آپ حماہ شریف سے تشریف لائے تھے۔

صاحب محبوب القلوب کا بیان ہے کہ آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت و ارادت کے حامل تھے

آپ ولی کامل اور صاحب خوارق و کرامات تھے آپ کے تصرفات آج تک جاری و ساری ہیں۔ آپ ملک عرب سے ہندوستان تشریف لائے اور وہاں سے دکن میں شہر اورنگ آباد آکر وہاں کی سکونت اختیار کرلی۔ آپ کی عمر شریف بہت طویل تھی بعض راویوں کے قول کے مطابق عمر شریف تین سو سال تھی اور بعض کے بموجب ساڑھے تین سو سال اور بعض کے خیال کے مطابق اس سے بھی زیادہ تھی۔ الغرض اورنگ آباد شہر آپ کی برکتوں کے دریائے ناپیدا کنار سے فیضیاب ہے صاحب مخازن فرماتے ہیں کہ سننے میں آیا ہے کہ آپ حضرت غوث الثقلین کی اولاد سے تھے۔ آپ کی وفات سنہ ۱۱۰ھ میں بتاریخ ۴ رجادی الثانی میں واقع ہوئی۔ قبر شریف اورنگ آباد خجستہ بنیاد میں زیارت گاہ خلق ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

قبلہ دینی شاہ دو کونی شیخ وقت شاہ یوسف عرف شاہ راجو حسینی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب اخبار الانوار رقمطراز ہیں کہ آپ حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کی اولاد سے تھے بادشاہ حیدرآباد سلطان ابوالحسن تاناشاہ آپ کا مرید تھا اور اس کی لڑکی آپ کے صاحبزادہ سے منسوب تھیں۔ ابوالحسن مذکور صادق الاعتقاد اور تادم حیات راسخ العقیدت رہا۔

راوی مذکور یہ بھی تحریر کرتے ہیں کہ آپ لباس رنگ تھے اور بیعت و خلافت اپنے چچا شاہ اکبر حسینی سے حاصل کی تھی حیدرآباد میں آپ کا مکان سکونت فتح دروازہ کی جانب واقع ہے کہتے ہیں کہ جب شاہ راجو حسینی اپنے چچا کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر جلوس فرما ہوئے اور ایک عالم کو فیضیاب فرمایا تو اس وقت تاناشاہ اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا ایک روز ایک شخص نے ایک انار آپ کو بطور نذر پیش کیا حضرت نے اسے قبول فرما کر اسکے دانے تقسیم کردیے ان میں سے چند دانے ابوالحسن کو بھی عنایت کیے اور فرمایا کہ کتنے دانے ہیں گن لو۔ ابوالحسن نے عرض کیا بارہ دانے ہیں آپ نے فرمایا تم حیدرآباد کی سلطنت پر بارہ سال

تاثر رہو گے چنانچہ اسی طرح ظہور ہوا جیسا کہ آپ کی زبان مبارک سے ارشاد ہوا۔ الغرض ابو الحسن سلطان عبداللہ قطب شاہ کے بعد حیدرآباد کے تخت شاہی پر متمکن ہوا خزانہ سلاطین میں سلاطین گذشتہ کا چھوڑا ہوا مبلغ بائیس کروڑ روپے نقد ہن موجود تھا سلطان ابو الحسن نے بارہ سال کمال عیش و عشرت انعام وغیرہ میں یہ رقم خرچ کر دی۔ چنانچہ اس نے اپنے وزیر کو تین کروڑ ہن کا انعام دیا الغرض عالمگیر کی آمد تک تمام دولت خرچ ہو چکی تھی اور کچھ باقی نہ تھا۔ جب سلطان محی الدین عالمگیر نے دکن کا رخ کیا اور حیدرآباد فتح کیا تو خزانہ خالی ہو چکا تھا۔ اس نے ابو الحسن سے پوچھا کہ خزانہ سلاطین کیا ہوا ابو الحسن نے جواب دیا کہ مکہ مسجد کی بنیاد کے نیچے مدفون ہے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس نے یہ بیت لکھ بھیجی کہ ؎

قرار بر کف آزادگان نگیرد مال
نہ صبر در دلِ عاشق نہ آب در غربال

الغرض سلطان ابو الحسن بہت صاحب ہمت تھا اور اسے حضرت شاہ راجو حسینی سے کمال اعتقاد تھا جب شاہ موصوف نے اس جہان فانی سے رحلت فرمائی تو سلطان ابو الحسن تانا شاہ نے آپ کو بیرون شہر بجانب فتح دروازہ مدفون کیا اور آپ کی مزار مبارک پر ایک عالیشان گنبد تعمیر کروائی اگرچہ گنبد نامکمل رہی لیکن اسکی رفعت سے کار بادشاہی نمایاں ہے۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ جب سلطان ابو الحسن کو بادشاہ عالمگیر نے مسخر کر دیا تو اسے قید کر کے قلعہ گولکنڈہ سے عالمگیر کے سامنے پیش کیا گیا اثنا دراہ میں ابو الحسن کی نظر اپنے مرشد کی گنبد پر پڑی اس نے فوراً آداب مرشدانہ بجا لائے اور سربسجدہ ہو گیا۔ لوگوں نے یہ خبر بادشاہ کو پہونچا دی۔ اس نے ابو الحسن کے پاس کہلا بھیجا کہ تم نے اپنے ایام سلطنت میں جان لیا ہوگا کہ قیام سلطنت ان بزرگوں کی ارواح سے استمداد کے باعث ممکن ہے لیکن اب جبکہ تمہارا زوال ہو چکا اور تمہارے ہاتھ سے حکومت جا چکی ہے پھر کیوں تم اپنے مرشد کے آداب بجا لائے۔ ابو الحسن نے کہا کہ بادشاہ سے کہدیا جائے کہ میں نے اپنے ایام سلطنت میں سمجھ لیا کہ مجھے جو کچھ حاصل ہوا وہ حضرت کے قدوم کی برکت اور آپ کی روح کی توجہ کے باعث تھا اب جبکہ میرے سر سے سلطنت کا بار اتر چکا ہے میں سمجھتا ہوں کہ حضرت نے میری گردن کو بار دنیاوی سے نجات دی کیونکہ قریب تھا کہ اس بار سے میری گردن ٹوٹ جاتی اس لئے یہ بار تمہاری گردن پر رکھدیا گیا اور نجس ہیراز

کا ٹوکرا میری گردن سے تمہاری گردن پر پہونچ گیا اور مجھے سبکبار کر دیا گیا۔ میں نے اسی بناء پر آداب شکریہ بجا لائے تھے۔

صاحب مکاشفہ تحریر فرماتے ہیں کہ سلطان ابوالحسن کو درویشوں کی خدمت میں کمال اعتقاد تھا وہ مشائخین شہر کے علاوہ نو واردین کی بھی خدمت کیا کرتا تھا بلند ہمت تھا اور کسی درویش سائل کو سو ہُن سے کم کی تواضع نہ کرتا تھا اور اپنے مرشد زادوں کی اس طرح خدمت کرتا تھا کہ انکی سواری شہزادوں کی طرح باحشمت و شوکت برآمد ہوا کرتی تھی۔ اسے حضرت شاہ محی الدین ثانی سے ملاقات کا بیحد اشتیاق تھا۔ اکثر اوقات آپ سے ملاقات کا ارادہ کرتا تھا لیکن حضرت محی الدین ثانی نے کبھی قبول نہ کیا ایک روز رستم خاں کی ایماء پر جو صوبہ حیدرآباد میں بادشاہ کا مقرب اور ہمراز تھا آپ سے ملاقات کا عریضہ پیش کیا حضرت نے فرمایا کہ تمہارے بادشاہ کو ایک بزرگ سے بیعت حاصل ہے اگر وہ فقیر سے ملاقات کرے گا تو اسکی اس عقیدت کو نقصان پہونچ سکتا ہے یا ہو سکتا ہے کہ فقیر سے اسکو بالکلیہ اعتقاد پیدا نہ ہو ان دونوں صورتوں میں ملاقات سے فائدہ نہیں اسکے یہاں آنے کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔ کہتے ہیں کہ سلطان ابوالحسن آپ کے اس ارشاد کو سننے کے باوجود آپ سے ملاقات کا آرزومند رہا۔ ہر وقت سیر و شکار کے بہانے آپ سے ملاقات کے لئے صحرا میں جایا کرتا سیر کرتے کرتے جہاں معلوم ہوتا کہ حضرت تشریف فرما ہیں فوراً ادھر کا رخ کرتا لیکن حضرت اسکے پہونچنے سے قبل ہی وہاں سے اٹھ کر کسی دوسرے مقام پر فروکش ہو جاتے الغرض اسکی قسمت میں حضرت سے ملاقات نہ تھی لہٰذا یہ شرف اسے میسر نہ ہوا۔

حضرت شاہ راجو کے کمالات کا اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سلطان ابوالحسن کو آپ کا فیض صحبت حاصل تھا اور وہ باوجود مذہب امامیہ کے پیرو ہونے کے فقراء، درویشوں اور مشائخین سے اعتقاد راسخ رکھتا تھا۔ حضرت شاہ راجو حسینی کی وفات بتاریخ ۲۲ صفر واقع ہوئی آپ کے تین ۳ صاحبزادے تھے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عاشق ربانی، مقبول رحمانی، افضل المتاخرین حضرت شاہ ابوالحسن حیدر ثانی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب اخبار الانوار کا بیان ہے کہ آپ حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کی اولاد امجاد سے تھے۔ بیعت ارادت اور خلافت اجازت آپ کو اپنے والد بزرگوار شاہ عبد من اللہ سے تھی جو اپنے والد شاہ ابوالحسن بزرگ کے اور وہ اپنے والد شاہ کلیم اللہ کے وہ اپنے پدر بزرگوار شاہ من اللہ کے اور وہ اپنے والد سید محمد اصغر کے اور وہ اپنے والد ماجد حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کے مرید و خلیفہ تھے حضرت شاہ ابوالحسن ثانی کے کمالات، کرامات اور تصرفات بہت ہیں ان کے منجملہ کچھ یہاں بالاختصار تحریر کئے جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ آپ کے مکان میں برسر بازار بالاخانہ واقع تھا جہاں روز آنہ آپ کی نشست رہا کرتی تھی بالاخانہ مذکور کے روبرو ایک تنباکو فروش کی دوکان تھی اس کا لڑکا بہت حسین تھا حضرت کو اس سے عشق تھا اس لڑکے کو اسکی اطلاع نہ تھی جب اسے یہ معلوم ہوا کہ حضرت اسے پسند فرماتے ہیں ایک روز وہ بکمال جوش و خروش چیں بجبیں ہو کر آپ کی خدمت میں آیا اور باندازِ گستاخی کہا کہ اگر آپ کو اپنے کمال کا دعویٰ ہے اور آپ جذب عشق حقیقی میں کامل ہیں تو مجھے بہشت میں پہونچا دیجئے حضرت نے تبسم آمیز طور پر اس سے فرمایا کہ میں بہشت میں پہونچا دینے کی قدرت رکھتا ہوں لیکن وہاں سے واپسی پر میں قادر نہیں اس لڑکے نے قبول کیا حضرت نے فرمایا اپنے والدین سے رخصت لے کر آؤ وہ لڑکا اپنے والدین کے پاس گیا اور حضرت کی ولایت کے امتحان کے متعلق کہہ سنایا ہر چند والدین نے اسے منع کیا لیکن وہ رضامند نہ ہوا اور اپنے والدین کے ساتھ آپ کے پاس حاضر ہوا حضرت نے جب اسکے والدین کو راضی پایا تو اسے اپنی بغل میں لے کر اپنی چادر میں کھینچ لیا تھوڑی دیر کے بعد چادر ہٹائی اور فرمایا کہ تمہارے لڑکے نے اپنا مقصود پا لیا جب والدین نے غور سے دیکھا تو لڑکا جان بحق تسلیم ہو چکا تھا۔

ایک روز کوہیر کے مکان میں تشریف فرما رسالہ نویسی میں مشغول تھے کہ چھپکلی کی آواز آئی آپ نے

چھڑی زمین پر ماری اور "خاموش" کہا اس نے پھر آواز کی آپ نے پھر خاموش فرمایا۔ تیسری بار جب آواز آئی تو آپ نے چھڑی ہاتھ میں اٹھائی اور بشدت تمام زمین پر مارا اور بحدت فرمایا خاموش۔ راوی کا بیان ہے اس تاریخ سے قصبۂ کوہیر میں چھپکلی کی آواز نہ آئی۔ بعض دوسرے راویوں کا بیان ہے کہ صرف قصبۂ کوہیر میں ہی نہیں بلکہ تمام پرگنہ میں چھپکلی کی آواز بند ہوگئی۔ آپ کا یہ تصرف آج تک جاری ہے۔

راوی مذکور کہتے ہیں کہ آپ اکثر شہر حیدرآباد میں بود و باش اختیار فرمایا کرتے اور شہر مذکور میں آپکی سکونت محلہ حسینی علم کبوتر خانہ میں مشہور تھی آپ کا مدفن شہر بیدر میں واقع ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب کبھی آپ حیدرآباد سے قلعہ بیدر تشریف لے جاتے جو قصبۂ کوہیر میں جو راستہ میں واقع ہے اقامت فرماتے۔

آپ کے اٹھارہ صاحبزادے اور اٹھارہ صاحبزادیاں تھیں اسی بناء پر آپ کو حیدر ثانی کہا جاتا ہے آپ کے صاحبزادوں میں حضرت شاہ علی عباس حسینی مجذوب کامل تھے اور بقیہ صاحبزادے سالک تھے آپ کی وفات حیدرآباد میں ہوئی اور آپ بیدر میں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

صاحب انفاس، افضل ناس، قبلۂ آزادگان، حضرت شاہ علی عباس رحمۃ اللہ علیہ

آپ مجاذیب کاملین سے تھے بیعت و خلافت اپنے والد بزرگوار شاہ ابوالحسن سے حاصل کی تھی چنانچہ صاحب اخبار الانوار تحریر فرماتے ہیں کہ اگرچہ کہ حضرت ولی مادرزاد تھے لیکن مرتبۂ جذب پر بیعت و اجازت کے بعد فائز ہوئے اور مجذوب کامل ہوگئے آپ اکثر بازار میں تشریف فرما رہتے اور اپنی کرامات آشکارا فرماتے چنانچہ ایک روز آپ کے والد نے گرم کھانا ایک بڑے چینی کے کٹورے میں بھر کر ایک خادم کے ذریعہ آپ کے پاس روانہ کیا اس وقت شاہ علی عباس چار محل بادشاہی کے حوض کے کنارے پانی میں پاؤں چھوڑے بیٹھے ہوئے تھے خادم نے بادب تمام کھانا آپکے سامنے

رکھدیا اور عرض کیا کہ آپ کے والد نے روانہ کیا ہے حضرت شاہ علی عباس نے کھانے کا وہ کٹورا اپنے ہاتھ میں لیا اور حوض میں پھینک دیا خادم نے واپس ہو کر آپ کے والد سے صورت واقعہ بیان کی۔ حضرت حیدر ثانی نے خادم کو پھر آپ کے پاس یہ کہہ کر روانہ کیا کہ میری جانب سے عباس سے کہو کہ میرا بھیجا ہوا کھانا مجھے واپس کر دے خادم نے حسب ارشاد شاہ علی عباس کے پاس جا کر عرض کیا کہ حضرت اعلیٰ کھانے کا کٹورا کھانا سمیت طلب فرماتے ہیں حضرت موصوف نے معاً اپنا ہاتھ پانی میں ڈالا اور وہی گرم کھانا پانی سے نکال کر خادم کے حوالے کر دیا۔ خادم نے وہاں سے واپسی پر جب کھانا حیدر ثانی کے حوالے کیا اور کیفیت بیان کی تو حضرت مذکور نے فرمایا کہ ایک مقام پر دو شیر اور ایک نیام میں دو تلوار نہیں رہ سکتیں یہ کہہ کر حضرت حیدر ثانی بیدر کی جانب روانہ ہو گئے جہاں آپ کے بزرگوں کا مکان موجود تھا اور کچھ ہی دنوں میں اس جہان فانی سے رحلت فرمائی

راوی مذکور کہتے ہیں کہ حضرت کے کمالات اور خوارق عادات اظہر من الشمس ہیں آپ اکثر حیدرآباد کے راستوں اور بازاروں میں خصوصاً حسینی علم محلہ حسینی علم میں بیٹھا کرتے کبھی گھوڑے پر بھی سواری فرماتے تھے اسی طرح کبھی ہاتھی سے بھی مست بازی فرماتے جو کچھ آپ اپنی زبان حق ترجمانؒ سے فرماتے ویسا ہی ظہور پذیر ہوتا۔ الغرض مجذوب کامل تھے آپ کی اکثر حرکات مذہب ملامتیہ کے موافق تھیں جو بظاہر خلاف شرع ہوتی ہیں۔

صاحب مکاشفہ تحریر کرتے ہیں کہ شاہ مذکور حالت جذب کے حامل تھے تکالیف شرعی کو راہ نہ دیتے اور ہمیشہ مادرزاد اور برہنہ رہا کرتے کبھی ستر عورت فرما لیتے چنانچہ راوی مذکور بسند صحیح تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز جب آپ نے حضرت محی الدین ثانیؒ سے ملاقات فرمائی تو سفید چادر باندھے ہوئے تھے (آپ حضرت محی الدین ثانی کے معاصرین یا متاخرین سے تھے) اسکی تفصیل اس سے پیشتر گذر چکی ہے ۔ جب آپ نے دور ہی سے حضرت محی الدین ثانی کو دیکھا تو کہنے لگے کہ انسان آرہا ہے۔ شاہ موصوف کی وفات ۱۱۲۶ھ میں بتاریخ ۱۰ محرم الحرام واقع ہوئی آپ کا مدفن شہر حیدرآباد میں حسینی علم کے متصل آپکے والد کے مکان سکونت میں واقع ہے رحمۃ اللہ علیہ۔

ذکر شریف

قدوۂ اربابِ دین، قبلۂ اصحابِ یقین، اشرفِ زمانہ حضرت شاہ اسلام الدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے پدر بزرگوار حضرت شاہ اسمٰعیل قادری نیلوری کے خلیفہ اور جانشین تھے جن کا ذکر اس سے قبل تحریر کیا جا چکا ہے راوی کا بیان ہے کہ آپ اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد آنکی مسند خلافت پر جلوس فرما ہوئے اور ایک عالم کو فیوضات قادریہ سے بہرہ مند کیا۔ صاحب تصرف و خوارق تھے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ آپ ہمیشہ مکان کی چھت پر واقع بنگلہ میں سکونت پذیر رہا کرتے تھے اسکے نیچے شاہ راہ عام واقع تھی اور اکثر عورتیں پانی کے برتن لئے وہاں سے گذرا کرتی تھیں۔ شیخ علاء الدین نے جو برہان پور میں مقیم تھے اور صاحب تصرف و ولایت تھے جب یہ سنا تو انکے دل میں یہ خیال گذرا کہ شاہ اسلام الدین عیاشی اور نظر بازی کے لئے بنگلہ پر رہتے ہیں ان کو اس کام سے منع کرنا چاہیئے اس ارادہ سے وہ حضرت کی خدمت میں نیلور حاضر ہوئے۔ جب قریب پہونچے تو حضرت اسلام الدین نے اپنے ارادت مندوں سے کہلا بھیجا کہ شیخ موصوف سے کہیں کہ فی الوقت فقیر سے ملاقات کا قصد نہ فرمائیں جس وقت وہ فقیر کی نظروں کے سامنے آئیں گے ان کے تصرفات زائل ہو جائیں گے اور وہ جو اہل ہنود کو اپنی آستین میں کاشی کا مندر دکھایا کرتے ہیں اسکو دکھانے پر قادر نہ رہیں گے اور شیخ موصوف کی تمام کرامات جاتی رہیں گی جب علاء الدین مسطور نے یہ کلمات سنے تو وہیں سے لوٹ گئے اور ملاقات کا ارادہ موقوف کر دیا۔

آپ کے چھ صاحبزادے تھے۔ سید مرتضیٰ۔ سید امام۔ سید عبد الصمد۔ شاہ مرک سید و حضرت اور حضرت سید مستان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم۔

آپ کی مزار نیلور میں آپ کے پدر بزرگوار کی مرقد سے متصل زیارت گاہ خاص و عام ہے۔
رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

ذکر شریف

عارف معبود، شاہد مشہود، مقتدائے وقت شاہ میر محمود رحمۃ اللہ علیہ

صاحب اخبار الانوار کے موجب آپ نجف اشرف کے متولی زادہ تھے حادثات زمانہ کے تحت سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد سلطنت میں حیدرآباد تشریف لائے اور ایک پہاڑ کو جہاں اب آپ کا مرقد واقع ہے پسند فرما کر وہاں ایک عمارت تعمیر کروائی یہ پہاڑ شاہ محمود کے نام سے مشہور ہے آپ کا تعلق نعمت اللہی گروہ سے تھا اور آپ کا سلسلہ حضرت امام عبداللہ یافعی تک پہونچتا ہے۔ راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ حضرت کو دست غیب حاصل تھا اور بعض دیگر راویوں کا بیان ہے کہ آپ کو علم کیمیا میں مہارت تامہ حاصل تھی اور اسی بناء پر آپ نے یہ تمام مکانات تعمیر کروائے تھے کہتے ہیں کہ پہاڑ پر تعمیر کے وقت حضرت موصوف اس بچہ کی مزدوری بھی اسکی ماں کو اس بچہ کے نام سے ادا فرماتے جو ابھی شکم مادر میں ہوتا اور آخر حال میں شاہ راجو سے مقابلہ ہوا تھا جسکا واقعہ مشہور ہے اسی بناء پر سلطان ابوالحسن کو آپ سے اعتقاد نہ تھا۔

کہتے ہیں کہ کوہ مذکور پر عمارت کی تعمیر کے وقت کا مدار محل وغیرہ قریب تکمیل تھے اسی لئے تمام مزدور بادشاہ کی سرکار میں رجوع بکار تھے وہ سارا دن بادشاہ کے پاس کام کرتے اور رات کو اضافہ مزدوری کی غرض سے کوہ شاہ محمود دلی آتے اور محمود محل کی تعمیر کرتے۔ جب بادشاہ کو اسکی اطلاع ہوئی تو کہا کہ شہر کے تمام تیلیوں سے کہدیا جائے کہ شاہ صاحب موصوف کے لوگوں کو ارنڈی کا تیل فراہم نہ کریں تاکہ رات کا کام رک جائے۔ جب شاہ موصوف نے یہ حکم سنا تو تیل کے بجائے "چاہ محمود" نامی کنویں کے پانی سے چراغ روشن کردیئے اور ان کی روشنی میں مکان کی تعمیر ہوئی۔ الغرض آپ صاحب تصرف بزرگ تھے آپ کی وفات بتاریخ ۱۳؍ شعبان المعظم واقع ہوئی اور آپ کوہ مذکور پر مدفون ہوئے تھے جہاں خود آپ نے اپنی گنبد تعمیر کروائی تھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

اس دہقانی نے خان موصوف سے شاہ حسن برہنہ کے کمال کا تذکرہ کیا۔ خان موصوف سلطان عبداللہ قطب شاہ کے اقرباء سے تھے خان موصوف کو فرزند کی بہت تمنا تھی چنانچہ اس نے اس تمنا میں ایک سو کنیزیں فراہم کی تھیں لیکن ان میں سے کسی کو بھی اولاد نہ ہوئی۔ شاہ مسطور کے کمال کو سنتے ہی وہ بے اختیار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آداب بجا لائے اور دست بستہ کھڑا ہو گیا حضرت نے اس سے اپنی ابرو کے اشارے سے پوچھا کہ کیا حاجت رکھتے ہو؟ اس نے عرض مطلب کیا۔

آپ کے سامنے کچھ پیالے تھے آپ نے ان میں سے ایک میں پانی ڈال کر مالی پرس خاں کو عنایت کیا خان موصوف نے اسے اسی وقت پی لیا۔ آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ کہتے ہیں کہ جب مالی پرس خاں گھر پہونچا تو ہر وہ عورت جس کے پاس گیا وہ حاملہ ہوئی الغرض خان مذکور کو اتنی اولاد ہوئی کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ سلطان عبداللہ قطب شاہ نے خان موصوف سے پوچھا کہ تمہارے کتنے فرزند ہیں خان نے جواب دیا کہ میں دیکھ کر دفتر میں عرض کروں گا۔ الغرض اس وقت سے مالی پرس خاں کو آپ سے کمال اعتقاد پیدا ہو گیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اسکی اہلیہ سے جو پہلا لڑکا تولد ہوا وہ تین سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ اس بچہ کی قبر حضرت حسن برہنہ کی مزار کے قریب واقع ہے اس فرزند کے علاوہ باقی تمام لڑکے بامراد ہوئے اس کرامت کے ظہور کے کچھ عرصہ بعد ہی حضرت شاہ حسن برہنہ کی رحلت ہو گئی۔ خان مذکور نے آپکی مزار پر گنبد تعمیر کیا حضرت کا مقبرہ حیدرآباد سے دو کروہ کے فاصلہ پر ہے اس گنبد میں مالی پرس خاں اور اسکے چند لڑکے اور لڑکیاں کی قبریں ہیں۔ حضرت حسن برہنہ کی وفات بتاریخ ۱۶؍ جمادی الاول واقع ہوئی آپ سلطان عبداللہ قطب شاہ کے عہد سلطنت میں بقید حیات رہے رحمۃ اللہ علیہ

ذکر شریف

شاہ رہنما، قبلہ اینما، قطب وقت حضرت شاہ میراں جی حسینی خدا نما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کہتے ہیں کہ آپ قوم سادات سے تھے بادشاہ عبداللہ قطب الملک کے پاس ملازم تھے۔ سلطان مذکور

ذکر شریف

کاشف سر صمد، واقف رمز احد، سیدنا سید محی الدین احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ حضرت سید عبدالقادر عرف بڑے حضرت صاحب ملکاپوری کے صاحبزادے اور جانشین تھے جنکا ذکر اس سے پہلے گذر چکا ہے آپ کا عرف بڑے محی الدین صاحب تھا اپنے پدر بزرگوار کے بعد ڈھائی سال تک ان کی مسند خلافت پر فائز رہے آپ کے تین صاحبزادے تھے ۱۔ سید محمد علی، سید عبدالقادر اور سید سعدالدین محمد رحمۃ اللہ علیہم۔ آپ کی وفات بتاریخ ۴ رجب المرجب ۱۱۸۸ھ میں واقع ہوئی۔ مزار شریف آپکے پدر بزرگوار کی مرقد کے متصل زیارت گاہِ خلائق ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عاشق باری، عالم و قاری، حافظ قرآن، سید شاہ میران بخاری رحمۃ اللہ علیہ

صاحب اخبار الانوار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا وطن اصلی بیجاپور تھا حضرت شاہ محمد مدرس سے بیعت و خلافت حاصل کی تھی جو سلاسل قادریہ شطاریہ میں تھی۔ بخاریہ کی قوم سے متعلق تھے۔ سلطان محی الدین عالمگیر کے زمانہ میں بیجاپور سے حیدرآباد تشریف لائے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ پالکی پر سوار ہو جاتے اور طلباء اور مریدین اس پالکی کو اپنے کندھوں پہ اٹھا کر چلتے۔ عالم وقت اور فاضل متبحر تھے۔ جب حیدرآباد آئے تو افتاد بلدہ کی خدمت آپ کے تفویض کی گئی۔ ایک مسجد میں جہاں اب آپ کی مزار ہے سکونت پذیر رہے۔

راوی مذکور یہ بھی نقل فرماتے ہیں کہ آپ کی قوت حافظہ اتنی مضبوط و مستحکم تھی کہ جب آپ

امین الدین ہوگیا۔ بعد ازاں سید مذکور کو بیعت سے سرفراز کیا اور کچھ عرصہ کے لئے اپنی صحبت محرمانہ سے فیضیاب فرمایا اور حیدرآباد روانہ فرمادیا۔ منازل سلوک طے کرنے کے بعد حضرت میراں جی حیدرآباد تشریف لائے اور مقام مشیخت کو زینت بخشی اور ایک عالم کو معرفت الٰہی سے بہرہ مند کیا اسی بناء پر آپ خدانما کے لقب سے ملقب ہوگئے۔ آپ کی دام تربیت میں کئی شہبازانِ وقت نے تربیت پائی آپ نے معرفت سلوک پر بزبان دکھنی کئی رسالے تحریر کئے۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ جب سید میراں جی خدانما حیدرآباد میں مسند ارشاد پر فائز ہوئے تو یہاں کے لوگوں کی ایک کثیر تعداد آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئی آپ کی مشیخت و بزرگی حد سے زیادہ تھی اور آپ کو حضور قلبی میسر تھی اسی وجہ سے آپ نے کبھی اپنے شیخ کی خدمت میں کوئی عریضہ تحریر نہ کیا۔ بعض حاسدین نے شاہ امین الدین اعلیٰ سے عرض کیا کہ سید میراں حیدرآباد میں اپنی بزرگی کا شور برپا کر رہے ہیں اور آپ سے روگرداں ہوگئے ہیں۔ اور اب انھیں حضرت سے کوئی اعتقاد نہیں حضرت نے فرمایا کہ اسے ہم نے اپنا ہم رنگ کر دیا ہے اسلئے ایسا نہیں ہوسکتا۔ اگر تم لوگوں کو پھر بھی یقین نہیں آتا تو انکی ہم سے ارادت کی دلیل کا مشاہدہ کرلو۔ یہ کہہ کر آپ ایک کتے سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ اے فلاں میرے سامنے آ فوراً وہ کتا آپ کے سامنے حاضر ہوا آپ نے ایک کاغذ پر کچھ تحریر کیا اور اسکے گلے میں باندھ کر کہا کہ حیدرآباد میں میراں جی کے پاس جاؤ اور اس کا جواب لے آؤ۔

راوی کا بیان ہے کہ وہ کتا راہی حیدرآباد ہوگیا جب وہ شہر کے قریب پہونچا تو حضرت میراں جی کو اسکی اطلاع ہوگئی اور آپ نے اپنے تمام مریدین اور خدام کے ساتھ اس کے استقبال کے لئے نکلے اسے پالکی میں سوار کیا اور خود بھی پالکی اٹھانے والوں کے ساتھ بدوش ارادت اس کتے کو حیدرآباد لائے جب حیدرآباد پہونچے تو حضرت میراں جی اسکو حیدرآباد دکن کے تمام شاہ راہوں سے گذار کر اپنے گھر لے گئے اور اسے مسند پر بٹھا کر آداب عقیدت بجا لائے۔ جتنے روز کتا وہاں رہا اسکی اسی مسند پر نشست رہی اور آپ اسی طرح اسکے آگے آداب بجالاتے رہے۔ آپ انکے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے۔ جب اس کتے نے بیجاپور واپسی کا قصد کیا تو حضرت میراں جی نے حضرت امین الدین اعلیٰ کی خدمت میں عریضہ تحریر کیا اور اس کتے کی گردن میں باندھ کر اسی طرح اپنے تمام مریدوں کے ساتھ تین کروہ تک اس کتے کو چھوڑنے گئے جب وہ کتا حضرت امین الدین کی خدمت میں پہونچا تو حضرت میراں جی کی تحریر اور اس کتے کے ساتھ آپ کے جو مریدین حیدرآباد گئے تھے انکی زبانی میراں جی موصوف کا

حسن اعتقاد عیاں ہوگیا جس سے معترضین کو خجالت کا سامنا کرنا پڑا۔ الغرض حضرت میراں جی خدانما پیر پرستی میں فرد وقت تھے اور آپ کی نظیر نہ تھی۔ آپ کے ایک صاحبزادے تھے جن کا نام امین الدین ثانی تھا۔ ان کے علاوہ ایک صاحبزادی بھی تھیں آپ کی وفات سنہ ۱۰۷۰ھ میں بتاریخ ۱۸ر جمادی الاول واقع ہوئی آپ کی قبر شریف حیدر آباد میں بجانب مستعدپورہ عبداللہ پور میں زیارت گاہ خلق ہے۔ جہاں آپ کے صاحبزادے نے اپنے والد ماجد کی مزار بنائی اور اس پر ایک خوشنما گنبد تعمیر کروائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

قطب آفاق، بدر اشراق، شیخ وقت حضرت شاہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ

آپ بادشاہ بیجاپور سلطان محمود کے امراء سے تھے اور بارہ ہزار سوار اور ہفت ہزاری منصب سے سرفراز تھے جب آپ پر جاذبہ الٰہی طاری ہوا تو حضرت شاہ اسمٰعیل قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت حاصل کیا جیسا کہ اس سے قبل حضرت موصوف کے ذکر میں تحریر کیا جاچکا ہے۔ اور اسکے بعد حضرت شاہ اسمٰعیل کی خدمت میں ترک دنیا کر کے خرقہ خلافت زیب تن فرمایا حضرت شاہ اسمٰعیل قادری نے آپ کو اپنے خاندان کی ساری نعمتوں سے سرفراز فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ عبدالرزاق میں نے تجھے کسی کا محتاج نہ رکھا اس علاقہ ولایت پر میری اولاد کا حق ہے اس لئے تم موضع نبال کی سکونت اختیار کرو کہ تمہارا مقام وہی ہے۔ حضرت عبدالرزاق نبال تشریف لے گئے اور وہیں اقامت پذیر ہوگئے۔

راوی کا بیان ہے کہ جب شاہ عبدالرزاق حضرت مذکور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے اپنا ہاتھ اپنے جبہ کی آستین میں کر لیا اور آپ سے مصافحہ کیا۔ شاہ عبدالرزاق کے دل میں خیال گذرا کہ حضرت نے مجھے اپنا دست مبارک نہ دیا کیونکہ میں سپاہی ہوں اور میرے یہ ہاتھ لوگوں کے خون سے آلودہ ہیں ابھی آپ کے دل میں یہ خطرہ گذرا ہی تھا کہ حضرت نے فرمایا

عبدالرزاق یہ بات نہیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ تم ترک حیوانات نہیں کرتے اور فقیر تارک حیوانات ہے اسی بناء پر میں نے تم سے ہاتھ نہ ملایا کوئی دوسرا خیال نہ کرنا۔

حضرت شاہ عبدالرزاق اپنی والدہ کے بقید حیات رہنے تک کار دنیاوی میں مشغول رہے جب انکا انتقال ہوگیا تو حضرت اسمٰعیل قادری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تارک دنیا ہو کر حضرت مذکور کے حکم کے بموجب بنال میں رونق افروز ہوئے۔ بادشاہ آپ کی اس حرکت سے ناخوش ہوا اور آپ کی فہمائش کے لئے اپنے امراء کو آپ کے پاس روانہ کیا حضرت نے ان سب کو صاف جواب دے دیا۔ آخر الامر سلطان محمود خود آپ کے پاس آیا اور سمجھانے کی کوشش کی لیکن آپ نے قبول نہ کیا بالآخر بادشاہ نے کہا کہ اے عبدالرزاق تم نے گدائی میں کیا حاصل کیا آپ نے کہا کہ اس سے قبل ہمیشہ میں تمہاری خدمت میں مستغرق اور مستحضر رہا کرتا تھا لیکن اب تم میری خدمت میں دنیا کے لئے عرض کر رہے ہو اور فقیر کو اسکی خواہش نہیں اس سے بہتر اور کیا بات ہوگی۔ مجبوراً بادشاہ نے آپ کا پیچھا چھوڑ دیا۔

الغرض حضرت نے بنال کو اپنی مشیخت سے رونق بخشی۔ آپ کا مزار موضع مذکور میں مشہور و معروف ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

معمورۂ عشق را آبادی قبلۂ ذی ارشادی مقتدائے وقت سید ہاشم عرف خداوند یادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب اخبار الانوار رقمطراز ہیں کہ آپ حضرت امین الدین علی اعلیٰ کے خلیفہ تھے اور آپ مخدوم جہانیان کی اولاد سے تھے آپ کے دادا حضرت علاء الدین نو واسطوں سے حضرت مخدوم کے صاحبزادے تھے جیسا کہ سلسلہ نسب سے ظاہر ہے:۔

علاء الدین ابن حسن ابن کمال الدین ابن محمد بن شاہ حاجی ابن شاہ جمال اللہ ابن شاہ حافظ ابن جمال محمد ابن سید محمد اکبر عرف شاہ ابو الفتح رکن عالم ابن سید جلال بخاری عرف مخدوم جہانیاں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

راوی مذکور کا بیان ہے کہ جب آپ پر طلب الٰہی کا جاذبہ غالب ہوا تو آپ نے حضرت امین الدین اعلیٰ سے بیعت کی اور ذاکرین و شاغلین کے حلقہ میں داخل ہو گئے۔ ایک مدت مدید تک منازل سلوک طے کئے اور بعد تحصیل ارادہ کیا کہ حضرت امین الدین سے رخصت لے کر قصبۂ حجوئی میں مقیم ہو جائیں حضرت شیخ نے فرمایا کہ اے ہاشم اور کچھ عرصہ کے لئے توقف کرو تاکہ سیر سلوک تمام ہو جائے آپ نے سکوت اختیار کیا لیکن دل میں خیال گذرا کہ حضرت بعد تکمیل اپنے خلفاء کو کسی نہ کسی جگہ روانگی کا حکم دیتے ہیں اور مجھے اجازت نہیں دیتے حضرت امین الدین نے اس خطرہ پر واقف ہو کر فرمایا کہ اے ہاشم میں تمہیں اجازت دیتا ہوں تم جا سکتے ہو لیکن اثناء راہ میں سید میراں سے ملاقات کرتے جاؤ۔ الغرض خداوند ہادی حیدرآباد تشریف لائے اور اپنے شیخ کے حسب ارشاد شاہ میراں جی خدانما سے ملاقات کی اور ان سے اپنا واقعہ اور حضرت امین الدین کا حکم بیان کیا سید میراں جی آپ کو خلوت میں لے گئے اور کہا کہ ہم دونوں نے ایک ہی مرکز فیض سے استفادہ کیا ہے جو کچھ مجھے حاصل ہوا ہے وہی تمہیں بھی مرحمت کیا گیا۔ پھر کہا کہ تمہیں حضرت سے کیا نعمتیں حاصل ہوئیں۔ حضرت سید ہاشم نے اپنے اذکار خمسہ بیان کئے۔ میراں جی صاحب نے فرمایا کہ جو کچھ نعمت ملنی تھی وہ تمہیں مل چکی۔ حضرت ہاشم نے یہ سن کر طالب نعمت ہوئے اور کہا کہ اس کے علاوہ اگر مزید کوئی نعمت ہو تو مجھے اسکی تلقین فرمائیے۔ میراں جی نے کہا کہ نعمت کے حصول کا طریقہ ایسا ہے کہ بغیر فاتحہ کہا نہیں جا سکتا۔ اگر تم اس کے طالب ہو تو بطریقۂ مذکور میرے پاس آؤ تاکہ میں تمہیں اسکی تلقین کروں۔ کہتے ہیں کہ دوسرے روز سید ہاشم مسطور اپنے سر پر کھجوروں کا خوان اٹھائے حضرت میراں جی کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے فاتحہ دی اور سید ہاشم کا ہاتھ پکڑ کر انھیں خلوت میں لے گئے اور وہ کلمات جو حضرت سید ہاشم نے ان سے کہے تھے دہرائے۔ سید ہاشم نے کہا کہ یہ تو وہی باتیں ہیں جو میں نے آپ سے کہی تھیں۔ آپ مجھے اس کے علاوہ کچھ تلقین فرمائیں۔ میراں جی نے فرمایا کہ باتیں تو وہی ہیں لیکن تمہیں اس راہ میں تکمیل اب حاصل ہوئی کیونکہ اس سے قبل تمہیں ان نعمتوں کی تصدیق نہ تھی اگر تمہیں یقین ہوتا تو ہر چند کہ میں کہتا کہ اسکے علاوہ بھی نعمتیں ہیں لیکن تم کہتے کہ اس نعمت سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں۔ اسلئے حضرت امین الدین اعلیٰ نے ان نعمتوں کی تصدیق کے لئے تمہیں میرے پاس بھیجا ہے کیونکہ سالک کو جب تک گمان باقی رہے یقین میسر نہیں ہوتا اور جب حقیقت یقین تک اس کی رسائی ہو جاتی ہے تو گمان کے لئے کوئی جگہ نہیں رہتی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ

لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا۔ یعنی اگر درمیان سے پردہ اٹھ جائے تو جو یقین کہ حاصل ہو چکا ہے اس میں زیادتی نہیں ہوتی۔

راوی مذکور کا بیان ہے کہ شاہ ہاشم خداوند ہادی صاحب تصرف و خوارق تھے۔ قصبۂ جوگی صوبہ دار الظفر بیجاپور میں بادشاہ عالمگیر کی آمد کے وقت آپ بقید حیات تھے آپ کے ایک صاحبزادہ تھے جن کا نام سید محی الدین عرف صاحب اللہ تھا اور جو اپنے والد کے قائم مقام تھے حضرت شاہ خداوند ہادی کی وفات بتاریخ ۵ رشوال المکرم واقع ہوئی۔ سن رحلت نظر سے نہیں گذرا۔ آپکی قبر شریف قصبۂ مذکور میں زیارت گاہ خلق ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

شیخ ذوالمظاہر، افضل المعاصر حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی عرفیت قادر تھی۔ صاحب اخبار الانوار تحریر کرتے ہیں کہ آپ ابتدائے حال میں سپاہ گری فرماتے تھے ایک روز حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت امین الدین آپ پر پڑی تھی کہ آپ کا دل دنیا سے سرد ہو گیا اور حضرت سے تعلق قوی ہو گیا۔ حضرت سے رخصت حاصل کر کے اپنے گھر لوٹے اور گھوڑا اور دوسرا ساز و سامان فروخت کر کے رقم راہ حق میں صرف کر دی اور پھر حضرت کی خدمت میں آکر ان کے مرید ہو گئے۔ شاہ امین الدین نے بھی آپ کے احوال پر کامل توجہ فرمائی۔ کہتے ہیں کہ کچھ ہی عرصہ میں آپ مرتبۂ اعلیٰ پر فائز ہو گئے اور حضرت مذکور سے خلافت اور اجازت مطلقہ سے سرفراز ہو کر اپنے مقام کو مراجعت فرمائی۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ جب شاہ امین الدین نے رحلت کی حضرت شاہ عبدالقادر نے لنگ اپنے بائیں پاؤں سے باندھ لیا جس پر کثیر قوم جو اسے اپنے گلے میں باندھتی ہے اور اس کی پرستش کرتی ہے آپ کے خلاف ہو گئی اور شور و غوغہ برپا کر کے کہنے لگی کہ آپ لنگ کو اپنے پاؤں میں باندھ رہے ہیں بلکہ یہ ہمارے خدا کی صورت ہے آپ نے فرمایا کہ تم سب اپنے اپنے لنگ میرے پاؤں سے بندھے لنگ کیساتھ

چاہ کو مثیری میں ڈالدو اور ہر ایک اپنا اپنا لنگ طلب کرو جس کسی کو اسکا لنگ واپس مل جائے وہی حق پر ہوگا۔ تمام کفرۃ الفجرۃ نے جو ساحران وقت سے تھے آپ کے اس ارشاد کو قبول کیا اور تقریباً پانچ ہزار لنگ پانی میں ڈالے گئے۔ حضرت شاہ عبد القادر نے بھی اپنا لنگ پاؤں سے نکالکر اس کنویں میں ڈالدیا تھوڑی دیر بعد آپ نے اس سے کہا کہ وہ اپنا اپنا لنگ طلب کریں یہ سب کنویں کے پاس جمع ہوئے اور جادو کے زور پر اپنے اپنے لنگ واپس حاصل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن انھیں کامیابی نہ ہوئی ان کی یہ کوشش تین روز تک جاری رہی سارے سنگ پرست بھوکے اور پیاسے ہوگئے کیونکہ ان کے مذہب میں لنگ کی پرستش کئے بغیر کوئی کام یہاں تک کہ پڑھنا لکھنا بھی نہیں ہوتا۔ تین روز کے بعد یہ لوگ عاجز ہوکر حضرت کی خدمت میں ملتجی ہوئے آپ اس کنویں پر تشریف لائے اور بآواز بلند فرمایا کہ اے ہمارے لنگ سارے لنگ کو ساتھ لے کر بر سر آب آجا آپ کا یہ فرمانا تھا کہ سارے لنگ بر سر چاہ بر آمد ہوگئے آپ نے فرمایا کہ اب اپنے اپنے لنگ کو اپنے نزدیک طلب کرو۔ وہ لوگ گریہ وزاری کرنے لگے اور سارے جادو بے اثر ہوجانے کا اقرار کرلیا حضرت نے پھر اپنے لنگ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے لنگ سارے لنگ کے ساتھ پانی میں چلے جا۔ اسی وقت سارے لنگ پانی میں واپس ہوگئے سارے کفار عاجز ہوکر آپ کے قدموں پر گر پڑے اور اقرار کرلیا کہ حضرت کے لئے سزاوار ہے کہ آپ لنگ اپنے پاؤں سے باندھیں۔ جب انھوں نے اپنی ناکامی کا اقرار کرلیا تو آپ نے فرمایا اے لنگ سارے لنگ سمیت سطح آب پر آجا سارے لنگ سطح آب پر نمودار ہوگئے اور ہر شخص نے اپنا اپنا لنگ شناخت کرلیا اور سارے لنگ حضرت کے قدموں میں ڈالکر آپ کے کمال کے مقر ہوگئے اور ان کی اکثریت آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوگئی اب تک آپکی اولاد کا یہ دستور ہے کہ وہ اپنے بائیں پاؤں میں لنگ باندھتے ہیں اور سیدھے پاؤں میں جوتا پہنتے ہیں۔

الغرض آپ کے کمالات کا اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس قسم کے تصرف کا اظہار حضرت شاہ امین الدین کے خلفاء میں سے کسی اور سے نہ ہوا۔ راوی مذکور نقل کرتے ہیں کہ آپ فقراء آزادگان کو بہت دوست رکھتے تھے اور آپ کے سلوک پر جذب غالب تھا حالت جذب میں اکثر آپ خلاف شرع حرکات بھی سرزد ہوجاتی تھیں آپ کی تاریخ وفات نظر سے نہیں گذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکرِ شریف

کاشفِ اسرارِ بروبیؒ واقفِ مقام و منزلے مجذوبِ حق شاہ بودلے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

صاحب اخبار الانوار فرماتے ہیں کہ آپ کا تعلق مجانین و مجاذیب کے گروہ سے تھا۔ آپ کا وطن اصلی بیجاپور ہے۔ آپ بلا واسطہ حضرت شاہ امین الدین اعلیٰ کے مریدین سے تھے سلطان عبداللہ قطب شاہ کے دورِ سلطنت میں حیدرآباد تشریف لائے اور محلہ دبیرپورہ میں سکونت اختیار فرمائی۔ آپ قوم سادات سے تھے اور اپنے والد کی وفات کے بعد گھوڑوں کی سوداگری کرتے تھے بعد ازاں آپ نے تمام اموال و اسباب راہ حق میں صرف کرکے شاہ امین الدین اعلیٰ کی خدمت میں مستفیض ہوئے اور درجہ کمال حاصل کیا اکثر اوقات آپ محلہ دبیرپورہ کے راستے اور بازار میں جو اس وقت بہت آباد تھا برسرراہ گذر بیٹھا کرتے حالت جذب اس مرتبۂ کمال پر تھی جو کسی کو خواب و خیال میں بھی حاصل نہیں ہوسکتی۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ ایک روز آپ اپنے مقام پر تشریف فرما تھے کہ بادشاہ کا بدمست ہاتھی وہاں سے گذرا ہرچند فیلبان نے آواز لگاکہ آپ کو وہاں سے ہٹانا چاہا لیکن آپ اس وقت شراب عشق سے مدہوش تھے ہرگز اپنے مقام سے نہ اٹھے بالآخر وہ ہاتھی قریب پہونچا اور حضرت کے متصل ہوگیا تو اچانک اسکی مستی ختم ہوگئی اور با ادب آپ کے روبرو کھڑا ہوگیا اور اپنی سونڈ آپ کے قدوم مبارک پر ملنے لگا ایک عالم اس عجیب و غریب تماشہ کا مشاہدہ کر رہا تھا لیکن حضرت کو ہاتھی کی اس حرکت سے کچھ خبر نہ تھی۔ فیلبان نے ہاتھی کو وہاں سے ہٹانے کی بہت کوشش کی لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کچھ دیر بعد حضرت کو افاقہ ہوا آپ نے اپنا ہاتھ ہاتھی کی سونڈ پہ پھیر کر فرمایا کہ اے ہاتھی اپنے مقام کو لوٹ جا اس وقت ہاتھی وہاں سے روانہ ہوگیا اور اپنے مکان لوٹ گیا۔ جسے تھان کہا جاتا ہے اس تصرف کے اظہار سے آپکی بزرگی کی بہت شہرت ہوئی اور تمام خاص و عام آپ کے معتقد ہوگئے۔ تا حال آپ کی مزار سے آپ کا تصرف ظاہر ہے۔ ہر سال بتوکل تمام آپ کا عرس مبارک منایا جاتا ہے۔ آپ کا سن رحلت نظر سے نہیں گذرا۔ قبر شریف محلہ دبیرپورہ میں ہے

جو دروازہ شہر سے باہر واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

ذکر شریف

عاشق پرجوش، سالک باہوش، مقبول حق، شاہ ابوالحسن خاموش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ کاملین حیدرآباد سے تھے۔ بیعت و ارادت شاہ ابوالحسن حیدر ثانی سے تھی جن کا ذکر گذر چکا ہے۔ صاحب اخبار الانوار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ بہت متشرع اور متورع تھے اور شرع کے بدرجہ اتم پابند تھے۔ سلاطین قطب شاہی آپ کے معتقد تھے آپ انکے مرشد تھے آپ کے خدام کیلئے سلاطین مذکور کی جانب سے ایک لاکھ کی ہُن نذر گذرانی گئی تھی آپ کے مرشد شاہ ابوالحسن حیدر ثانی کو مرغ بازی کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ چار سو جنگی مرغ آپ کے پاس تھے انہیں لڑائی کی تربیت دینے کیلئے کئی لوگ متعین تھے انکے منجملہ چند مرغ شاہ ابوالحسن خاموش کے حصہ دئے گئے تھے۔ راوی کا بیان ہے جب مرغ بازی کا دن آتا تو سب اپنی اپنی تحویل میں دئے گئے مرغ حیدر ثانی کی خدمت میں حاضر کرتے۔ اور بازی گری کی ابتداء ہوتی حضرت شاہ خاموش اپنے مرشد کے پیچھے چادر تہ چادر اپنے منہ پہ ڈالے کھڑے رہتے اور مرغوں کی تعریف کیا کرتے حیدر ثانی آپ کے کلام سے بہت خوش ہوتے۔ لیکن حاسدین نے آپ کے مرشد سے عرض کیا کہ شاہ خاموش کو آپ کے افعال پہ اعتراض ہے اور وہ اپنی آنکھیں بند کرکے آپ کے پیچھے سے جنگی اصطلاحات کہتے رہتے ہیں شاہ ابوالحسن حیدر ثانی نے کہا کہ تم لوگ ان کے قرب سے حسد کرتے ہو اسلئے ایسا کہہ رہے ہو وہ مرید صادق ہے ان لوگوں نے کہا کہ اگر ہم غلط کہہ رہے ہیں، آئندہ جنگ کے وقت آپ خود ملاحظہ فرمالیں کذب و صدق ظاہر ہو جائیگا۔ الغرض حضرت نے انکے اصرار پہ مشاہدہ کیا اور جب یہ دیکھا کہ انکا بیان صحیح ہے تو آپ پہ جلال طاری ہوگیا آپ نے فرمایا کہ اے خاموش ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم میرے افعال پہ ناراض ہو۔ شاہ خاموش نے عرض کیا کہ خادم کی کیا مجال ہے کہ مخدوم سے ناخوش ہوجائے حضرت نے کہا پھر کیوں اپنے چہرہ پہ پردہ ڈالتے ہو۔ شاہ خاموش نے عرض کیا کہ اگر حضرت کی نافرمانی کروں تو یہ طریقت کے خلاف ہوگا اور اگر حضرت کے جد امجد کی نافرمانی کروں تو یہ خلافِ

شریعت ہو جائیگا اسلئے جو کچھ ارشاد ہوتا ہے اس پر عمل کرتا ہوں۔ یہ سن کر شاہ ابوالحسن کے دل میں جذب حق پیدا ہوا اور انہوں نے اپنے تمام مرغ اپنے مریدوں میں تقسیم فرما دئے اور اس روز سے مرغ بازی ترک کر دی۔

راوی مذکور کا یہ بھی بیان ہے کہ آپ کو خاموش اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ایک روز آپ حضرت شاہ ابوالحسن حیدر ثانی کی خدمت میں حقہ ہاتھ میں لئے کھڑے تھے حضرت مذکور حقہ کے کش لے رہے تھے اسی اثناء میں حضرت کے ہاتھ سے چلم گر گئی اور وہ حالت وجد طاری ہو جانے سے بے خود ہو گئے حضرت شاہ خاموش اپنے ہاتھ میں حقہ پکڑے اسی طرح کھڑے رہے۔ جب ابوالحسن حیدر ثانی کو افاقہ ہوا تو انہوں نے جلد کے جلنے کی بو سونگھی جب دیکھا تو معلوم ہوا کہ آگ شاہ خاموش کے ہاتھ پر ہے اور ان کا ہاتھ جل رہا ہے لیکن وہ بادب تمام اپنے مرشد کی خدمت میں خاموش کھڑے ہوئے ہیں۔ اس روز سے شاہ ابوالحسن حیدر ثانی نے آپ کو شاہ خاموش سے ملقب کر دیا۔

الغرض حضرت کے کمالات بے حد ہیں اور آپ صاحب کمال تھے۔ آپ صاحب تصانیف بھی ہیں۔ چنانچہ آپ کے علم حقایق میں تحریر کردہ چند رسالہ موجود ہیں۔ قبر شریف اندرون شہر حیدرآباد، چادر گھاٹ کے قریب دائرہ خواجہ عنبراں میں واقع ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ذکر شریف

عارف دریا نوش، عاشق باخروش، قبلہ ازادان شاہ مومن خاموش رحمۃ اللہ علیہ

آپ ازادان شاہی فقراء کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے کافی سیر و سیاحت فرمائی تھی اور دیوار قہقہہ تک جا چکے تھے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ وہاں پہونچے تو آپ کے ہمراہ سات درویش تھے جو کوئی اس دیوار پر سوار ہوتا ہنستا ہوا دوسری جانب گر جاتا جب اسی طرح چند درویش فوت ہو گئے تو باقی درویشوں نے حضرت شاہ مومن خاموش کی کمر باندھ کر

آپ کو اس دیوار پر سوار کر دیا۔ قریب تھا کہ آپ بھی ہنستے ہوئے نیچے گر پڑتے کہ درویشوں نے آپ کو اپنی جانب کھینچ لیا۔ اس روز سے آپ خاموش ہو گئے۔ ہر چند آپ سے صورت واقعہ کے متعلق سوالات کئے گئے لیکن آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ بعد ازاں آپ نے سو فقراء کے ساتھ سیاحت کرتے ہوئے حیدرآباد تشریف لائے اور علی آباد میں سکونت اختیار کی۔ آپ کی مزار شہرپناہ کے دروازہ سے متصل واقع ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

دیگر تراجم و تصانیف

۱۔ ترجمہ مشکوٰۃ النبوۃ جلد اول تصنیف حضرت سید شاہ غلام علی قادری الموسوی ہدیہ ۲۰ روپیے
۲۔ 〃 〃 جلد دوم 〃 〃 〃 〃 〃 ۲۰ روپیے
۳۔ 〃 〃 جلد سوم 〃 〃 〃 〃 〃 ۱۵ روپیے
۴۔ 〃 〃 جلد چہارم 〃 〃 〃 〃 〃 ۲۳ روپیے
۵۔ 〃 〃 جلد پنجم 〃 〃 〃 〃 〃 ۲۰ روپیے
۶۔ 〃 〃 جلد ششم 〃 〃 〃 〃 〃 ۲۵ روپیے
۷۔ کلام عارف و تذکرہ اجداد عارف ابوالفضل سید محمود قادری 〃 دو روپیے
۸۔ استعانت مسئلہ استعانت پر ایک جامع 〃 〃 〃 دس روپیے
۹۔ فردوس (مترجم کا منتخب نعتیہ کلام) 〃 〃 〃 دس روپیے
۱۰۔ کیف و سرور (مترجم کے غزلیات اور نظموں کا مجموعہ) 〃 〃 〃 دس روپیے
۱۱۔ مسلک دیوبند علمائے دیوبند کی نگارشات کے آئینہ میں 〃 〃 〃 سات روپیے
(مترجم کی تازہ تصنیف)
۱۲۔ فیصلہ ہفت مسئلہ ۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی پیر طریقت حضرت فضیلت جنگ 〃 ڈیڑھ روپیہ
و مولوی اشرف علی تھانوی (مولود شریف ۔ فاتحہ ۔ نداء غیراللہ
جماعت ثانیہ ۔ امکانِ نظیر ۔ امکانِ کذب جیسے مسائل پر بحث و تصفیہ)

* * *